

وہ قرآن کی طرف بلائیں گے، لیکن اس کے ساتھ کچھ تعلق نہ ہوگا

يٰۤاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
(البقرہ: ۲۵۵)

حج کے موقع پر حجاج کو سعودی عرب سے ملنے والی تفسیر کی حقیقت

سعودی تفسیر

پر ایک نظر



مقدمہ

ابو حنیفہ محمد بن اسماعیل بن عیسیٰ بن ابی حمزہ

مؤلف

ابو عبد اللہ سید مرتضیٰ حسین کاشانی قادری

خوشخبری

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں

<https://t.me/tehqiqat>
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لے

<https://>

archive.org/details/

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

يَدْعُوْنَ إِلَى كِتَابِ اللّٰهِ وَلِيُصَوِّمَهُ فِيْ شَيْءٍ
(۲۲۲/۴۱۵۵۵)

وہ قرآن کی طرف بلائیں گے، لیکن اس کے ساتھ کہ تعلق نہ ہوگا

حج کے موقع پر حجاج کو سعودی عرب
سے ملنے والی تفسیر کی حقیقت

سعودی تفسیر پر ایک نظر

مؤلف

الایموانہ سید منقول حسین کاظمی قادری

مقدمہ

الواستحق بالکمالیۃ التقریۃ والیٰ الہدیٰ فیہ

مکتبہ قادریہ عالمیہ

یک آبادراٹیاں شریف، گجرات 0300-6272130

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب

سعودی تفسیر پرایک نظر

مؤلف

ابو عبد اللہ سیدنا منیر حسین کاظمی قادری

0321-6228347

مقدمہ

ابو اسحاق ملا علی غلام علی شریانی سہیل پوری

تعداد 600

صفحات 578

مکتبہ قادریہ عالمیہ

یک آباد مرادیاں شریف گجرات 0300-6272130

| 3 | سعودی فقیر ہایک نظر | |
|-----------|---|-----------|
| فہرست | | |
| صفحہ نمبر | مضمون | نمبر شمار |
| ۱ | انتساب | 1 |
| 22 | عرض مؤلف | 2 |
| 24 | تقریظ: از مناظر اسلام علامہ کاشف اقبال مدنی رضوی | 3 |
| 27 | مقدمہ: (تاریخ) از ابوالحق علامہ غلام مرتضی ساقی مجددی | 4 |
| 38 | باب: ۱ = سعودی حکومت کی چالاکی، پاکستانی حکومت کی سُستی | 5 |
| 40 | سعودی حکومت کو علماء اہل سنت پاکستان کا کھلا چیلنج | 6 |
| 41 | باب: ۲ = گمراہ ٹولے (خارجیوں) کی احادیث میں علامات | 7 |
| 45 | قرآن سنا کر گمراہ کرنے والا، گمراہ ٹولا | 8 |
| 47 | گمراہ ٹولے کی بنیادی علامات | 9 |
| 48 | ان لوگوں کی حقیقت؟ | 10 |
| 49 | باپ دادا کے مسلک پر قائم اور گمراہوں سے دور رہو | 11 |
| 50 | باب: ۳ = منافقت کی نشانیاں | 12 |
| 51 | اعتقادی منافقت کی چند علامات | 13 |
| 51 | (۱) تعظیم کو شرک کہنا | 14 |
| 53 | (۲) اللہ والوں کو ذلیل کہنا | 15 |
| 54 | (۳) فساد وقتہ کو اصلاح کا نام دینا | 16 |
| 55 | (۴) مولائے کائنات علی شیر خدا سے بغض رکھنا | 17 |

| سودی تفسیر پر ایک نظر | | 4 |
|-----------------------|---|----|
| 56 | (۵) علم رسول ﷺ پر اعتراض کرنا | 18 |
| 57 | (۶) تفرقہ بازی کے لیے مساجد تعمیر کرنا | 19 |
| 57 | (۷) سب کے ساتھ، (دہابی بھی، سنی بھی) | 20 |
| 58 | باب: ۳ = سودی تفسیر کی حیثیت اور مسلک سلف؟ | 21 |
| 59 | دہابیوں کے مخصوص سلف | 22 |
| 60 | دیوبندیوں اور غیر مقلدوں میں کیا فرق ہے؟ | 23 |
| 63 | اشرافیہ تھانوی اور عطاء اللہ حنیف غیر مقلد کی گواہی | 24 |
| 65 | امت میں قصداً تفرقہ ڈالنے اور شرک کی تہمت کا اقرار | 25 |
| 66 | مسلک سلف سے لا تعلق کا اقرار | 26 |
| 68 | دہابی سلف صالحین کے گستاخ ہیں | 27 |
| 69 | دہابی اپنی تفسیر سلف سے ثابت کریں (اہمیت مسلک سلف) | 28 |
| 71 | مسلمانوں کے معمول کی اہمیت | 29 |
| 73 | قرآن وحدت کی کیسی تخریج مستتر ہے (اہمیت مسلک سلف) | 30 |
| 74 | نجدی سلف کو علی الاعلان شرک کیوں نہیں کہتے؟ | 31 |
| 75 | دہابی اہل سنت نہیں، اور کیا سارے فرقے حق پر ہیں؟ | 32 |
| 76 | کفار کے متعلق آیات، مومنین پر چسپاں کرنے والے کون؟ | 33 |
| 77 | کیا کفار کے متعلق آیات کا، مومنین کیساتھ تعلق ہو سکتا ہے؟ | 34 |
| 79 | گمراہ فرقوں کے قرآن سے استدلال کرنے کی حیثیت؟ | 35 |
| 80 | بدعتی کون، سودی دہابی یا پاکستانی دہابی؟ | 36 |
| 80 | باب: ۵ = کیا قرآن پاک ترجمہ و تفسیر کے لیے آسان کر دیا گیا؟ | 37 |

| 8 | سعودی تفسیر پر ایک نظر |
|-----|--|
| 83 | 38 "ولقد یسرنا القرآن" کا صحیح مفہوم |
| 84 | 39 سیدنا فاروق اعظم کا ارشاد کہ قرآن ماہرین سے سمجھو |
| 85 | 40 بغیر اتباع سلف، قرآن و حدیث سمجھنا ممکن نہیں (اہمیت مسلک سلف) |
| 88 | 41 سعودی تفسیر میں تقلید، اور فرقوں کا ذکر |
| 88 | 42 جن سلف کرام اور کتب سلف کا ذکر کیا گیا |
| 89 | 43 سلطان صلاح الدین ایوبی (قبل آذان درود) |
| 89 | 44 فرقہ واریت کا سبب فروعی اختلاف نہیں، تفرقہ پسند ٹولا؟ |
| 90 | 45 آزادی رائے، ترک مسلک سلف و تقلید و اجماع کا انجام (نیا فرقہ؟) |
| 95 | 46 باب: ۶ = وہابیوں کے (۴۳) جھوٹوں کی نشاندہی |
| 95 | 47 "حقیقت التوحید" کے جھوٹ |
| 97 | 48 "سعودی تفسیر" کے جھوٹ |
| 98 | 49 "تقویۃ الایمان" کے جھوٹ |
| 99 | 50 ایک اور کتاب کے جھوٹ |
| 100 | 51 وہابیوں کے مزید جھوٹ |
| 101 | 52 باب: ۷ = اہلسنت پر بدعت کی تہمت |
| 102 | 53 صحابہ کرام اور سلف عظام پر بدعت کے فتوے |
| 104 | 54 وہابیہ سے بدعت کی تعریف |
| 107 | 55 بدعت کی تشریح احادیث مبارکہ سے |
| 111 | 56 منکرین کے اکابر کے حوالے |
| 113 | 57 اکابرین وہابیہ کے حوالے کیوں نقل کیے جاتے ہیں؟ |

| 6 | سعودی تفسیر پر ایک نظر | |
|-----|---|----|
| 114 | سعودی تفسیر میں بدعت کی تعریف | 58 |
| 115 | وحائیدوں کی (۹۷) بدعتوں کی نشاندہی | 59 |
| 120 | اسامیل دہلوی کی (۲۵) بدعتیں | 60 |
| 130 | بدعات و ہابیہ کے متعلق اہم سوال | 61 |
| 131 | باب: ۸ = نجدی توحید کی حقیقت | 62 |
| 133 | اہل سنت کا عقیدہ الوہیت | 63 |
| 135 | باب: ۹ = سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا شرک تھیں (معاذ اللہ) | 64 |
| 138 | مفسرین کا محبت و ادب بحر ۱۱۷۱ھ | 65 |
| 138 | علامہ اسلام کا مسلک | 66 |
| 140 | علامہ جلال اللہ ابن سعدی کی وصیت | 67 |
| 140 | نجدیوں کا عقیدہ ہے کہ والدین رسول دوزخی ہیں (معاذ اللہ) | 68 |
| 141 | وہابیوں کے اکابرین کا مسلک | 69 |
| 142 | باب: ۱۰ = موسیٰ علیہ السلام کی احتیاط اور خارجیوں کی منہ زوری | 70 |
| 143 | باب: ۱۱ = مسلمانوں کے کل (اقرابا یمان) کو لگا کرنا | 71 |
| 147 | باب: ۱۲ = ”من دون اللہ“ کے متعلق جو اختلاف کیا ہے؟ | 72 |
| 147 | کیا، اولیاء من دون اللہ، اولیاء اللہ، ایک ہیں؟ | 73 |
| 149 | آیات، ”من دون اللہ“ کے متعلق ضروری توضیحات | 74 |
| 154 | مخالفین کی دو فلی پالیسی، اور ہمارا مطالبہ | 75 |
| 156 | اللہ والوں کو ظالم اور باطل لکھ دیا | 76 |
| 158 | ”من دون اللہ“ کے متعلق سعودی تفسیر کی فیصلہ کن عبارات | 77 |

| 7 | سورہ تیسرہ پر ایک نظر |
|-----|---|
| 161 | ایک دھوکا اور تضاد |
| 162 | ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کی حقارت کرنا |
| 163 | چند آیات ”من دون اللہ“ کی وضاحت |
| 163 | (۱) وما لكم من دون الله من ولي ولا نصير |
| 164 | (۲) ان الذين يدعون من دون الله |
| 165 | وہابیوں سے مطالبہ (قیوہ ثابت کرو) |
| 165 | (۳) ان الذين تدعون من دون الله عباد امثالكم |
| 167 | ایک اہم نوٹ، اور قلم کار |
| 168 | (۴) اموات غير احياء وما يشعرون ايانا يعثون |
| 170 | (۵) لن يخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له |
| 172 | (۶) ما يملكون من قطمير |
| 174 | (۷) اولئك الذين يدعون يبتغون الي ربهم الوسيلة |
| 177 | (۸) من لا يستجيب له الى يوم القيامة الخ |
| 178 | (۹) واذا ذكر الدين من دونه |
| 182 | (۱۰) من يتخذ من دون الله اندادا يحوّلهم كعب الله |
| 183 | (۱۱) ويقولون طولا شفعانا عند الله |
| 185 | تضاد، اور جھوٹ کہ مشرک بتوں کو الہ نہیں جانتے تھے |
| 185 | (۱۲) ما تعبدون من دونه الا اسماء سميتوها |
| 187 | سورہ تیسرہ کا، سلفی تفاسیر سے اختلاف |
| 188 | ”من دون اللہ“ کے متعلق، مکرین سے سوالات |

| 8 | | سودی تفسیر پر ایک نظر |
|-----|---|-----------------------|
| 190 | باب: ۱۳ = وہابیوں کے ہاں عبادت کی تعریف | 98 |
| 191 | سلف کرام سے عبادت کی تعریف | 99 |
| 193 | ”تقویۃ الایمان“ سے، تعریف عبادت (بدعت و تضاد) | 100 |
| 195 | دہلوی کی جہالت یا مکاری (تضاد) | 101 |
| 196 | ”ہرراط مستقیم“ سے تعریف عبادت (تضاد) | 102 |
| 198 | عبادت کی حقیقت | 103 |
| 199 | عبادت و تعظیم میں فرق؟ | 104 |
| 201 | اب سجدہ تعظیسی بھی حرام ہے | 105 |
| 201 | اللہ تعالیٰ، فرشتوں، برادران یوسف اور صحابہ پر فتویٰ شرک (تضاد) | 106 |
| 202 | مزارات کے تعظیسی امور کو عبادت قرار دینا، غلو فی الدین ہے | 107 |
| 203 | باب: ۱۴ = رسول اللہ ﷺ کی امت سے آپ کی عبادت نہیں کرے گی | 108 |
| 205 | عقائد اہل سنت پر حق ہیں | 109 |
| 206 | باب: ۱۵ = ”الدعاء هو العبادۃ“ کا مفہوم | 110 |
| 207 | لفظ ”دعا“ کا استعمال اور مفہوم | 111 |
| 210 | اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی عبادت کیوں؟ | 112 |
| 211 | ”ادع احب الناس الیک۔۔۔۔۔ قال یا محمد“ | 113 |
| 212 | امام بخاری شرک کیوں نہیں؟ | 114 |
| 212 | غیر مقلدین کے کامدین کی گواہی، اور اجماع سلف | 115 |
| 213 | باب: ۱۶ = الوہیت کا مدار کن معانی پر ہے؟ | 116 |
| 214 | اہلسنت کے ہاں دعا کی نوعیت؟ | 117 |

| 9 | سودی تفسیر پر ایک نظر | |
|-----|---|-----|
| 215 | کیا الوہیت کا مدار عالم غیب اور متصرف ہونے پر ہے؟ | 118 |
| 216 | جہان غیب اور مافوق الاسباب امور میں اللہ والوں کا تصرف | 119 |
| 216 | نجدی اپنے لیے متعدد ”الہ“ تسلیم کر لیں | 120 |
| 217 | باب: ۱۷ = کیا مساجد میں یا رسول اللہ ﷺ کی کار نے والے ظالم ہیں؟ | 121 |
| 217 | ”وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ الْخ“ کا صحیح ترجمہ | 122 |
| 218 | ”وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ الْخ“ کی تفسیر | 123 |
| 220 | وہابی حضرات سے ایک گزارش | 124 |
| 221 | صحابی کا مسجد میں، رسول اللہ سے استغاثہ کرنا | 125 |
| 222 | بعد از وصال، مسجد میں دورانِ دعاء، استغاثہ | 126 |
| 223 | صحابی اور وہابی کے عمل میں تضاد | 127 |
| 224 | ظالم و ناداں، صحابی ہیں یا وہابی؟ | 128 |
| 226 | باب: ۱۸ = اغثنی یا رسول اللہ پکارنا، خلاف قرآن اور شرک ہے؟ | 129 |
| 227 | صحابی کا دور سے، رسول ﷺ کو مدد کے لیے پکارنا | 130 |
| 227 | نجدیوں کو سند پر جرح کا کوئی حق نہیں | 131 |
| 230 | ”یا محمد، یا رسول اللہ“ ﷺ کے سرعام عیاں نہ نعرے | 132 |
| 231 | بعد از وصال آپ کو پکارنا، صحابہ کرام کا معمول، اور اجماع امت | 133 |
| 234 | امام بخاری، امام نووی، قاضی شوکانی وغیرہ کا عقیدہ | 134 |
| 234 | صحابہ کرام اور ائمہ دین مشرک کیوں نہیں؟ | 135 |
| 235 | اجماع امت اور صحابہ کرام کا خالف کون؟ | 136 |

| سودی تفسیر ہائیک نظر | | 10 |
|----------------------|--|-----|
| 236 | باب: ۱۹ = کیا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، خانہ ساز درود ہے؟ | 137 |
| 239 | تضاد و بدعت | 138 |
| 242 | "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" آپ سے منقول ہے | 139 |
| 244 | وہابی مولویوں سے صلوٰۃ و سلام کا ثبوت | 140 |
| 245 | سودی عرب کے مطبوعہ کتب میں صلوٰۃ و سلام | 141 |
| 248 | صلوٰۃ و سلام کے منکرستی نہیں وہابی ہیں، بالکل حرمین کا عمل؟ | 142 |
| 248 | کیا آپ کے خود، درود و دعائے فرمائے کا عقیدہ قاسد ہے؟ | 143 |
| 251 | کیا اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا بدعت ہے؟ | 144 |
| 256 | باب: ۲۰ = "اتھا ک تسعین" کی تفسیر | 145 |
| 256 | کیا مافوق الاسباب استمداد شرک؟ (بدعت، تضاد، اور غلو) | 146 |
| 258 | ما فوق الاسباب استمداد اور پاک قرآن میں | 147 |
| 260 | تضاد و پیچھا دو مافوقی شرک (خلاف عادت میں اختیار) | 148 |
| 262 | وہابی صیانتوں کو کیا جواب دیں گے؟ | 149 |
| 263 | آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کا تعریف | 150 |
| 264 | اولیاء کے تعریف کا نظریہ، سنت و انجیاء ہے | 151 |
| 265 | اولیاء اللہ شریک نہیں، بلکہ قدرت خدا کا مظہر ہوتے ہیں | 152 |
| 268 | وہابی مولویوں کے مافوق الاسباب تصرفات | 153 |
| 268 | باب: ۲۱ = نفوت شدہ و غیرہ ہے استمداد کو شرک کہنا خود شرک ہے | 154 |
| 270 | باب: ۲۲ = داتا، غریب لہذا و غیرہ کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں | 155 |

| 11 | سوری تفسیر ایک نظر |
|-----|---|
| 272 | 156 حتی الامکان "عرف عام" کا لحاظ ضرور |
| 273 | 157 وہابیوں کا شرک فی الصفات |
| 275 | 158 حقیقی و مجازی صفات کی تقسیم (شرک وہابیہ) |
| 276 | 159 تضاد وہابیہ |
| 276 | 160 صدیق (اکبر)، قاروق (اعظم) اور عثمان (غنی) کی دلیل؟ |
| 277 | 161 القاب اولیاء کا مفہوم، اور وجاہت و عظمت |
| 278 | 162 اللہ والوں کا مشکل کشاء، حاجت روا، وافع بلا، متصرف ہونا |
| 278 | 163 اللہ والوں کا نانا، گنج بخش، غریب نواز ہونا |
| 278 | 164 اللہ والوں کی وجاہت و قدرت (احادیث مبارکہ) |
| 280 | 165 حریم آیات و احادیث مبارکہ |
| 286 | 166 تضادات وہابیہ |
| 287 | 167 باب: ۲۳ = مشہور حدیث قدسی کا صحیح مفہوم |
| 288 | 168 یہ حدیث قدسی قرآنی واقعے کی تفسیر ہے |
| 290 | 169 باب: ۲۴ = کیا "سمع مولیٰ"، کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے؟ |
| 293 | 170 "انک لا تسمع المولیٰ"، کے حقیقی مفسرین کی وضاحت |
| 294 | 171 "سمع مولیٰ" پر اجماع امت |
| 296 | 172 فوت شدہ کی ارواح کا زعموں کی ارواح سے رابطہ ممکن ہے |
| 300 | 173 باب: ۲۵ = فوت شدہ صالحین کی مدد کا مطلب؟ (دلہوی کی بغاوت) |
| 303 | 174 نجدی ہندوؤں کو کیا حجاب دیں گے؟ |
| 305 | 175 باب: ۲۶ = رسول اللہ ﷺ اور باقی صالحین مردہ، مجبور اور بے خبر ہیں؟ |

| سودی تفسیر پر ایک نظر | |
|-----------------------|--|
| 12 | |
| 306 | 176 اللہ والوں کو مردہ کہنا بے ادبی اور بے دینی، بے عقلی ہے |
| 309 | 177 اللہ والوں کی موت کا معنی |
| 313 | 178 سیدنا فاروق اعظم اور عقیدہ حیات اولیاء |
| 314 | 179 حیات شہداء کی کیفیت اور اجسام کی سلامتی |
| 317 | 180 سیدنا ابو بکر صدیق کا عقیدہ حیات النبی |
| 318 | 181 قبرانور میں آپ کی حیات مبارکہ |
| 322 | 182 نجدیوں کی بدعت و دھوکا، اور علماء اسلام کا موقف |
| 328 | 183 نجدیوں کے کامرین کا مسلک |
| 229 | 184 باب: ۲۷ = انبیاء و اولیاء کو شجاعت کا اختیار تو کیا، مفہوم سے بھی بے خبر ہیں |
| 334 | 185 آپ آج بھی شافع ہیں (تضاد) |
| 337 | 186 وہابیوں کے پاس (النساء: ۶۴) کو خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں |
| 339 | 187 النساء (۶۴) کے حلقہ مسلک سلف کرام |
| 341 | 188 "باب قاطعہ" رضی اللہ عنہا (امام یحییٰ پر فتویٰ کفر) |
| 342 | 189 باب: ۲۸ = رسول اللہ ﷺ نے کیا کی قدرت نہیں رکھتے |
| 347 | 190 منکرین پر سوال |
| 348 | 191 نجدی مولویوں اور کتابوں کا نفع رساں ہونا |
| 349 | 192 کاشی شوکانی کی دورگی، اور عداوت |
| 351 | 193 باب: ۲۹ = فوت شدہ بزرگوں کا وسیلہ شیطانی فلسفہ، مشرکوں کا فعل ہے |
| 352 | 194 نجدیوں کا اہل سنت پر بہتان |
| 353 | 195 اہلسنت کے ہاں بدعت کی قسمیں |

| 13 | سودی تفسیر پر ایک نظر |
|-----|--|
| 353 | نجدی شریعت اور محمدی شریعت |
| 354 | عمر فاروق کو بدعتی کہنے والوں کا آپ پر بہتان، اور آپ کی پناہ لینا |
| 355 | فوت شدہ بزرگوں کے وسیلے کو شرک کہنے کی کوئی دلیل نہیں |
| 356 | مسلک سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ |
| 359 | وحیدالزماں، قاضی شوکانی وغیرہ کا فیصلہ (اجماع امت) |
| 360 | وحیدالزماں وہابیوں کی مسلمہ شخصیت ہے |
| 361 | اجماع کا مخالف، اور وسیلے کا پہلا منکر کون؟ |
| 361 | فاروقی دور میں صحابی کا قبر رسول سے استغاثہ کرنا (اجماع صحابہ) |
| 367 | ایک دردمند مبلغ و مبلغ کا حسین انداز |
| 367 | وہابی پانچ نمازیں پڑھ کر مشرک کیوں بنتے ہیں؟ |
| 368 | امام علی رضا کے حراز سے استعانت |
| 369 | آدم علیہ السلام، وسیلہ مصطفیٰ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ |
| 373 | مفسرین کرام کی تصریح |
| 374 | یہود کا، ہمارے نبی کے وسیلے سے دعاء کرنا |
| 376 | ”بحق فلان“ دعا کرنا، (تضاد و بدعت وہابیہ) |
| 378 | بجن فلاں، اور احادیث مبارکہ |
| 380 | رسول اللہ کا خود اپنے وسیلے سے دعا فرمانا (انبیائے کرام پر بہتان) |
| 381 | آپ کے وسیلے اور مدد کا انکار، بے ادبی ہے |
| 382 | باب: ۳۰ = کیا قبور صالحین پر گنبد، عرس وغیرہ، انکی عبادت اور شرک ہے؟ |
| 384 | وہابی علماء کی حاضری مزارات |

| سودی تفسیر پر ایک نظر | | 14 |
|-----------------------|--|-----|
| 216 | کوئی فعل خود عبادت نہیں ہوتی | 386 |
| 217 | مکرمین کی دورگی و منافقت | 386 |
| 218 | دقت کی تعمیر پذیری | 389 |
| 219 | مزارات صالحین اور اجتماع امت | 391 |
| 220 | کیا صرف قبور کو ہی پختہ بنانا بدعت اور منہج ہے؟ | 392 |
| 221 | مساجد کو آماستہ کرنا بدعت کیوں نہیں؟ | 394 |
| 222 | گنبد خضراء کے متعلق نجدیوں کے عزائم | 395 |
| 223 | قبریں اور حرار گرائٹا (تضاد) | 398 |
| 224 | نجدی فتویٰ، کہ قبر کو پان کی ماحد، بالست اور نجی ہونی چاہیے (بدعت) | 400 |
| 225 | باب: ۳۱ = مزارات اولیاء پر جہلاء کی غیر شرعی حرکات | 401 |
| 226 | باب: ۳۲ = "جنت البقیع" میں نصب شدہ پورڈ کی گمراہ کن عبادات | 403 |
| 227 | قبرستان میں قرآن مجید کی تلاوت بہت رسول کے خلاف ہے | 403 |
| 228 | خطباء اہل سنت کی خدمت میں گزارش | 404 |
| 229 | تلاوت کے ایصال ثواب کے بارے میں احادیث مبارکہ | 405 |
| 230 | علامہ قرطبی، علامہ سیوطی، علامہ نووی اور دیگر علماء | 407 |
| 231 | ابن تیمیہ، ابن قیم، شوکانی وغیرہ کی تصریح | 410 |
| 232 | امام ابوہاشم نخعی، اور قرأت کا ایصال ثواب | 412 |
| 233 | ابن تیمیہ کی موت پر ختم قرآن، اور اسے چوم کر برکت حاصل کرنا | 413 |
| 234 | وہابی علماء کے مزید حوالہ جات | 413 |
| 235 | قبر کے ائمہ کی تلاوت قرآن | 414 |

| 15 | سودی تفسیر پر ایک نظر |
|-----|--|
| 415 | 236 کیا قبرستان سے مٹی اٹھانا شریعت کے خلاف ہے؟ |
| 417 | 237 ابن تیمیہ کی قبر کی مٹی سے فضاء، وتمرک حاصل کرنا |
| 418 | 238 باب: ۳۳ = کیا آثار و تمکرات صالحین کو مٹا دینا، فضاء تو حید ہے؟ |
| 420 | 239 مدینہ طیبہ، طور سینہ، قبر موسیٰ اور مولد عیسیٰ علیہا السلام کی طرف سفر |
| 421 | 240 خاندانی برکت |
| 422 | 241 وسیلہ بننے والی ذات کا بھی کمال ہوتا ہے (دھوکے کار) |
| 432 | 242 کرامات اولیاء کے انکار کی وجہ |
| 424 | 243 سیدنا فاروق اعظم کا تمکرات کے متعلق عقیدہ |
| 425 | 244 وہابیوں پر سوال، نماز میں تعظیم تمکرات، حضرت عمرؓ پر بہتان |
| 426 | 245 تمکرات اور سودی تفسیر (تضاد) |
| 429 | 246 باب: ۳۳ = سودی نجدیوں کا اسلامی یادگاریں اور تمکرات مٹا دینا |
| 431 | 247 شبیر عثمانی دیوبندی کی گواہی، کہ نجدیوں کا شرک کا فتویٰ جھوٹا ہے |
| 432 | 248 باب: ۳۵ = آج کے مسلمان بھی مشرکین مکہ کی طرح کے مشرک ہیں |
| 434 | 249 شرک کیا ہے؟ اور مشرکین مکہ کا شرک؟ (تضاد و کذب) |
| 436 | 250 باب: ۳۶ = ”وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون“ کا مفہوم |
| 438 | 251 (یوسف: ۱۰۶) کے متعلق مفسرین کی تصریح |
| 439 | 252 نجدیوں پر سوال: کہ کوئی مشرک محض بھی ہے؟ |
| 441 | 253 باب: ۳۷ = کیا آج امت کی اکثریت مشرک و بدعتی ہے؟ |
| 444 | 254 شیخ نجدی رسول اللہ کے مقابلے میں |

| سودی تفسیر پر ایک نظر | | 16 |
|-----------------------|--|-----|
| 255 | نجدیوں پر چند سوالات | 446 |
| 256 | نجدی اپنی قلت کا دکھ پیٹتے ہیں | 447 |
| 257 | امت کی اکثریت (سواد اعظم) کبھی گمراہ نہیں ہو سکتی | 448 |
| 278 | مسلمانوں کو بار بار مشرک اور مردہ پرست لکھا گیا | 450 |
| 279 | اکثر امت مشرک ہو جانے کی کوئی خبر رسول اللہ نے نہیں دی | 450 |
| 280 | اللہ کی قسم مجھے تم پر شرک کا کوئی خوف نہیں ہے (تضادات واپس) | 451 |
| 281 | آپ کو امت پر بت اور پتھر کی عبادت کا کوئی خوف نہیں تھا | 453 |
| 282 | دعائی جن احادیث کی بناء پر اکثر امت کو مشرک کہتے ہیں (تضادات) | 455 |
| 283 | رسول اللہ کو امت پر اہل قہور کی عبادت کا بھی کوئی خوف نہیں تھا | 457 |
| 284 | ”میری قبر کو بت نہ بنانا“ کیا قہر اور بت ایک جیسے ہیں | 461 |
| 285 | نجدی قرب قیامت کے اس وقت کا تعین کریں (دہلوی کی دعاء علی) | 462 |
| 286 | حالات کے تعین والی احادیث کیوں چھپاتے ہیں؟ | 464 |
| 287 | نجدیوں پر سوالات | 466 |
| 288 | امت کی اکثریت کو مشرک کہنا ختم نہ ہو اور محیل دین کا انکار کرنا ہے | 467 |
| 289 | قرآن کی بھاء امت کے ایمان کی بھاء کی دلیل ہے | 468 |
| 290 | ایسا وقت تب آئے گا جب قرآن اٹھ جائے گا | 469 |
| 291 | رسول اللہ کو امت پر کن امور کا خوف تھا؟ | 471 |
| 292 | آپ کو امت پر شرک کرنے کا نہیں، بلکہ تہمت شرک کا خوف تھا | 471 |
| 293 | مسلمانوں کو مشرک کہنے والا، خود مشرک ہو گا | 474 |
| 294 | نجدی خود مشرک ہیں۔ | 475 |

| 17 | سعودی تفسیر پر ایک نظر |
|-----|---|
| 476 | 295 وحید الزماں کی گواہی، کہ مسئلہ شرک میں عالی اور خارجی کون؟ |
| 477 | 296 سعودی مفتی بن باز کی گواہی، اس حدیث کا مصداق کون؟ |
| 476 | 297 مزید علامتیں ”نجدی اور تہمی“ ہونا |
| 479 | 298 اس حدیث کا مصداق اگر شیخ نجدی نہیں تو اور کون ہے؟ |
| 481 | 299 شیخ نجدی کا رد اس کے بھائی، شیخ سلیمان سے۔ (توحید و رسالت کی گواہی کی اہمیت) |
| 481 | 300 سجدہ کی بناء پر تکفیر مسلمین کا رد (عبادت کی حقیقت، مسلک سلف کا باغی، نئے دین کا بانی، چیلنج) |
| 482 | 301 تکفیر مسلمین کے رد پر پہلی حدیث، (ہر پکارنا عبادت نہیں، مسلک سلف) |
| 483 | 302 تم بغیر کسی نص کے، محض قیاس فاسد سے تکفیر کرتے ہو۔ (مسلک سلف) |
| 484 | 303 دوسری حدیث: (عقائد اہلسنت پر اجماع امت) |
| 485 | 304 تیسری حدیث: (فتنہ مشرق) (نجد) سے ظاہر ہوگا) |
| 485 | 305 اہل حرمین و یمن کا صدیوں سے معمول: (نجد میں پہلا بڑا فتنہ؟) |
| 486 | 306 رسول اللہ نے امت کی اکثریت کے مشرک ہو جانے کی خبر کیوں نہ دی؟ |
| 487 | 307 چوتھی حدیث: (تم نیا دین لائے ہو، ان لشرو کو ا بعدی) |
| 488 | 308 پانچویں حدیث: (جزیرہ عرب میں شرک نہیں ہو سکتا) |
| 489 | 309 چھٹی حدیث: (مکہ میں شرک نہیں ہو سکتا، اہل مکہ نجدیوں پر لعنت کرتے ہیں) |
| 491 | 310 علامہ ابن عابدین شامی، اور نجدی تحریک (حرمین پر قبضہ) |
| 491 | 311 نواب صدیق غیر مقلد اور شیخ نجدی (اہل حرمین کی نفرت) |
| 492 | 312 حسین احمد مدنی دیوبندی کی شیخ نجدی اور دین نجدی کے متعلق تصریحات |

| 18 | سعودی تفسیر پر ایک نظر |
|-----|---|
| 493 | 313 چند عقائد وہابیہ کی نشاندہی |
| 495 | 314 دیوبندیوں کی گمراہی، ان کے گمراہی گواہی |
| 495 | 315 شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی کی تصریح، (شیخ نجدی، پلید اور جاہل تھا) |
| 496 | 316 پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کا شیخ نجدی کے متعلق نظریہ |
| 496 | 317 شیخ نجدی کے مزید عقائد فاسدہ |
| 497 | 318 باب: ۳۸ = اگر یہ امور شرک تھے تو آپ نے واضح تعلیم کیوں نہ فرمائی؟ |
| 499 | 319 باب: ۳۹ = حج و عمرے کے دیزے کیوں جاری کیے جاتے ہیں؟ |
| 501 | 320 باب: ۴۰ = بزرگوں کے نام کا صدقہ حرام، اور کرنے والے شرک ہیں |
| 501 | 321 نجدیوں کا سارا دھند مسلمانوں پر "بدگمانی" سے چلتا ہے |
| 502 | 322 کتاب اللہ پر بہتان اور اندھی تقلید |
| 503 | 323 اجماع امت اور مخالفین |
| 505 | 324 شاہ ولی اللہ اور عبدالعزیز محدث دہلوی کا مسلک؟ |
| 507 | 325 نجدیوں نے ہر چیز حرام کر دی (تحریف قرآن، ذاکر نایک) |
| 509 | 326 اگر نام پکارنا جرم ہے، تو صدقہ کیسے کریں؟ (تساو) |
| 510 | 327 گیارہویں کی بجائے اللہ کے نام کا صدقہ کیوں نہیں کرتے؟ |
| 512 | 328 کیا صحابہ کرام نے کبھی گیارہویں کی تھی؟ |
| 513 | 329 گیارہویں کو حرام کہنے والوں کی سزا |
| 513 | 330 ایصال ثواب کی نیت سے گیارہویں جائز ہے (وہابی فتوے) |
| 514 | 331 باب: ۴۱ = کیا حدیث (نور) جابر رضی اللہ عنہ باطل ہے؟ |
| 516 | 332 مصنف عبدالرزاق کی پہلی جلد کے اگم گم گشت ابواب کی بازیابی |

| 19 | سودی تفسیر پر ایک نظر |
|-----|--|
| 517 | حدیث نور (جابر) مع سند 333 |
| 518 | حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے مزید حوالہ جات 334 |
| 520 | اولیت نور مصطفیٰ کے متعلق مخالفین کی گواہیاں 335 |
| 520 | وہابی مولویوں کے مزید حوالہ جات 336 |
| 521 | قد جا کم من اللہ نور و کتاب مبین کی تفسیر 337 |
| 521 | وہابی مولویوں کی تفسیر 338 |
| 522 | جسم نبی کا سایہ نہ تھا (غیر مستند مولوی) 339 |
| 522 | اول مخلوق، (نور، قلم اور عقل وغیرہ) کے متعلق احادیث میں تطبیق 340 |
| 524 | نور نبیک من نورہ، (نور من نور اللہ) کی تشریح 341 |
| 527 | ہمارے آقا و مولیٰ "نور" کے بھی قاسم ہیں 342 |
| 527 | باب: ۴۲ = اہلسنت رسول اللہ کو بشر نہیں مانتے (جھوٹ و بہتان) 343 |
| 529 | عقیدہ اہلسنت 344 |
| 532 | بابائے وحابیت اسماعیل دہلوی کی دریدہ دہنی (بشری بھی تعریف کرو) 345 |
| 532 | صحابہ کرام، رسول اللہ کو بے مثل بشر جانتے (تعظیم رسول) 346 |
| 535 | باب: ۴۳ = جشن میلاد کو بدعت و اسراف کہنا، بے ادبی ہے 347 |
| 536 | مسلمان جشن میلاد سے خوش ہوتے ہیں 348 |
| 536 | فضول خرچی کیا ہے؟ 349 |
| 539 | باب: ۴۴ = علم غیب اور عالم الغیب (تضاد و حبابیہ) 350 |
| 542 | کیا آپ کو غیب کا علم نہیں، اطلاع دی گئی؟ 351 |
| 543 | باب: ۴۵ = حرمین پر نجدیوں کا قبضہ صداقت کی دلیل اور انعام الہی ہے؟ 352 |

| 20 | سعودی تفسیر پر ایک نظر |
|-------|---|
| 543 | یزیدی لشکر کا حرمین پر حملہ، مگر فوراً عذاب نہ آتا |
| 544 | قراмпہ کا حاجیوں کا قتل، کعبہ کی بے حرمتی، ہجر اسود کو اُکھاڑ لے جانا |
| 545 | خدا تعالیٰ کبھی کافر و فاسق سے بھی دین کا کام لے لیتا ہے |
| 546 | کیا حج امام کی اقتداء میں ادا کیا جاتا ہے؟ |
| 548 | نجدی امام (حرم) کے پیچھے نماز کا حکم |
| 550 | علمائے اہلسنت کا اتفاق، اور یہ پہلا دور نہیں |
| 552 | صرف سنی امام کے پیچھے نماز پڑھو! |
| 554 | باب: ۴۶ = اسماعیل دہلوی کی "صراط مستقیم" |
| 555 | صراط مستقیم کے متعلق، دہلوی کا اپنا بیان |
| 555 | اسماعیل دہلوی اور حدیثِ قدسی کا مفہوم (تائید نظریات صوفیاء) |
| 558 | مسک صوفیاء کرام (وحدت الوجود وغیرہ) اور اسماعیل دہلوی |
| 560 | حضرت داتا گیلانی جویری رحمۃ اللہ علیہ کی گستاخی |
| 562 | صراط مستقیم، پہلے باب کے مفید حوالہ جات (تائید اہلسنت) |
| 566 | باب: ۴۷ = وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا مختصر تعارف |
| 570 | جو تیری بیروی کرے اس کے لیے بربادی ہے |
| 571 | صالحین نے رسول اللہ کو دیکھا یا شیطان کو؟ |
| 574 | باب: ۴۸ = سعودی تفسیر کے حوالہ جات (قوائد و مسائل) |
| 575 | سعودی مفتی ابن باز کے فتوے |
| ***** | |

انتساب

آل رسول ﷺ نائب رسول ﷺ سید اکاظمین امام المسلمین
جگر گوشہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوالحسن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

اور

نائب غوث الوریٰ، شہباز ولایت، شیخ طریقت رہبر شریعت،
سیدی و مرشدی

حضرت پیر سید محمد نصیر شاہ صاحب بخاری قادری

آستانہ عالیہ بنون شریف، ثم راو پینڈی

کے مبارک نام!

نیازمند

ابو عبد اللہ سید منزل حسین کاظمی قادری

عرضِ مؤلف

اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے، جس نے مجھ جیسے ناکارہ کو مسلک اہل سنت کی اس خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔

کچھ عرصہ قبل ایک وہابی لڑکے کو ”سعودی تفسیر“ کے ذریعے ایک سنی نوجوان کو گمراہ کرتے دیکھا تو بڑا دکھ ہوا، اور عوام کے لیے سعودی تفسیر کو بڑا خطرناک پایا۔

بکھی حدیث کے تفسیر بدل کے لوٹ لیا

بکھی فریب سے قرآن سنا کے لوٹ لیا

سعودی حکومت نے یہ تفسیر پاکستانی مولوی صلاح الدین یوسف سے لکھوائی، اس کو حاجیوں میں مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ ”دارالسلام پبلشرز“ نے اس کو لاہور اور ریاض سے ”تفسیر احسن البیان اردو“ کے نام سے عام خرید کے لیے بھی شائع کیا ہے۔ جب معلوم ہوا کہ کسی سنی عالم دین نے اس کا رد نہیں کیا، تو خیال ہوا کہ اس کا رد کرنا چاہیے۔ مناظر اسلام ابوالحکامی حضرت علامہ مولانا غلام مرتضی ساقی مجددی خطہ اللہ تعالیٰ سے اس ارادے کا اظہار کیا، تو آپ نے اپنی کریمانہ طبیعت کے مطابق کافی حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے نام سے کام کا آغاز کر دیا، علامہ صاحب ہر قدم پر رہنمائی فرماتے رہے۔ اور مزید یہ کہ مدلل مقدمہ تحریر فرما کر کتاب کو زینت و مقام بخشا۔ آپ کا انتہائی احسان مند ہوں، اور دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے۔ اور مزید اہل سنت کے لیے تحقیقی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا کاشف اقبال مدنی دام اقبالہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ آپ نے کلمات محبت سے نوازا۔ مولیٰ کریم آپ کو ایمانی جسمانی عافیت عطا فرمائے۔

بالخصوص میرے لیے یہ بڑی سعادت ہے، کہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اشرف القادری دامت برکاتہ محدث نیک آبادی نے انتہائی شفقت و مہربانی فرمائی، باوجود مصروفیت اور بزرگی کے کتاب کے متعلق کلمات طیبات تحریر فرمائے۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ میری کسی کوتاہی کی وجہ سے ضائع ہو گئے۔ دوبارہ عرض کرنا بے ادبی سمجھا جس کی وجہ سے ہمت نہ ہوئی۔

دعا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ قبلہ حضرت مشرق صاحب کا سایہ نعت کے ساتھ ہم پر قائم و دائم فرمائے۔ اور میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین!

ابو عبد اللہ سید منزل حسین کاظمی قادری

ان ارید الا اصلاح ما استطعت، وما توفیقی الا باللہ علیہ

توکلت والیہ انیب۔



تقریظ

مناظر اہل سنت، حضرت علامہ

مولانا کاشف اقبال مدنی رنسوی دام ظلہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم والہ واصحابہ اجمعین

اما بعد! رسول اکرم ﷺ کی محبت اور ادب ایمان ہے، اور آپ ﷺ کی ادنیٰ توہین و تنقیص کفر ہے، مگر نجدی وہابی مذہب کی بنیاد ہی توہین رسالت پر ہے یہی وجہ ہے کہ نجدیوں وہابیوں کی کتب حضور اکرم ﷺ کی گستاخیوں سے بھری پڑی ہیں۔

جب سے انگریزوں سے ساز باز کر کے وہابیوں نجدیوں نے حجاز مقدس پر قبضہ کیا، تو صحابہ کرام ازواج مطہرات کی قبور مطہرہ پر بلند و زبر چلا دیے، تمام آثار مقدسہ مٹا دیے، بے شمار مسلمانوں کی قتل و غارت کی گئی۔ اب بھی یہ نجدی گستاخانہ لٹریچر حاجیوں میں زبردستی تقسیم کرتے رہتے ہیں،

اور ان کا سارا لٹریچر کفریات سے بھرا پڑا ہے، کہیں حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کو بت لکھتے ہیں۔ (شرح الصدور: ۳۵، حاشیہ)

کہیں حضور اکرم ﷺ کی قبر انور پر گنبد خضراء کو بہت بڑی جہالت لکھتے ہیں۔ (تطہیر الاعتقاد: ۳۶)

کہیں گنبد خضراء کو شرک والحاد کا بہت بڑا ذریعہ لکھتے ہیں۔ (مخارج: ۲۸)

کہیں انبیاء و اولیاء کی قبور کی طرف سفر کو شرک لکھتے ہیں۔ (مخارج: ۲۸۰)

کہیں آپ ﷺ کو مردہ لکھتے ہیں۔ (زیارت کی احکام اور اداب: ۱۵۱)

یہاں تک لکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ مملکت سعودیہ عربیہ کو توفیق دے، کہ اسے سنت کے مطابق کر دیں، جیسے کہ عہد صحابہ میں قائم تھی، یعنی گنبد خضراء زمین بوس کر دیں۔

(زیارت مسجد مصطفیٰ: ۱۳۶)

کیا اب بھی وہابیوں نجدیوں کے دشمن رسول ہونے میں کسی کو کوئی شک ہے؟
پھر مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے ان کا محبوب مشغلہ ہے۔

موجودہ امام کعبہ عبدالرحمان السدیس نے توجج کے خطبہ کے موقع پر پوری دنیا کے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے ہوئے، یہاں تک کہہ دیا ”اسلامی ممالک میں سے اکثر لوگ مشرک ہیں، ان میں بڑی قسم کا شرک پکا ہٹو چکا ہے، کیونکہ وہ قبروں پر گنبد بناتے ہیں، ان کے لیے نذریں مانتے ہیں، اور امید میت سے قبور پر حاضری دیتے ہیں۔ (المدینہ اخبار، ۲۰۰۷ء، ۱۳، ۱۲۰۰۷)

اس جملے میں موجودہ امام کعبہ نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دے دیا، یہ ہے نجدی وہابی مذہب!۔

پھر اپنی نجدیت و وہابیت کو پھیلانے کے لیے وہابی مولوی جو ناگڑھی کا قرآن مجید کا ترجمہ، اور وہابی مولوی صلاح الدین یوسف کی تفسیر حجاج کرام میں فری تقسیم کرتے ہیں، جس میں بھی اہل سنت کے عقائد پر کفر و شرک کے فتوے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو کافر و مشرک ٹھہرایا گیا ہے۔ اس کو پڑھ کر بھی کبھی لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی تھی کہ اس سعودی تفسیر کا کتاب و سنت سے رد کیا جائے، تو الحمد للہ! ہمارے محترم دوست مولانا سید منزل حسین کاظمی قادری نے وقت کی اس اہم

ضرورت کو پورا کر دیا۔

انشاء اللہ! مولانا موصوف کی یہ تصنیف بدعتیہ کی کے اس طوفان بدتمیزی کے آگے بند باندھنے میں مددگار ہوگی۔ مولانا تعالیٰ مولانا موصوف کی اس سعی محمود کو قبول فرمائے، اور عام و خاص کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق انیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

کتبہ:

محمد کاشف اقبال مدنی رضوی

خادم دارالافتاء جامع غوثیہ رضویہ مظہر اسلام سمندری (فیصل آباد)

۱۶ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ یوم الثلاثاء



مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين

وعلى آله واصحابه اجمعين

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس دوران کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے اور آپ ہمارے درمیان (مال) تقسیم فرما رہے تھے، آپ کے پاس ذوالنحوہ بصرہ (جو کہ بنو تمیم کا ایک شخص ہے) آیا تو اس نے کہا: یا رسول اللہ عدل کیجئے!۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو جائے اگر میں عدل نہ کروں گا تو کون عدل کرے گا؟ اگر میں عدل نہ کروں تو بے شک تو خائب و خاسر ہو جائے۔ پس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) مجھے اجازت دیجئے! تاکہ میں اس کی گردن مار دوں۔ آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، بے شک اس کے کچھ ساتھی ہوں گے، تم ان کی نمازوں اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر جانو گے..... الخ۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۹، مسلم ج ۱ ص ۳۴۱) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ جملے بھی ہیں:

بے شک اس کی نسل سے ایسی قوم نکلتے گی جو قرآن بہت پڑھے گی لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۷۲، مسلم ج ۱ ص ۳۴۰)

سیدنا ابو ہریرہ سلمی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں بھی پوری تفصیل موجود ہے۔ ان کا بیان ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مال پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے تقسیم فرمایا۔ دائیں، بائیں والوں کو دیا اور پچھلی جانب والوں کو نہ دیا تو پیچھے والوں

میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے محمد! آپ نے انصاف سے تقسیم نہیں کیا، وہ آدمی سیاہ فام، کٹے بالوں والا تھا اس پر دو سفید چادریں تھیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت شدید غضب ناک ہوئے اور فرمایا: اللہ کی قسم! میرے بعد کوئی ایک شخص بھی مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا نہ پاؤ گے۔ پھر فرمایا: آخر زمانے میں ایک (بے ادب) قوم پیدا ہوگی گویا کہ یہ انہیں میں سے ہے۔ وہ قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلقوں سے آگے نہیں بڑھے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانے سے، ان کی نشانی سرمنڈانا ہوگی۔ وہ مسلسل نکلتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کا آخری دستہ دجال کے ساتھ ہوگا۔ پس جب تم ان کو پاؤ تو انہیں قتل کر ڈالو۔ وہ تمام انسانوں اور جانوروں سے بدتر ہیں۔ (نسائی ج ۲ ص ۱۷۳، ۱۷۴، مشکوٰۃ ص ۳۰۹)

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ پہلا گستاخ ”قمی“ تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر طعن و تشنیع کرتا تھا۔ وہ چٹاننگا کافر نہ تھا بلکہ اوپر سے مومن اور اندر سے بے ایمان اور کافر تھا۔ وہ قرآن پڑھتا اور نماز، روزہ بجالاتا تھا۔ خود کو اسلام اور دین کا ٹھیکیدار سمجھتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی غلطیاں نکالتا تھا۔ اپنے خیال میں وہ مومن، مسلمان اور موحّد بنا پھرتا تھا۔ لیکن درحقیقت گستاخ، مرتد، واجب القتل اور دائرہ اسلام سے خارج تھا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ تنہا نہیں بلکہ اس کی نسل سے ایک گستاخ اور بے ادب گروہ نکلتے گا وہ بھی خود کو دین کا محافظ اور اسلام کا وفادار یقین کرے گا۔ ان کی ایک نشانی یہ ہوگی یقتلون اهل الاسلام، ویدعون اهل الاوثان۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۹) وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے، اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

اب ظاہر ہے جن ظالموں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کا کوئی احترام نہیں وہ آپ کی امت کا لحاظ کیا کریں گے۔

چنانچہ اسی طرح ہوا بارہویں صدی ہجری میں ”ذوالخوہصرہ تمیمی“ کی نسل سے ”محمد بن عبدالوہاب تمیمی“ نجد کے علاقہ میں پیدا ہوا اور بڑا ہو کر اپنے ”جد امجد“ کا جانشین بنا اور اس کی بے ادبی، گستاخی، توہین، تنقیص اور بدعتیہ کی تحریک کو جاری کیا۔ اور اس کی اولاد ہونے کا حق ادا کر دیا۔

اتفاق سے نجد کا علاقہ بھی ایسا مکروہ، پر فتن اور ناپسندیدہ ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے لیے رحمت و برکت کی دعا نہیں فرمائی۔ بلکہ اس کی حقیقت کو یوں نمایاں کیا: **هنا لك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان**۔
(بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۰)

وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں شیطان کا سینگ (گروہ) نکلے گا۔

محمد بن عبدالوہاب کے نجدی اور تمیمی ہونے پر کوئی اختلاف نہیں، یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف اس کے حامیوں نے بھی کر رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو! (۱) مقدمہ کتاب التوحید عربی ص ۳۔ (۲) مقدمہ تحفہ وہابیہ ص ۲۔ (۳) مقدمہ کتاب التوحید مترجم ص ۱۵، ۲۳۔ (۴) احوال ص ۱۵۰۔ (۵) حیات طیبہ ص ۲۵۸۔ (۶) ہدایۃ المستفید ص ۷۱، ۷۹۔ (۷) ترجمان وہابیہ ص ۱۰، ۱۸، ۱۹، ۵۸، (۸) محمد بن عبدالوہاب ص ۱۳، از مسعود سلفی۔ (۹) فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۱۴۔ (۱۰) اظہار حقیقت ص ۱، از عبدالستار خاں وغیرہ۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی تمیمی کی حقیقت کو بے نقاب کرتے ہوئے مفتی مکہ علامہ سید زینی دحلان مکی فرماتے ہیں: ”یہ مغرور محمد بن عبدالوہاب قبیلہ تمیم میں سے

ہے، تو (قوی) احتمال ہے کہ وہ ذوالخویصرہ تمیمی کی نسل سے ہو جسکے متعلق بخاری میں حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی نسل سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلوں سے تجاوز نہیں کرے گا۔ (الدرر السنیہ مترجم ص ۵۱، ۵۲، گوجرانوالہ)

اس ظالم نجدی تمیمی نے مسلمانوں کو مشرک قرار دیا۔ اولیاء و صالحین و دیگر مسلمین کی قبور کو مسامر کیا، شرک و بدعت کے فتوے جاری کرنے میں وہ اس قدر دور نکل گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی کافر کہنے لگا۔ انہیں شرک سے ناواقف بتلانے لگا۔ حتیٰ کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو بھی مشرک بنا ڈالا۔ چند حوالہ جات بطور خلاصہ ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کو اس ظالم کے قرن الشیطان اور تمیمی الاصل ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہ رہے اور ہم پر جانب درای کا الزام نہ آئے۔

- (۱)..... حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء سلام اللہ علیہما نے شرک کیا تھا۔ (کتاب التوحید مترجم ص ۱۷۳ تا ۱۷۵)۔ (۲)..... حضور ظالموں میں ہوتے۔ (ایضاً ص ۷۷)۔
- (۳)..... صحابہ کا کفر یہ کلمہ۔ (الجامع الفرید ص ۳۹)۔ (۴)..... صحابہ کافر ہو گئے۔ (ایضاً ص ۴۵)۔ (۵)..... صحابہ توحید نہ جانتے۔ (کتاب التوحید مترجم ص ۴۸)۔
- (۶)..... صحابہ پر شرک کی نوعیت چھپی رہی۔ (ایضاً ص ۴۶، قرۃ عیون الموبدین ص ۱۷۷)۔ (۷)..... انبیاء بھی کلمہ کی فضیلت کو جاننے کے محتاج ہیں۔ (کتاب التوحید مترجم ص ۴۳)۔ (۸)..... امام بوصیری مشرک۔ (ایضاً ص ۱۶۲)۔ (۹)..... ابو جہل اور مسلمان برابر کے مشرک۔ (الجامع الفرید ص ۷۸)۔ (۱۰) قبر نبوی کی طرف سفر کرنا شرک ہے۔ (ہدایۃ المستقیم ج ۱ ص ۷۰)۔ وغیرہ و لک۔

کیا کوئی غیرت مند، صاحب ایمان، وفا دار مسلمان ان عقائد و نظریات کو درست قرار دے سکتا ہے؟۔

صرف اسی پہ بس نہیں کیا بلکہ اس درندہ صفت نجدی نے پوری زندگی مسلمانوں کو تہ تیغ کیا، اس کی تلوار اہل ایمان کے گلے کاٹتی رہی اور کسی غیر مسلم، کافر کے خلاف اسے قدم اٹھانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ جیسا کہ نواب صدیق بھوپالوی وہابی نے خود لکھا ہے:

”جہاد ان کا صرف وہاں کے مسلمین بادیہ نشین کے ساتھ تھا نہ دوسرے ملت والوں کے ساتھ“۔ (ترجمان وہابیہ ص ۳۱)

اسی نواب صدیق نے بھی جگہ جگہ محمد بن عبدالوہاب کی کاروائیوں، غارت گریوں اور فتنہ سامانیوں کو فتنہ نجد“ کہہ کر یاد کیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں! ترجمان وہابیہ ص ۲۲، ۴۱، ۴۲، ۵۵، ۶۰۔

جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری آب و تاب کے ساتھ اس پر پوری ہوتی دکھائی دیتی ہے کہ نجد سے اُگنے والا یہی وہ ”قرن الشیطان“ (شیطانی گروہ) ہے جو مسلمانوں کو قتل کرے گا اور غیر مسلمانوں کو چھوڑ دے گا۔

اس سفاک و مکار نے اپنی مکروہ کوشش اور خبیث نظریات کو پروان چڑھانے کی خاطر حرمین شریفین پر قبضہ جمانا ضروری خیال کیا۔ چنانچہ اپنے ارادہ بد کی تکمیل کے لیے حج و دو شروع کر دی۔ اولاً: اپنے آبائی علاقہ عیینہ کے امیر عثمان بن احمد بن معمر کو ساتھ ملا کر اہل عیینہ پر قتل و غارت کا بازار گرم کیا وہاں سے نکل کر حرمیلاء پہنچا اور مسلمانوں کو مشرک بنایا۔ لوگوں نے وہاں سے نکالا تو پھر نجد کے علاقہ درعیہ جا کر حاکم

شہر محمد بن سعود کو ساتھ ملا یا۔ یہ محمد بن سعود موجودہ سعودی حکمرانوں کا جدِ اعلیٰ ہے۔

اس نجدی شاطر نے اپنی وہابی تحریک کو مضبوط بنانے کے لیے اپنی لڑکی بھی اس کے نکاح میں دے دی ملاحظہ ہو! ترجمان وہابیہ ص ۳۳، حیات طیبہ ص ۳۰۲، التاج المکمل ص ۳۰۵ وغیرہ۔ ثابت ہوا کہ لوگوں کو اپنے جال میں پھانسنے کے لیے اپنی لڑکیوں کو پیش کر دینا نجدیوں، وہابیوں کا پرانا شیوہ ہے۔

درعیہ کے مقام پر نجدی نے اپنے حواریوں کو جمع کیا اور یہی علاقہ وہابی تحریک کا پہلا ہیڈ آفس (مرکز) قرار پایا۔ لیکن ۱۸۱۸ء میں ابراہیم پاشا نے اس کا محاصرہ کر کے اسے پسپا کیا تو نجدیوں نے اپنا مرکز ”الریاض“ کو بنالیا۔ یاد رہے یہ سارے علاقے نجد ہی میں واقع ہیں۔ درعیہ میں محمد بن عبد الوہاب اور محمد بن سعود کے درمیان یہ طے پایا کہ مذہب ہمارا اور تلوار ابن سعود کی ہوگی (سوانح ابن سعود ص ۴۲)

پھر کیا ہوا قتل و غارت گری اور ظلم و سفاکی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ، کبھی تو طائف میں تقریباً پانچ ہزار ہاشمی فوجیوں کا قتل اور کبھی دہلی ریاض کے بہت سارے اونٹوں کی کونچیں کاٹ دینا اور مقابلہ میں کثیر تعداد کا قتل، نجد کے دیگر علاقہ جات میں مسلمانوں کے جان اور اموال کی لوٹ مار اور عورتوں کو قید کرنا، بچوں کو ان کی ماؤں کے سینوں پر ذبح کرنا۔ (تفصیل کے لیے تاریخ نجد و حجاز اور شرح حدیث نجد وغیرہ ملاحظہ ہوں!)

حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے محمد بن یوسف سواتی وہابی نے لکھا ہے:

”ابن سعود نے شیخ کی مرضی کا آخر دم تک احترام و اعزاز کیا، اور ان کی تعلیم

و تلقین کی بدولت وہ اور اس کا خاندان تمام ممالک نجد و عراق و حجاز وغیرہ پر رفتہ رفتہ قابض

ہو گئے۔ (مقدمہ کتاب التوحید مترجم ص ۲۲)

ثابت ہو گیا کہ یہ نجدی ظالم "قبضہ گروپ" ہے۔ جو آج بھی مسلمانوں کی مساجد پر قبضے کر رہے ہیں۔

اسی ابن سعود کے بارے میں ظفر علی خاں نے لکھا ہے:

ابن سعود کیا ہے؟ فقط اک حرم فروش
برطانیہ کی زلف گرہ گیر کا اسیر
اسلامیوں پر اس نے برسوائیں گولیاں
پھر کیوں نہ کشتنی ہو زمیندار کا مدیر

(نگارستان ص ۲۵۲)

اپنے ظالمانہ، سنگدلانہ بلکہ بھیانابہ اقدام کے بل بوتے نجدی درندوں نے شریف خاندان سے حکومت چھینی، مختلف ادوار میں حرمین شریفین پر نجدیوں کا قبضہ ہوتا اور چھٹتا رہا۔ محمد بن سعود کے بعد اس کا بیٹا عبدالعزیز اور پھر اس کا پوتا سعود بن عبدالعزیز وہابی اقتدار کا وارث ہوا۔ یہ دونوں مار دھاڑ اور درندگی و سفاکی میں ابن سعود سے بھی بازی لے گئے۔ ان بھیڑیوں نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی۔ اسلامی شعائر کی بے حرمتی کی اور دینی نشانات کو ملیا میٹ کیا۔ سرزمین مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ قتل و غارتگری کی انتہاء کر دی۔ جنت البقیع کی قبور کو مسمار کیا۔ حتیٰ کہ گنبد خضراء شریف کو بھی گرانے کا ناپاک ارادہ کیا لیکن قدرت نے ان کی شرانگیزی سے اس کو محفوظ رکھا۔ ۱۲۲۸ھ میں سعود مرگیا اور امیر عبداللہ حکمران ہوا۔ طولون پاشا نے وہابیوں سے سارے علاقے واپس لے لیے اور ۱۲۳۳ھ میں وہابیوں کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔ وہابیوں کا مکمل استیصال کر کے ابراہیم پاشا واپس چلا گیا۔ لیکن قبائل پر مضبوط گرفت نہ ہونے کی وجہ سے وہابی دوبارہ

حرکت میں آئے اور ترکیوں اور نجدیوں کے درمیان چھینا چھٹی رہی۔ بالآخر عبدالعزیز نے ایک جتنا منظم کیا اور ہلہ بول دیا۔ ریاض اور دوسرے علاقوں کو تاخت و تاراج کرنے کے لیے گوریلا طرز جنگ کو ترجیح دی۔ اور ۱۹۰۲ء سے ۱۹۲۵ء تک کے تقریباً بائیس سالوں میں گرد و نواح کے علاقوں کو تباہ و برباد کیا اور ان پر مضبوط قبضہ کر لیا۔ اس دوران ہونے والی جگر پاش اور دلدوز تفصیلات پڑھ کر پہاڑوں کا جگر کانپ اٹھتا ہے۔ پتھروں کے کلیجے شق ہو جانے لگتے ہیں اور انسان خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔ (تفصیل کے لیے تاج نجد و حجاز، شرح حدیث نجد اور گنبد خضراء اور اسکے مکین، دیکھیے) چنانچہ ۲۳ دسمبر ۱۹۲۵ء/ ۱۳۲۴ھ کو ابن سعود نے جدہ اور حجاز پر مکمل قبضہ جما کر اپنے مقبوضہ علاقہ جات کو ”مملکت نجد و حجاز“ کا نام دے دیا۔

وہابیوں کی اس مار دھاڑ، وحشت و بیریت، ورنہ کی وسفا کی لاور دہشت گردی و غنڈہ گردی کے خلاف پورے عالم اسلام نے صدائے احتجاج بلند کی۔ اپنے غم و غصہ اور درد و کرب کا ہر ممکنہ صورت میں اظہار کیا۔ عبدالعزیز ابن سعود کے پاس اپنے وفود روانہ کیے اور اس سے سہار شدہ مقابلہ و مساجد کو از سر نو تعمیر کرانے اور مسلمانوں پر ظلم و ستم سے باز رہنے کے مطالبے کیے۔ وہ شریعہ و عہد ابتداء میں مطالبے پورے کرنے کے وعدے کرتا رہا لیکن پھر انتہائی غدارانہ رویہ اختیار کیا اور تمام وعدوں سے منحرف ہو گیا۔ وہ مطلق العنان، ظالم و جابر حکمران بن گیا اور نجد و حجاز پر مشتمل علاقہ جات کو ”سعودی عرب“ کا نام دے دیا۔ اور پوری حکومت خود ”بادشاہ“ کی ذات قرار پائی۔ نہ کوئی مجلس اور نہ وزارت۔ اب سعودی حکومت قائم ہوتے ہی وہابیوں نے لوگوں کو ایک منظم طریقے سے وہابی بنانے کے لیے مؤثر طریقہ کار اپنایا گیا۔ بجائے گھر گھر جانے کے

اور ملک ملک پھرنے کے چونکہ ہر مسلمان کا مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کے ساتھ ایمانی و روحانی تعلق ہے۔ اس لیے دنیا بھر کے مسلمان وہاں حاضری دینا باعث سعادت دارین یقین کرتے ہیں۔ وہابیوں نے ایک موقع کو غنیمت جانتے ہوئے حرمین شریفین میں دعوت و تبلیغ اور نشر اشاعت کا کام مضبوط کر دیا۔ ہر زبان میں گفتگو کرنے والے وہابی مبلغین اور کتابیں تیار کر دیں۔ اپنے نجدی جراثیم عام کرنے کی خاطر وہاں متعدد مقامات پر مرد اور عورتیں بٹھادیں۔ جو نجدی عقائد و نظریات کو سادہ لوح عوام کے ذہنوں میں منتقل کرنے لگے۔ قرآن و حدیث کے غلط تراجم و مفہیم بیان کر کے ان کی متاع ایمان کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے لگے۔ لوگ عشق و محبت کی دولت لے کر جاتے ہیں، لیکن بد قسمتی سے کئی بد نصیب وہابیت کی بھینٹ چڑھ جاتے اور خوش عقیدگی کی جگہ بد عقیدگی اور گستاخی و بے ادبی کے ناپاک اثرات مرتب ہو جاتے۔ اور رہی سہی کسر وہابی لٹریچر سے پوری کر دی جاتی۔ کیونکہ واپسی پر حجاج و مسخرین کو اتنا سارا مواد تھما دیا جاتا ہے کہ اگر کسی معتبر عالم سے رہنمائی حاصل نہ کی جائے تو آدمی کا وہابی نجدی بن جانا یقینی امر ہے۔ وہابیوں کا مقصد تھا کہ لوگ وہابی نہ بنیں گے تو کم از کم پختہ سنی بھی نہیں رہیں گے۔ اسی منصوبہ کے تحت سعودی عرب میں نجدی افکار کا حامل لٹریچر تیار کیا جاتا ہے اور اسے شائع کر کے لوگوں کو مفت دیا جاتا ہے۔ لوگ حرمین شریفین کا تحفہ سمجھ کر ساتھ لے آتے ہیں اور ان کی خفیہ سازش کی نذر ہو جاتے ہیں۔

صرف نجدی مصنفین ہی نہیں ہمارے پاکستان و ہندوستان کے غیر مقلد وہابی نجدیوں کا لٹریچر بھی سعودی عرب میں چھپنے لگا۔ اور پاکستانی وہابی سعودیوں کی عربی کتب کے تراجم کر کے یہاں شائع کرنے لگے۔ پاکستانی نجدی وہابی سعودی نجدیوں کے

ترجمان نہیں بلکہ پالتو بھی ہیں۔ اسی سلسلہ وہابیت سازی کی ایک کڑی وہ مترجم مع حاشیہ قرآن مجید ہے جو حاجیوں کو دیا جاتا ہے۔ شاہ فہد نے اسے

بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ اس میں ترجمہ پاکستانی وہابیوں کے ”امام العصر“ محمد جونا گڑھی اور حاشیہ یعنی تفسیر صلاح الدین یوسف آف لاہور کی ہے۔ یہ بھی مختلف علاقوں سے آنے والے مسلمانوں پر وہابیت کی چھاپ لگانے کا ایک خطرناک منصوبہ ہے۔

قرآن کا نام لے کر مسلمانوں کو گستاخ و بد مذہب بنانے کا پروگرام ہے۔ سنی ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ پر پابندی عائد کرنے والوں نے محض نبیوں، ولیوں کو بتوں سے ملانے، مسلمانوں کو مشرک و بدعتی بنانے اور اللہ و رسول اور دیگر حق پران بارگاہ سے اپنے ایمانی تعلق کو کمزور بنانے کی خاطر اس ترجمہ و تفسیر کو عام کر رکھا ہے۔ کہنے کی حد تک تو یہ قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر ہے لیکن اندر کھاتے وہابیت، نجدیت، بد مذہبیت اور لا دینیت کا پورا پورا سامان ہے۔ ضرورت اس چیز کی تھی کہ سعودی نجدیوں کی اس سازش کو بے نقاب کر کے عوام کے گھوڑے میں بیٹھ کر دیا جائے۔ تاکہ وہ حق و باطل کا اندازہ خود ہی لگالیں۔ یہ سعادت ہمارے قلعے و اہل و عیال کے سید مظل حسین کاظمی صاحب کی قسمت میں تھی۔ انہوں نے بڑی ہمت و محنت کے ساتھ اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے پوری کوشش کی ہے۔ قرآن و حدیث، اکابرین اور خود نجدیوں کی عبارات سے حقیقت حال کو واضح کیا ہے۔ اور نجدی، غیر مقلد مفسر کی کارستانیوں کی پوری پوری خبر لی ہے۔ بنظر انصاف اس کاوش کو ملاحظہ کرنے کے بعد ہر شخص راہ حق کا انتخاب آسانی سے کر سکتا ہے۔

شاہ صاحب کو اہل علم بالخصوص محققین اہلسنت کے ساتھ قلمی انس ہے۔ انہوں

نے ایک روحانی طبیب کے طور پر مسلمانوں کو قرآن و حدیث کا ایمانی اور دینی شربت پلا کر انہیں ”مرض و ہابیت“ سے شفا دلانے کی سعی محمود کی ہے۔ ان کے جذبات لائق قدر اور محبت قابل ستائش ہے۔ یہ ان کی پہلی کاوش ہے جو ان کے صاحب مطالعہ ہونے کا پتہ دیتی ہے۔ انہوں نے سنی لٹریچر کو بڑی تنگ و دو کے ساتھ کھنگالا اور سینہ قرطاس پر منتقل کر دیا۔

نجدی مفسر صلاح الدین یوسف کے رد میں ایک مضمون چند سال قبل راقم الحروف نے بھی سپرد قلم کیا تھا جو میری کتاب ”جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ میں موجود ہے۔ اور میرے علم کے مطابق ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں آیا۔ اللہ کرے سید بادشاہ کی یہ کاوش ”سونے پر سہاگہ“ کا کام دے اور یہ بھی لا جواب ہو۔

بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر فتنہ سے محفوظ فرمائے اور ہمارے عقیدہ و ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

بحرمة سيد المرسلين عليه وعليهم الصلوة والسلام۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

خیر اندیش:

ابوالحق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

گوجرانوالہ

(۲۷ جولائی ۲۰۱۱ء بروز بدھ)



سعودی حکومت کی چالاکی، پاکستانی حکومت کی سُستی

سعودی حکمرانوں نے سعودیہ میں ”اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ“ کے ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ اور دیگر کتب اہلسنت پر سخت پابندی لگا رکھی ہے جبکہ سعودی حکومت تقریباً ہر سال حاجیوں میں لاکھوں کی تعداد میں ”سعودی تفسیر“ اور بے شمار کتب و حبابیہ مفت تقسیم کرتی ہے، جو تبلیغ دین کے نام پر دنیا بھر میں نجدی و حرم کے جراثیم پھیلانے کی خطرناک سازش ہے۔

اور یہ جو حاجیوں کو تختہ دیا جاتا ہے، اس میں ان کو مشرکین مکہ کی طرح کا مشرک لکھا ہوتا ہے، اور اس کا مقصد انہیں گمراہ کرنا، یعنی وحابی بنانا ہوتا ہے۔ مگر عوام اہلسنت حرمین شریفین سے اپنی عقیدت و محبت کی وجہ سے اس ”سعودی تفسیر“ کو بڑے اہتمام سے اپنے گھر میں رکھ لیتے ہیں، جس کو ان کی اولاد پڑھتی ہے، یا دوست و احباب کو پیش کر دیتے ہیں۔ لیکن وہ سعودی نجدیوں کی اس خفیہ سازش اور منصوبے سے بے خبر ہوتے ہیں، جس کا انجام ایمان و دین کی بربادی ہوتا ہے۔ اسی ”سعودی تفسیر“ کی وجہ سے آج تک ہزاروں سُنی گمراہ ہو کر وحابی بن گئے، مگر ہماری حکومت کی طرف سے آج تک اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا، اور نہ ہی سعودی حکومت سے اس کا کوئی شکوہ کیا گیا، کہ جب تم نے اپنے ملک میں ”کتب اہلسنت“ پر پابندی عائد کر رکھی ہے، تو پھر ہمارے ملک میں اپنا نجدی دین پھیلانے اور فتنہ و اغتشار کے لیے اپنی وہابی تفسیر اور کتابیں دھڑا دھڑ کیوں تقسیم کر رہے ہو، جس کے نتیجہ میں ملک پاکستان میں دن بدن فرق وارانہ فسادات

بڑھتے جا رہے ہیں، اور ملک کمزور ہوتا جا رہا ہے۔

اسی بے چینی کا اظہار شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یوں فرمایا ہے: ”جب سعودی حکومت کی طرف سے (ترجمہ اعلیٰ حضرت) ”کنز الایمان“ پر پابندی لگائی گئی، تو علمائے اہلسنت کا ایک وفد پاکستانی صدر کے پاس پہنچا، اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ صدر نے کہا: کہ یہ اُن ممالک کا داخلی معاملہ ہے، میں کس طرح مداخلت کر سکتا ہوں؟“۔

مزید لکھتے ہیں: ”سعودیہ کا مکتبہ الدعوة لاہور، کروڑوں روپے کا دل آزار لٹریچر پاکستان میں مفت تقسیم کر رہا ہے، جس میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بت پرست قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ تو پاکستان کا داخلی معاملہ ہے لیکن حکومت نے اسکا بھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔“

مزید لکھا: ”کہ ارباب اقتدار کو اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے، کہ یہ سب صرف اہلسنت کا مسئلہ ہے، ہمیں اس سے کیا سروکار؟ کیوں کہ اس (وہابی) فکر کے حاملین تو حکومت پاکستان کے بارے میں بھی وہی رائے رکھتے ہیں جو عامۃ المسلمین کے متعلق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ فیصل آباد کے وہابی مولوی محمد صادق خلیل نے ”حکومت پاکستان“ کو محارقات اولیاء کا انتظام اور کفالت کرنے کی وجہ سے، بے دین حکومت لکھا ہے۔“

”یہ سب آل شیخ کا کیا دھرا ہے“، کی سرخی قائم کر کے مزید لکھتے ہیں:

”سعودی عرب میں ملکی زمام اقتدار آل سعود، اور مذہبی قیادت آل شیخ کے ہاتھ میں ہے، یہ فرقہ دارانہ لٹریچر اور پراپیگنڈہ سب آل شیخ کی کوششوں سے ہے، اگر

حکومت پاکستان فرقہ وارانہ انتشار کے حق میں نہیں ہے تو اسے حکومت سعودیہ سے براہ راست گفتگو کرنی چاہیے، کہ منافرت انگیز لٹریچر کی پاکستان میں تقسیم پر پابندی عائد کی جائے، اور ملک کے داخلی امن عامہ کو تباہ کرنے کے اسباب مہیا نہ کیے جائیں۔

(البریلو یہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ: ۸۳۵:۷۸)

میں (راقم الحروف) کہتا ہوں کہ آج پاکستان کی موجودہ حالت حکومت پاکستان کی اسی سستی اور غفلت کا نتیجہ ہے، خود کش حملوں سے مسجدیں مدارس اور درگاہیں بھی محفوظ نہیں رہیں۔

اور یہ خود کش حملہ آور کوئی یہودی یا عیسائی نہیں ہیں بلکہ یقیناً ان کے غاص طبقے اور ذہنیت سے تعلق رکھنے والے ہیں، جنکے دل و دماغ میں یہ بیٹھا دیا گیا ہے، کہ ”یا رسول اللہ ﷺ“ پکارنے والے اولیاء اللہ کے آستانوں پر حاضری دینے والے لوگ بکے مشرک ہیں، جن کو قتل کرنا جہاد اور کامل مومن ہونے کی علامت ہے۔

جیسا کہ ڈاکٹر اسرار نے اپنی ایک تقریر میں کہا ہے: ”جو میلاد النبی ﷺ منانے والوں کیساتھ ہاتھ سے جہاد کریگا (یعنی انہیں قتل کرے گا)، تو وہ مومن ہوگا۔“
(یہ بیان ”یوٹیوب“ سے حاصل کیا جاسکتا ہے)

دعا ہے کہ اللہ رب العزت جل جلالہ، ہماری حکومت کو ان دشمنان اسلام و پاکستان کو پہچاننے اور سعودی نجدی گندے اور غلیظ لٹریچر پر پابندی عائد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سعودی حکومت کو علماء اہل سنت پاکستان کا کھلا چیلنج

حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے سعودی نجدیوں کو چیلنج کیا کہ اگر تم ہمارا شرک ثابت کر دو، تو ہماری گردن مار دینا، ورنہ مانو کہ دنیا میں اہل سنت کا مذہب سچا مذہب ہے۔ (سی ڈی، پہلا عقیدہ: توحید سمنار)

شاہ صاحب کی یہ تقریر سننے اور اشاعت کے لائق ہے۔



باب: ۲

گمراہ ٹولے (خارجیوں) کی احادیث میں علامات اعمال صالحہ سے پہلے عقیدے کی درستگی انتہائی ضروری ہے، بالخصوص ایسے افراد جو پیدائشی سنی، دنیاوی تعلیم یافتہ، مگر عقائد اہلسنت سے جا مل، اور کسی باشرع ہستی کی بیعت بھی نہیں ہوتے۔ وہ ایک طرف تو مزارات اولیاء پر نقلی پیروں، (جو اصل میں لوگوں کے دین اور مال کے لٹیرے ہیں) کی غیر شرعی اور گندی حرکتیں دیکھ کر۔

اور دوسری طرف ان بے ادب لوگوں کی توحید و شرک، سنت و بدعت کی رٹ، نمازوں، واڑھیوں، ہر بات پر قرآن اور صحیح حدیث پیش کرنے اور بظاہر دین پر عمل کرنے سے متاثر ہو کر، بڑی جلد اور آسانی سے اپنا ایمان جاہ کر لیتے ہیں، اور وحابی بن جاتے ہیں۔

عالم ماکان و مایکون ﷺ نے اسی لیے ان لوگوں کی علامتیں بڑی تفصیل سے بیان فرمادیں، تاکہ مسلمان، قدیمی مسلک اہلسنت سے وابستگی کی اہمیت کو نظر انداز کر کے، ان گمراہ لوگوں کی بظاہر دین داری دیکھ کر، انعام یافتہ لوگوں کے راستے یعنی

صراطِ مستقیم سے بھٹک نہ جائیں۔

۔ قافلے والے بھٹک جائیں نہ منزل سے کہیں

دور تک راہ دیکھانے کے لیے آپ آئے

اسی لیے آپ ﷺ نے جنتی جماعت اور ناجی گروہ کی نشانی یہ نہیں بیان فرمائی

کہ جو لوگ بات بات پر قرآن پڑھتے ہوں، یا عمل بالحدیث کا دعویٰ کریں، یا زیادہ نمازیں پڑھنے والے ہوں، یا توحید کی طرف بلانے والے ہوں، یا مسلمانوں پر شرک و بدعت کی تہمت لگانے والے ہوں۔

نہیں! بلکہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے فرمایا: کہ جو (بالخصوص عقائد میں)

میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہوں گے۔ سارے نیک اعمال صحابہ کرام بھی بجالاتے تھے، لیکن انہیں ناز تھا، تو صرف محبت و تعظیم رسول ﷺ پر تھا، اور یہی چیز دین کی اصلیت ہے، اور اسی قوت ایمان نے کفار مکہ کو دہشت زدہ کیا تھا۔

اور خدا تعالیٰ نے بھی اس مقدس جماعت کی اس خاص صفت کی تعریف

فرمائی۔ (اعراف: ۱۵۷)

لہذا اچھی جماعت وہ ہوگی جس میں صحابہ کرام کی اسی خاص صفت، یعنی تعظیم

و محبت رسول ﷺ کی جھلک نظر آئے گی۔

الحمد للہ! وہ صرف اہلسنت ہی ہیں، جن کی کل دولت محبت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

اور جن کے عقائد بھی تو اتر اور تسلسل سے، بلکہ خود مخالفین کی کتب سے ثابت ہیں۔

اور یہ اہل سنت کی وہ خصوصیات ہیں، جن کو مخالفین اپنی جماعت میں ثابت

کرنے سے قاصر ہیں۔ بلکہ ان کے ہاں تعظیمی امور شرک قرار پاتے ہیں۔

ہم یہاں پر مختصر اور ملخصاً ان گمراہ لوگوں کی چند علامات درج کر رہے ہیں، جو اس ٹولے میں پائی جاتی ہیں، جن کو تھوڑی سمجھ والا آدمی بھی محسوس کر سکتا ہے۔
اور اگر کوئی بہتان سمجھے کہ جی یہ علامات وہابیوں کے متعلق نہیں ہیں، تو پھر یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثابت کرے، کہ پھر یہ علامات موجودہ فرقوں میں سے کس فرقے میں پائی جاتی ہیں؟۔

مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واقف غیب کے ارشاد سناؤں جس نے

کھول دی تجمہ سے بہت پہلے حقیقت تیری!

● جو فرقہ بندی کے وقت ظاہر ہوں گے، اور انکی علامت سر منڈانا (ٹینڈ کروانا) ہوگی۔ (مسلم، کتاب الزکوٰۃ)

● گفتار کے اچھے کردار کے برے ہوں گے۔ (ابوداؤد: کتاب السنۃ)

● زبانیں شہد و شکر جیسی میٹھی، دل بھیڑیے کے دل جیسے۔ (ترمذی: کتاب الزہد)

● دین میں (بظاہر) پختہ نظر آئیں گے۔ (ابن ماجہ، ذکر خوارج)

● ظاہر اُ دین سے گہری وابستگی والے نظر آئیں گے مگر حقیقتاً دین سے خارج ہوں گے۔ (مسند احمد: ۳۱۹۲)

● نمازیں زیادہ پڑھیں گے۔ (بخاری، کتاب الادب)

● زیادہ عبادت کی وجہ سے لوگوں کو بھلے معلوم ہوں گے۔ (مسند احمد: ۱۸۳/۳)

ان کے اعمال پہ رک آئے مسلمانوں کو

اس سے تو شاد ہوئی ہوگی طہیت تیری!

❖ حق کی بات کریں گے، لیکن حق حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

(سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۶۱۵۵)

❖ آخری زمانے میں ہوں گے، نو عمر، عقل سے کورے، مگر احادیث بیان کریں گے اٹخ۔ (بخاری، کتاب استیابۃ المرتدین)

اس حدیث پاک کے مصداق سو فیصد غیر مقلد حضرات ہیں، جن کا ہر لفظ چند حدیثیں رٹ کر عوام کو پریشان اور گمراہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

ادعا ہو گا حدیثوں پہ عمل کرنے کا

نام رکھتی ہے یہی اپنا جماعت تیری!

❖ فکر آخرت کے متعلق تقریریں کرنا، اور مسلمانوں کو بدعتی قرار دے کر ان سے نفرت رکھنا اور ان سے دور بھاگنا۔ (طبری، ج ۳، البدایہ، ج ۷)

یہی وہ باتیں ہیں جن سے متاثر ہو کر بھولے بھالے سنی مسلمان بہت جلد نجدیت کا شکار ہو کر جاتے ہیں۔

❖ اس اُمت میں عدل مصطفیٰ ﷺ پر اعتراض کر کے گستاخی رسول ﷺ کے فتنے کا بانی، اور پہلا شخص ذوالخویصرہ تسمیٰ ہے، جس کی نسل سے اس خارجی جماعت کی ابتداء ہوئی۔ حدیث شریف میں اس آدمی حلیہ یہ بیان ہوا، کہ اس نے تہبند (شلوار) کو بڑے مبالغے کیساتھ اوپر چڑھایا ہوا تھا۔ (بخاری، کتاب المغازی)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اس قدر مبالغہ سے تہبند اوپر نہیں چڑھاتے تھے۔ ورنہ راوی صحابی اس گستاخ کی اس نشانی کو اہتمام سے بیان نہ فرماتے۔
دیکھ لیجئے کہ آج شلوار کو چڑھانے میں مبالغہ کون کرتا ہے۔

۔ سر منڈے ہوں گے تو پہاے گھٹے ہوں گے

سر سے پاؤں تک سبھی ہے شہادت تیری!

قرآن سنا کر گمراہ کرنے والا، گمراہ ٹولا:

عوام ہر قرآن پڑھنے والے سے بہت جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ جیسے ڈاکٹر

ذاکرنائیک وغیرہ۔ جبکہ پہلے عقیدہ دیکھنا چاہیے۔

(ذاکرنائیک، کے قرآن پر جھوٹ باندھنے کا نمونہ ”صدقہ و خیرات“ عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

مزید یہ کہ رحمت عالم ﷺ نے اس امت میں زیادہ قرآن فہمی کا دعویٰ

کرنا، ایک گمراہ فرقے کی نشانی قرار دیا ہے، تاکہ مسلمان ان سے بچ کر رہیں۔

اور کسی کا صرف قرآن پڑھنا ہی نہ دیکھیں، عقیدہ پر بھی نظر رکھیں، کہ وہ اہل

سنت کے مطابق ہے کہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی ملاحظہ کریں۔

❖ قرآن، زیادہ اور سنوار کر پڑھیں گے، لیکن خلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

(بخاری: کتاب المغازی، مسلم: کتاب الزکوٰۃ)

❖ قرآن یوں پڑھیں گے، گویا دودھ پی رہے ہیں۔ (الحکم الکبیر: ۱۷/۲۹۷)

❖ کتاب اللہ کی طرف بٹائیں گے، مگر (حقیقت میں) اُس سے کچھ تعلق نہ

ہوگا۔ (ابوداؤد، کتاب السنۃ)

❖ وہ سمجھیں گے کہ قرآن ان کے لیے مفید ہے، مگر درحقیقت ان کے لیے مضر

ہوگا۔ (مسلم: کتاب الزکوٰۃ)

❖ کافروں کے متعلقہ آیات کا مصداق مسلمانوں کو ٹھہرانے والے بدترین مخلوق

ہیں۔ (بخاری، کتاب استیثاء المرتدین)

..... رسول اللہ ﷺ کو امت پر ایک ایسے آدمی (شیخ نجدی) کا خوف تھا، جو قرآن پڑھ کر مسلمانوں کو مشرک بنائے گا، اور قتل کرے گا۔ (ابن حبان، ۱۸۲/۱، ابن کثیر، اعراف: ۱۷۵)

..... آیات اثبات کو نظر انداز کر کے، صرف آیات نفی سے استدلال کر کے کفر و شرک کے فتوے لگاتا۔ (طبری، الامم والملوک: ۱۱۵/۳)

..... فتنہ پروری کے لیے آیات متشابہات پڑھنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۴/۷)

آج پورے نجدی دھرم کا انحصار خاص کر انہیں نکات پر ہے (جس پر یہ "سعودی تفسیر، تقویۃ الایمان، اور دیگر کتب و حابیہ" گواہ ہیں)

خارجیوں نے بھی قرآن (ان الحکم الا للہ۔ (یوسف: ۴۰) پڑھ کر ہی، مولا علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما پر شرک کا فتویٰ لگایا تھا۔

(المعلل والنخل: ۱۳۷/۱، ابن اثیر فی الکامل: ۱۹۶/۳)

..... ابویحییٰ بیان کرتے ہیں: ایک خارجی نے صبح کی نماز میں یہ آیت پڑھی، لیکن اشْرکت الخ، کہ اگر تو نے شرک کیا۔ (زمر: ۶۵) پھر اس کو چھوڑ کر (روم: ۶۰) کی تلاوت کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۴/۷)

راوی حدیث کے خارجی کے اس انداز پر تعجب کرنے روایت کرنے کا مقصد یہی بتانا ہے، کہ وہ خارجی ایسی آیات تلاوت کر کے ان سے تنقیص رسالت کا پہلو نکالنا چاہتا تھا، کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی کوئی وجاہت نہیں۔

آج بالکل یہی انداز وہابی مولویوں کا ہے۔ جیسے ہندوستان میں فرقہ وہابیہ کے بانی امام الوہابیہ اسماعیل نے (فی قلوبہم مرض) کا اظہار کیا۔

لکھ دیا: اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت

ہے (یعنی کوئی حیثیت نہیں)۔۔۔ مارے دہشت کے بے ہوا اس ہو گئے۔ (تقریباً ایمان)

اسی آیت (ذمر: ۶۵) کو وحابی مولوی اپنی تقریروں شرک کے موضوع پر اس انداز سے پڑھتے ہیں، کہ جیسے آپ ﷺ بھی شرک میں مبتلا ہونے ہی والے تھے۔ اس کے علاوہ خارجیوں کی تقلید میں ذاتی و عطائی کے فرق کا لحاظ نہیں رکھتے۔ اثبات کی آیات چھپا کر صرف نفی کی آیتیں پڑھتے ہیں۔

”کہ میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں، میرے پاس خزانے نہیں ہیں، میں غیب نہیں جانتا، میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا، وغیرہ۔ حالانکہ ایسی آیات کے ظاہری معانی مراد لینا درست نہیں۔

نوٹ: مخالفین کے قرآن سے استدلال کرنے کی حقیقت: ”سودی تفسیر کی حیثیت، اور مسلک سلف؟“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

گمراہ ٹولے کی بنیادی علامات:

۱: نجد سے شیطان کا سینک (گروہ) ظاہر ہوگا۔ (بخاری، کتاب الفتن)

۔ زلزلے نجد میں ہوں، فتن برپا ہوں

یعنی ظاہر ہو زمانے میں شرارت تیری!

۔ ہوا سی خاک سے شیطان کی سنگت پیدا

دیکھ لے آج ہے موجود جماعت تیری!

۲: بنی تمیم نسل سے (اس ٹولے کی) ابتداء ہوگی۔ (بخاری، کتاب المغازی)

۳: امت پر ایک ایسے آدمی کا خوف ہے، جو قرآن پڑھے گا، ہمسائے پر تلوار

سے حملہ کرے گا، اور شرک کی تہمت لگائے گا، مگر فی الحقیقت خود مشرک ہوگا۔

(ابن حبان: ۱، ج ۲۸۲، تفسیر ابن کثیر، اعراف ۱۷۵)

۴: مسلمانوں کو قتل کریں گے اور مشرکوں کے چھوڑے رکھیں گے۔

(بخاری، کتاب التوحید)

یہ علامات بالخصوص ”محمد بن عبدالوہاب نجدی“ اور کچھ اس کے قبیحین میں پائی

جاتی ہیں۔ (تفصیل ”دالیان نجد و حجاز“ اولیٰ باب، میں ملاحظہ کریں)

آج تک سعودی نجدیوں کی کوئی کارروائی یہود و نصاریٰ کے متعلق نہیں، بلکہ آپ سعودی صدر کو صدر لبش کے ساتھ ”یوٹیوب“ پر رُکس و ڈانس اور چوتھے چائے، اور سعودی ملاؤں کو کلبوں میں طوائفوں کے ساتھ ناچتے گاتے دیکھ سکتے ہیں۔ ان کی ساری جنگ صرف ”اہل سنت“ کے ساتھ ہے، ان کا سارا مال مسلمانوں کو مشرک اور وہابی بنانے پر خرچ ہو رہا ہے۔ (تفصیل ”شیخ نجدی کا تعارف“ عنوان ملاحظہ فرمائیں)

ان لوگوں کی حقیقت؟:

اگر کوئی سنی عالم ان گستاخوں اور عالیوں کی ان نشانیوں کو بیان کر کے ان کو بے دین کہے، تو اس کو فتنہ پرور، تفرقہ باز، متعصب اور بنیاد پرست کہا جاتا ہے۔ لیکن آئیے اب زبان رسول ﷺ سے، باوجود ان کے نمازی، قاری، عالم اور مبلغ ہونے کے ان کی حقیقت حال ملاحظہ فرمائیں۔

❖..... قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (بخاری، کتاب المغازی)

لیکن اترے گا نہ قرآن گلے سے نیچے

ابھی گھبرا نہیں باقی ہے حکایت حیرانی!

❖..... نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔ (مسلم، کتاب زکوٰۃ)

●۔۔۔ ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (بخاری، کتاب استیلا المرتدین)

●۔۔۔ حق ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۶۱۵۵)

●۔۔۔ دین سے یوں خارج ہوئے جیسے تیر شکار سے۔ (بخاری، کتاب استیلا المرتدین)

۔۔۔ ظلم کے دین سے یوں، جیسے نشانے سے تیر

آج اسی تیر کی ٹھیر ہے سگت تیری!

●۔۔۔ (مسلمانوں کو شرک کہنے کی وجہ سے) بدترین مخلوق ہوں گے۔ (اینا)

۔۔۔ اپنی حالت کو حدیثوں کے مطابق کر لو

آپ کھل جائے گی پھر تجھ پہ خباثت تیری!

●۔۔۔ ہمیشہ نکلے ہی رہیں گے، یہاں تک ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے

گا۔۔۔ (سنن ترمذی: کتاب تحریم الدم)

باپ دادا کے مسلک پر قائم اور گمراہوں سے دور رہو:

سرکارِ دو عالم نے ارشاد فرمایا: ”فی آخر الزمان“ آخری زمانے میں، کچھ مکار

اور جھوٹے لوگ ہوں گے، جو تمہارے پاس ایسی نئی نئی باتیں لائیں گے، جو نہ تم نے اور

نہ تمہارے باپ دادا نے سنی ہوگی، ایسے لوگوں سے دور رہنا اور ان کو اپنے سے دور رکھنا

”لا یصلو نکم ولا یفتنونکم“ کہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں، اور کہیں تمہیں فتنے میں نہ

ڈال دیں۔ (معدہ: مسلم شریف)

وہابی لوگ مشرکین مکہ کے شرک باپ داداؤں کے متعلق نازل شدہ

آیات (مائدہ: ۱۰۴، فیرہ) کو، مسلمانوں کے مسلمان باپ داداؤں پر لگا کر کہتے ہیں: کہ یہ

سنی لوگ بھی مشرکین کی طرح کہتے ہیں کہ ہم اسی طریقے پر رہیں گے جس پر ہمارے آباء

واجداد تھے۔ جبکہ اس فرمان پاک سے معلوم ہوا کہ مسلمان باپ دادا کے شریعت کے مطابق عقائد اور طریقوں پر قائم رہنا، اور جدید فرقوں کی نئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، خود مدعائے شرعی ہے۔

نجدیوں کے تمام مخصوص عقائد، صالحین کی گستاخیاں، شرک و بدعت کے فتوے، جس کا نمونہ یہ سعودی تفسیر ہے۔ یہ سب نئی گمراہی ہیں، جو کسی صورت بھی سلف کرام اور پہلے مسلمانوں سے ثابت نہیں۔

۔ مانو نہ مالو جان من، اختیار ہے

ہم، نیک و بد آپ کو سمجھائے جاتے ہیں



باب: ۳

منافقت کی نشانیاں:

منافق کی پہچان یہ نہیں، کہ وہ نماز اور دیگر نیک اعمال سے کتراتا ہے، یہ سب کچھ تو منافقین مدینہ بھی کرتے تھے، اور اس امت کے سارے فرقے بھی نماز روز و جہاد اور قرآن و سنت پر عمل کا دعوئی کریں گے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے آخری زمانے میں، اپنی امت میں ہونے والی ایک قوم کی یہ علامتیں بیان کیں، کہ وہ کثرت سے نماز روزہ قرآن وغیرہ پڑھیں گے، اور اس کے باوجود بھی، دین سے بالکل خارج ہونگے۔

(بخاری کتاب التوحید، واستنابہ المرتدین، ترمذی، کتاب الفتن، وغیرہ)

اور قرآن پاک میں منافقوں کے جہاد کرنے، نماز پڑھنے، اور مسجد تعمیر کرنے کا بھی ذکر موجود ہے۔ مگر ان کی (بلکہ تمام باطل فرقوں کی) گمراہی کی اصل نشانی اور وجہ،

مسلک صحابہ و سلف کرام سے اعراض کرنا ہے۔

اعتقادی منافقت کی چند علامات:

(۱) تعظیم کو شرک قرار دینا:

محبوبانِ خدا کی تعظیم کو عبادت و شرک کا نام دے کر اس سے بغاوت کرنا منافقوں کا پرانا شیوا ہے۔ شیطان بھی تعظیم آدم علیہ السلام سے فرار کے سبب مرد و ٹھہرا۔

تفسیر مدارک میں رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کایہ جملہ موجود ہے، اُس نے تعظیم رسول ﷺ سے تنگ دل ہو کر اس کو عبادت و شرک کا نام دے کر، ایک صحابی رسول ﷺ کو یہاں تک کہہ دیا: کہ میں نے تمہارے کہنے پر نماز، روزہ جہاد وغیرہ سب کچھ کیا، ”لما بقی لی الا ان اسجد لمحمد“ کیا اب یہی باقی رہ گیا ہے کہ میں محمد ﷺ کو سجدہ کروں؟۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ دیے تو رسول اللہ ﷺ کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے، لیکن یقیناً آپ ﷺ کو سجدہ نہیں کرتے تھے۔ مگر اس منافق نے آپ ﷺ کی تعظیم سے بغاوت کرنے کے لیے، افراط اور غلو سے کام لیتے ہوئے، تعظیم و ادب کے طریقوں کو سجدے سے تعبیر کر کے، عبادت و شرک مراد لے لیا۔

یہی روش آج ان خارجیوں کی ہے، جو تعظیم صالحین سے بغاوت اختیار کرنے کے لیے اسے عبادت و شرک کا نام دے دیتے ہیں، اس طرح اس گمراہی کو خالص توحید گردانتے ہیں۔

جیسے بابائے وہابیت اسماعیل دہلوی نے لکھا: ”نماز میں اپنے شیخ یا خواہ نبی

کریم ﷺ کی طرف اپنی توجہ لگا دینا، بیل اور گدھے کی صورت میں گم ہونے سے زیادہ برا ہے۔ (استغفر اللہ!) کیونکہ ایسی ہستیوں کے خیال سے تعظیم پیدا ہوتی ہے، اور نماز میں غیر کی تعظیم، شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ (صراط مستقیم، ملخصاً: ۱۷۹، ۱۷۰)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کئی بار عین نماز کی حالت میں بھی تعظیم و ادب مصطفیٰ ﷺ کی حد کر دی۔ ملاحظہ کریں: (بخاری: ۱۰۳۱، ۱۵۳، ۶۳۰۶، ۱۰۶۶)

لیکن پھر بھی آپ ﷺ کو یا کسی صحابی کو یہ خدشہ نہیں گزرا، جو آج وہابیوں کو گزرتا ہے۔ شائد ان کو توحید کی سمجھ اور فکر زیادہ ہے، یہ سب کچھ ابن تیمیہ کی تقلید کی کارستانیوں ہیں۔

..... اسی طرح یہ لوگ آپ ﷺ سے طلب شفاعت اور مدد کو شرک کہتے ہیں، جب کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: کہ بعض علما نے ابن تیمیہ کو اسی عقیدے کی وجہ سے زندیق کہا، کیونکہ اس میں آپ ﷺ کی توہین اور تنقیص ہے۔

(الدرر النکاح: ۱۵۵)

معلوم ہوا کہ سلف کرام کے عقیدے میں آپ سے استشفاء اور استمداد آپ کی تعظیم اور ادب ہے۔

..... ذاکر نائیک یزیدی بھی کہتا ہے: ”آج کی تاریخ میں محمد ﷺ سے مانگنا بھی حرام ہے۔“ (مشہور کتب)

..... ائمہ اسلام نے میلاد شریف کو آپ ﷺ کی تعظیم قرار دیا ہے، لیکن یہ لوگ جشن میلاد شریف کو بدعت، ابولہی سنت اور پتہ نہیں کیا کیا بک دیتے ہیں، یقیناً یہ بھی آپ ﷺ کی گستاخی ہے۔ (تفصیل ”میلاد شریف“ عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

اسی لیے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

۔ شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے!
۔ مؤمن ہے وہ، جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی، تو مرے دل سے

(۲) اللہ والوں کو ذلیل کہنا:

اسی طرح برگزیدہ ہستیوں کی تحقیر کرنا، اُن کو ذلیل، اور مجبور وغیرہ کہنا یہ بھی منافقین کا پرانا وطیرہ و طریقہ ہے، جیسا کہ منافقین مدینہ نے کہا (جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھتے، جہاد وغیرہ بھی کرتے تھے) ”یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اب لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو، ”لیخرجن الاعز منها الاذل“ تو عزت والا، وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا۔“

جولاء اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون“۔ ”سنو! عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے، اور اُسکے رسول ﷺ کے لیے، اور ایمان والوں کے لیے ہے، لیکن منافق نہیں جانتے۔ (منافقون: ۸)

بالکل یہی انداز پیشوائے وحابیت اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ”تقویۃ الایمان“ میں اختیار کیا۔ کہ اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ کے مقابل لا کر، اُنکی انتہائی بے ادبی اور تذلیل کی ہے، تاکہ پڑھنے والا یہی سمجھے کہ ماشاء اللہ! مولوی صاحب رب تعالیٰ کی بلندی شان اور توحید بیان کر رہے ہیں۔ اس انداز سے ان کے لیے اللہ والوں کی توہین و تحقیر کا منصوبہ آسانی سے پورا ہو جاتا ہے۔

..... اب ذرا طریقہ واردات ملاحظہ کریں، لکھتا ہے: ”ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے، چھارے سے بھی زیادہ ذلیل ہے“۔ استغفر اللہ! (تقویۃ الایمان: ۱۶)

..... ابھی عداوت صالحین کی آگ میں جلتا ہوا سینہ ٹھنڈا نہیں ہوا، مزید لکھ دیا: ”اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء، اولیاء، اُسکے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں“۔ (معاذ اللہ!) (ص: ۶۳)

تقریباً یہ ساری کتاب گستاخیوں سے بھری پڑی ہے۔ باوجود اسکے کہ غیر مقلد اور دیوبندی حضرات بڑے فخر، ہٹ دھرمی اور بے شرمی سے اس کفر کے پلندے اور بدعتوں کے مجموعے کی عام اشاعت کرتے ہیں۔

ایک طرف ان بے ادبوں کا محبت مصطفیٰ ﷺ کا دعویٰ دیکھیے، اور دوسری طرف ان لوگ کے عقیدے میں برگزیدہ ہستیوں کی اللہ کے ہاں ”چھار“ اور ”ذرہ نا چیز“ سے بھی کم حیثیت ہے۔ لعنہ اللہ علی الظالمین!

(۳) فساد و فتنہ کو اصلاح کا نام دینا:

منافقین کی یہ بھی عادت ہے کہ ”فساد“ کو اصلاح کا نام دیتے ہیں۔ (البقرہ: ۱۱)

آج یہ لوگ انبیاء، صوفیاء اور ائمہ دین کی توہین بھی کرتے ہیں۔ امت مسلمہ کو مشرک بھی قرار دیتے ہیں، خود کش حملے بھی کرتے ہیں، اہل سنت کی آبادیوں میں، ”مسجد ضواء، کفر، تفریق“۔ (توبہ: ۱۰۷) بنا کر، اور اہل سنت کی مساجد پر قبضہ جما کر تفرقہ و انتشار بھی کرتے ہیں۔ لیکن جب ان پر گرفت کی جائے تو کہتے ہیں: کہ ہم تو ”توحید و سنت“ کے داعی ہیں۔۔۔ ”مشرک و بدعات“ کے خلاف جہاد کرنے والے ہیں،

اور فرقہ واریت ختم کر کے اتحاد پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

قارئین! آپ خود فیصلہ کریں، کہ اللہ کی زمین پر اس سے بڑھ کر اور فساد کیا ہوگا؟ کہ صالحین کی بے ادبی، اور مسلمانوں پر شرک و بدعت کے جھوٹے فتوؤں کو توحید، اسلام اور اصلاح کا نام دیا جائے!۔

(۴) مولائے کائنات علی شیر خدا سے بغض رکھنا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم انصار لوگ منافقین کو مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کی وجہ سے پہچان لیتے تھے۔

(ترمذی)

● اب اسماعیل دہلوی کی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عداوت ملاحظہ کریں۔

لکھا: ”اور جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں“۔ (تقویۃ الایمان)

میں کہتا ہوں کہ کیا دہلوی پر وحی نازل ہوئی کہ صرف یہ دو حضرات ہی مجبور اور بے اختیار ہیں؟۔۔۔ اگر نہیں تو پھر صرف انہیں دو ہستیوں کو ہی نامی نیٹ کرنے کا کیا مقصد تھا؟۔۔۔ اظہار بغض کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے!۔

● نجدی مفسر نے بھی نبی کریم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مردہ کہہ کے، اپنے بغض کا اظہار کیا۔ (م: ۱۳۰۵)

● ابن تیمیہ کے متعلق ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: کہ اس نے علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ ان سے سترہ مقامات پر خطا ہوئی، اور قرآن کی مخالفت کر گئے۔ (المبدا کا منہ: ۱۵۴)

..... حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: شیخ نجدی کا عقیدہ تھا، کہ پرانے بت لات وعزی ہیں، اور نئے بت محمد ﷺ علی رضی اللہ عنہ اور عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (سیف چشتیائی، قدیمی، حاشیہ)

(۵) علم رسول ﷺ پر اعتراض کرتا:

علم رسول ﷺ پر اعتراض کرنا بھی منافقوں کا طریقہ اور علامت ہے۔

..... جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ بنی مصطلق سے لوٹے تو راستے میں سخت ہوا چلی پس سواریاں بھاگ گئیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے رفاعہ کے مدینہ پاک میں فوت ہونے کی خبر دی۔۔۔ اور فرمایا: دیکھو میری اونٹنی کہاں ہے؟۔

عبداللہ بن ابی منافق نے اپنی قوم سے کہا کیا تم تعجب نہیں کرتے اس مرد سے جو خبر دے رہا ہے ایک مرد کی مدینہ میں موت کی اور یہ نہیں جانتا کہ میری اونٹنی کہاں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک بعض منافقوں نے میرے متعلق ایسا کہا ہے، اور میری اونٹنی کی اس گھاٹی میں درخت سے ٹکلیں اٹکی ہوئی ہے۔ چنانچہ صحابہ نے آپ کے فرمان کے مطابق اونٹنی کو پالیا۔ (تفسیر کبیر پارہ ۹، ذریعہ آیت ولو کنت العلم الغیب، تفسیر ابن جریر پارہ ۱۰، ذریعہ آیت انما کننا خوض و تلعب)

علم مصطفیٰ ﷺ پر منافقوں کے اعتراض والا ایک الگ واقعہ تفسیر خازن، معالم التنزیل، (ذریعہ آیت: ما کان اللہ لیزر المؤمنین) میں موجود ہے۔

..... اسماعیل دہلوی نے بھی علم رسول پر اعتراض کیا، لکھا: غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر؟۔ (تقویۃ الایمان)

..... اور یہی عقیدہ دیوبندی اور احمدیٹ وہابیوں کا ہے۔ جس طرح اشرف علی تھانوی

نے معلم کائنات ﷺ کے علم مقدس کو حیوانات اور پانگلوں وغیرہ کے علم جیسا کہا ہے۔ (حفظ الایمان)

(۶) تفرقہ بازی کے لیے مساجد تعمیر کرنا:

منافقوں نے فرقہ واریت، مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور کفر و گمراہی میں مبتلا کرنے کے لیے مساجد تعمیر کی۔ (توبہ: ۱۰۷)

نجدی لوگ بھی اہل سنت کی آبادیوں میں پہلے سے مساجد ہونے کے باوجود انہیں غلیظ مقاصد کے لیے، اپنی الگ ”ڈیڈھ اینٹ کی مسجد“ بنا لیتے ہیں۔

(۷) سب کے ساتھ: (وہابی بھی، سنی بھی)

منافق، مسلمانوں سے کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں، اور کافروں سے کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ یعنی درمیان میں ہی انکے اور لٹکے رہتے۔ قرآن کریم نے ان کو ”مذبذبین“ فرمایا ہے۔ (البقرہ: ۱۴۳، النساء: ۱۴۳)

یہی حال ان لوگوں کا ہے، وہابیوں کے ساتھ وہابی، سنیوں کے ساتھ سنی۔ مساجد اہلسنت پر قبضہ جمانے کے، کئی کئی سال تک سنی ہونا ظاہر کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ منافق و مومن میں نماز، جہاد، واڑھی اور تبلیغ وغیرہ تمیز نہیں کر سکتے، بلکہ وہ ایک ہی چیز ہے، اور وہ ہے اللہ والوں کا ادب و تعظیم، اور یہ دولت صرف اہلسنت کو ہی حاصل ہے۔

عظیم، اہل بخت سوائے جنہوں ایہہ دولت (ادب) مل جائے!



سعودی تفسیر کی حیثیت اور مسلک سلف؟

سعودی تفسیر کے ”سلفی تفاسیر“ کا خلاصہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے نجدی مفسر نے لکھا: ”بعض جدید و قدیم مفسرین نے جو صحابہ و تابعین کی تفسیر اور سلف کے منہج و مسلک کو اہمیت نہیں دیتے۔ (ص: ۱۱۴)“

اس سعودی تفسیر کے نئے ایڈیشن (پیام: ”تفسیر احسن البیان“، مکتبہ دارالسلام لاہور و ریاض) میں بھی یہ دعویٰ کیا، بلکہ سفید جھوٹ بولا: ”کہ یہ سعودی تفسیر، تفسیر ابن کثیر، فتح القدیر، ابن جریر، طبری، جیسی سلفی و قدیمی تفاسیر کا خلاصہ اور سلف کے منہج و مسلک کا آئینہ ہے۔ (ص: ۱۲، ۶۸، ۶۹، ۱۳۹)“

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس تفسیر کو ”سلفی تفاسیر“ کا خلاصہ اور سلف کے مسلک کا آئینہ کہنا دجل اور سلف الصالحین پر تہمت و افتراء اور انکی بے ادبی ہے۔

لہذا اس سعودی تفسیر کو ابن تیمیہ، ابن قیم، شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی کے باطل و گمراہ کن افکار و نظریات کا خلاصہ اور آئینہ کہنا ہی مناسب اور درست ہے۔

در اصل یہ دھوکہ اور تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ ہم نجدیوں کے عقائد کا سلسلہ سلف سے ملا ہوا ہے، اور ہم نے اس سعودی تفسیر میں جو کچھ تحریفیں کیں، جھوٹ بولے، بدعتیں گھڑیں، اللہ والوں کو بکواسات کیے ان کو کئی بار مردہ اور بے حیثیت لکھا۔

مسلمانوں اور صالحین کو دشمنانِ خدا بتوں اور بت پرستوں کے متعلق نازل شدہ آیات کا مصداق ٹھہرایا، اُمت کی اکثریت کو مشرک و بدعتی لکھا، یہ سب سلف کا مسلک و منہج ہے۔

لعنة الله على الكاذبين!

وہابیوں کے مخصوص سلف:

سوال یہ ہے جب نجدی حضرات کے مخصوص عقائد سلف صالحین سے متضاد ہیں جیسا کہ آپ ملاحظہ کریں گے، تو پھر یہ اپنے کو سلفی کیوں کہتے ہیں؟

جواب یہ ہے: کہ یہ لوگ معروف سلفی نہیں، بلکہ یہ مخصوص سلفی ہیں، اس لیے کہ ان کے سلف ”ابن تیمیہ، ابن قیم، محمد بن عبدالوہاب“ ہیں، جن کو علماء اسلام نے ہمت کے اجماعی مسائل سے انحراف کی وجہ سے گمراہ، زندیق اور منافق تک کہا۔ مندرجہ ذیل عبارت غور سے پڑھیں، ان کے سلفی ہونے کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

_____ عبداللہ غزنوی شاگرد نذیر حسین دہلوی کے متعلق لکھا کہ یہ: ”ائمہ اسلام، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام ابن قیم اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتابوں سے شغف رکھتے تھے، اور ”انہیں سلف صالحین کی کتابوں“ کی روشنی میں اپنے اولاد احفاد کی تربیت بھی کی۔۔۔ آپ کے سارے بیٹے پوتے منہج سلف کے سچے داعی بن کر نکلے، اور برصغیر ہندو پاک میں سلفی (یعنی وہابی) دعوت کی خوب خوب اشاعت کی۔“ (”امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی“ ص ۴۵، دارالکتاب والنسۃ، ریاض)

_____ شیخ نجدی بھی انہیں مخصوص سلف کا پیرو تھا، لکھا گیا: ”نجد واپس آ کر بعض متاخرین حنبلی علما جیسے ابن تیمیہ و ابن قیم وغیرہ کے اجتہادات کے مطابق سرگرم عمل ہو گئے، اور یہ حضرات (ابن تیمیہ وغیرہ) بدعتیوں (مراد اہل سنت) کے خلاف سخت ترین لوگوں میں تھے۔“ (ایضاً ص ۲۵، التاج المکمل ص ۳۳۴، از نواب صدیق)

_____ مزید لکھا: ”غرضیکہ صاحب نجد شیخ محمد بن عبدالوہاب کا ”مسلک وہی تھا“، جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم کا تھا۔“

(ایضاً، ۳۶، ہدیۃ السائل: ص ۱۱۵، از نواب صدیقی)

✽۔۔۔۔۔ مزید یقین دہانی کرواتے ہوئے لکھا: ”شیخ محمد بن عبدالوہاب ”در حقیقت“ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم کے نقش قدم پر گامزن تھے۔“ (ایضاً: ۳۷، ایضاً: ۱۱۶) دوسری طرف یہ جھوٹ بھی بول دیا: ”شیخ الاسلام کا طریقہ تمام تراہل سنت و جماعت کے موافق ہے۔“ (ایضاً: ۳۰)

مطلب یہ ہوا کہ صرف یہ دو حضرات ”ابن تیمیہ، اور ابن قیم“ ہی اہل سنت تھے۔
ہذا بہتان عظیم!

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں میں کیا فرق ہے؟

✽۔۔۔۔۔ دیوبندی منظور نعمانی نے اسماعیل دہلوی کا شیخ نجدی سے اتباع کا رشتہ جوڑتے ہوئے لکھا: ”ان (شیخ نجدی) کا مسلک و موقف قریب قریب وہی ہے، جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ، اور ان کے تلامذہ حافظ ابن قیم کا ہے، اور رد شرک اور دعوت اخلاص و توحید کے بارہ میں ان کا رویہ (کچھ فرق کے ساتھ) وہی ہے جو حضرت شاہ اسماعیل شہید (لمبلی نجد) کا ”تقویۃ الایمان“ میں ہے۔“

(شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ: ص ۱۰، ۵۰، ۶۶، ۷۶، از منظور نعمانی دیوبندی)

✽۔۔۔۔۔ اس کتاب کی دیوبندی تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث (ذکر یا کاندھوی) نے تصدیق بھی کی ہے۔ (ص ۱۴۰) جس سے پتہ چلتا ہے کہ تبلیغی جماعت بھی ایسے ہی وہابی و نجدی یعنی شیخ نجدی کے پیروکار ہے، جیسے غیر مقلد اور منافی دیوبندی ہیں۔ فرق صرف ظاہر و باطن اور طریقہ واردات کا ہے، کہ تبلیغی اہل سنت کی مساجد میں داخلے اور بھولے

تمام دیوبندیوں کے پیشوا رشید گنگوہی نے لکھا تھا: محمد بن عبدالوہاب کے

مقدموں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۲۹۷، مکتبہ رحمانیہ)

..... ❁ تضاد دیکھیے کہ اسی شیخ نجدی کے متعلق حسین احمد دیوبندی نے لکھا؛ چونکہ یہ

خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔۔۔۔۔الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق

شخص تھا۔“۔ (شہاب ثاقب، ص: ۲۲۱، دارالکتب)

ایک مولوی کہتا ہے کہ اس کے عقائد عمدہ تھے اور دوسرا کہتا ہے کہ عقائد فاسدہ

رکھتا تھا۔ آج یہی عقائد و یونندیوں نے بھی اپنا رکھیں ہیں، جس سے ان کا بھی وہابی، نیا

فرقہ اور گمراہ ہونا واضح ہوا۔ (ان عقائد وہابیہ کی تفصیل "حسین احمد مدنی کی شیخ نجدی کے متعلق

تصريحات: "عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

اسی تبلیغی جماعت کے مولوی ”ذکریا کاندھوی“ نے، یالن حقانی (جو سترہ سال

تک قوال رہا، پھر مولوی، بلکہ مصنف بن بیٹھا۔ ص: ۶۶۳۔ نیم ملاں خطرہ ایمان!) کی

کتاب ”شریعت یا جہالت“ کی تصدیق کی ہے۔ (ص: ۶)

اختصار کے پیش نظر اس کتاب کے چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

۱: وہابیوں کو صحیح ثابت کیا گیا، اور اہل سنت کو گمراہ۔ (ص: ۴۲۹، ۱۰۵)

۲: حاجت روائی کے لیے مزار پر جانے کو کفر لکھا۔ (ص: ۵۶۳)

۳: آذر جوابراہیم کا چچا اور بت پرست تھا، اس کو ابراہیم علیہ السلام کا باپ

ثابت کیا گیا۔ (ص: ۴۸۱)

۴: گناہ کبیرہ والوں کے لیے شفاعت کا انکار کیا گیا، جو کہ معتزلہ کا مذہب ہے

(۴۸۵، ۴۸۰:۵)۔

(تقویۃ الایمان، ج ۳، ص ۱۴۰، بحوالہ ملاحظہ)

یعنی اس کتاب ”تقویۃ الایمان“ اور ”سعودی تفسیر“ پر دونوں گھر تبلیغی اور غیر مقلد متفق ہیں، یہ کتاب اور ”سعودی تفسیر“ بھی دونوں پر حجت ہے، جن میں انبیاء اولیا اور مؤمنین کو منہ بھر کر گالیاں دی، اور ان کی تحقیر و تذلیل کی حد کر دی گئی، (تقویۃ الایمان کی گستاخانہ عبارات ”بدعات و ہابیہ“ عنوان کے تحت ملاحظہ کریں) اسی کتاب کی رشید گنگوہی نے بھی تعریف و تصدیق کی، اس کے سارے مسائل صحیح ہیں، ساری پر عمل کرے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

اور یہی کتاب ”تقویۃ الایمان“ ہی برصغیر کے مسلمانوں میں تفرقہ و انتشار کا سبب بنی۔

مسلمانوں کے جن عقائد کی اسماعیل دہلوی کے دادا شاہ ولی اللہ، اور چچا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رضی اللہ عنہما نے تائید کی، اسماعیل دہلوی نے شیخ نجدی کی تقلید میں انہیں عقائد کو شرکیہ اور کفریہ کہا۔

مولانا حسن رضا خان بریلوی غفرہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۔ ترجمہ اس کا ہوا تقویۃ الایمان نام
جس سے بے نور ہوئی چشم بصیرت تیری

لہذا معلوم ہوا دیوبندیوں (تبلیغی جماعت وغیرہ) اور نام نہاد احمدیوں
وہابیوں میں صرف نام اور طریقہ واردات کا فرق ہے۔۔۔ باقی سب ایک ہی تھیلی کے
چٹے بٹے ہیں۔

مزید یہ کہ جو عقائد حسین احمد مدنی نے وہابیہ کے ثابت کر کے ان کو گمراہ ثابت
کیا تھا وہی عقائد آج دیوبندیوں نے اپنا رکھے ہیں۔ (عنوان ”حسین احمد دیوبندی کی شیخ
نجدی اور دین نجدی کے متعلق تصریحات“ ملاحظہ کریں)

نوٹ: تقویۃ الایمان کی طرح یہ سعودی تفسیر بھی دیوبندیوں اور غیر مقلدین
دونوں کے ہاں معتبر اور مستند ہے، کیونکہ اس کے سارے شرک و بدعت کے فتوے تقویۃ
الایمان ہی کی کاپی ہیں، اور دونوں گھر بڑے شوق و عقیدت کے ساتھ اس سعودی تفسیر
کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اسی لیے ہم نے اس کے رد میں بعض جگہ دیوبندیوں کو بھی ساتھ
ہی رکھا ہے، لہذا یہ غیر مقلدوں کے ساتھ ساتھ، دیوبندیوں کا بھی رد، اور ان پر بھی
حجت ہے۔

اشر علی تھا نوی اور عطاء اللہ حنیف غیر مقلد کی گواہی:

اشر علی تھا نوی لکھتا ہے: کہ اسماعیل دہلوی نے اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع
کیا۔۔۔ اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا: کہ میں نے یہ کتاب لکھی

ہے، اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے، شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ہوگی۔۔۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جائے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے، اس پر ایک شخص نے کہا اشاعت تو ضرور ہونی چاہیے، مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہیے۔۔۔ اس پر آپس میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد بلا اتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح شائع ہونی چاہیے۔ چنانچہ اسی طرح شائع ہوئی۔“

اس پر تھانوی کا حاشیہ بھی پڑھ لیں لکھتا ہے: ”ایسے بزرگ پر تشدد دیا اصرار یا استبداد کا شبہ اگر ظلم نہیں تو کیا ہے۔“

(ارواحِ ثلاثہ: ۸۳، حکایت: ۵۹۔ اکل البیان، از عطاء اللہ حنیف غیر مقلد)

اسماعیل دہلوی کے علم اور فہم کے متعلق اس کے چچا عبدالقادر کی گواہی بھی سن لیں: ”بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا۔“ (ارواحِ ثلاثہ: ۹۸، از اشرف علی تھانوی)

میں ان وہابی مولویوں سے (جو عوام کو ”ولاسفوقوا“ بنا کر ان سے جھوٹ بولتے اور مکر کرتے ہیں، کہ ہم مسلمانوں میں اتحاد چاہتے ہیں) کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو شرک بنانے اور لڑانے، فرقہ واریت پھیلانے کے لیے، اپنے خود ساختہ دین، اور سوچی سمجھی سازش کے متعلق اپنے ان مولوی کی گواہی پڑھو اور ڈوب مرو!۔۔۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی!

امت میں قصد التفرقة ڈالنے اور شرک کی تہمت کا اقرار:

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ دہلوی کی لکھی گئی کتاب ”تقویۃ الایمان“ اس قابل نہیں تھی کہ اسی طرح چھاپی جاتی۔ یا تو وہ پھاڑ دینے کے قابل تھی، نہیں تو ترمیم ضرور ہونی چاہیے تھی۔ کیونکہ اس میں انگریز کی تمنا کے مطابق جان بوجھ کر شرک اصغر کو شرک اکبر لکھ دیا گیا تھا۔

مگر افسوس صد افسوس کہ ان فتنہ پرور لوگوں نے نہ تو پھاڑی، اور نہ ہی ترمیم کرنا گوارا کی، اور اسی طرح چھاپ دی اور آج تک اسی حالت پر موجود ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے، کہ ان کا امام دہلوی تو خود اقرار کرے کہ ”میں نے جان بوجھ کر شرک خفی کو شرک جلی بنا دیا ہے، لہذا یہ کتاب پھاڑ دینے کے قابل ہے۔“ مگر اس کے مقلدین اور قبعین کے تعصب اور نا انصافی کی انتہا دیکھیے! کہ اشرف علی تھانوی تشدد کرنے کے اقرار کو شبہ قرار دے کر اس شبہ کو ظلم کہہ رہا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پوری امت پر شرک اکبر کا الزام ظلم نہیں، مسلمانوں کو لڑانا بھڑانا، ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ظلم نہیں، اگر ظلم ہے تو ایسے ظالم کے ظلم پر بولنا ظلم ہے۔ (استغفر اللہ!)

اور بات بہت افسوس ناک ہے کہ ایسی کتاب کا رد کرنے کی بجائے، اس کی شان بیان کرتے ہوئے زمین و آسمان کے فلا بے ملا دیے۔۔۔ ملاحظہ کیجیے!

..... رشید گنگوہی کہتا ہے: کتاب ”تقویۃ الایمان“ نہایت عمدہ اور سچی کتاب

۔۔۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۲۲۴)

❖..... دوسری جگہ لکھا: بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں۔۔۔ تمام تقویۃ الایمان پر عمل کرے۔ (ایضاً: ۲۲۶، مکتبہ رحمانیہ)

❖..... نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کہتا ہے: تقویۃ الایمان کا ماننا عین ایمان ہے، اور انکار کفر۔ (فتاویٰ نذیریہ)

یعنی ہر دیوبندی اور غیر مقلد کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ ہر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ تمام انبیاء و اولیاء ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ چمار سے بھی ذلیل ہیں۔ صالحین کو اپنا شفیع ماننے والے مسلمان ابو جہل کی طرح کے مشرک ہیں۔ یہ سب کچھ ایمان ہے اس انکار کفر ہے۔ لعنة الله على الظالمين والمفترين!

یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو امت پر شرک کے جس الزام جو خوف تھا، اس کا ظہور شیخ نجدی کے بعد اسماعیل دہلوی سے ہوا۔ (تفسیل "شرک کے الزام کا خوف تھا" عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

۔ منزل پہ پہنچنا ہے تو کوئی پہچان پیدا کر

لباس خضر میں یہاں لاکھوں رہزن پھرتے ہیں

مسلم سلف سے لا تعلقی کا اقرار:

❖..... اسماعیل دہلوی اپنے حوریوں کو مسلم سلف سے بغاوت اور خود محقق بننے کا

درس دے رہا ہے، لکھا: "اور یہ عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت

مشکل ہے، اس کو بڑا علم چاہیے، ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں۔۔۔ اور اللہ

و رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے۔۔۔" (تقویۃ الایمان: ۲۳، نعمانی کتب)

❖..... مزید لکھا: "اس زمانے میں لوگوں نے مختلف راہیں اختیار کر رکھی ہیں، بعض

باپ دادا کی رسموں پر چلتے ہیں، بعض بزرگوں کے طریقوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔“ (ایضاً)

_____ نواب صدیق حسن نے سلف امت سے اپنی لا تعلقی کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے: ”اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ صرف کتاب و سنت (اجماع کا کوئی ذکر نہیں) کی دلیلوں کو اپنا دستور العمل ٹھہراتے ہیں اور اسٹلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں۔“ (ترجمان وہابیہ: ۲۰)

_____ مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی یہی اقرار کیا۔ (اشاعت المستند ج ۹، شمارہ ۳، ص ۷۲)

_____ ذاکر نائیک بھی اپنی ایک تقریر میں مسلک سلف سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے: ”بہن نے پوچھا ہے کون سے اسلام پر عمل کرے؟ اسلام جو قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے اس پر عمل کرے (سلف و اجماع کا کوئی ذکر نہیں)۔“ (عنوان تقریر ”اسلام کے متعلق غلط فہمیاں“)

_____ نواب وحید الزماں غیر مقلد بھی اپنوں کی اسی گمراہ کن روش کا رونا روتے ہوئے لکھتا ہے: ”غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں، انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ اجماعی مسائل کی (بھی) پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین اور صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر صرف لغت سے، اپنی من مانی کر لیتے ہیں، حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے، اس کو بھی نہیں سنتے ہیں۔“ (حیات وحید الزماں: ۱۰۲، وحیدالغات)

_____ میاں نذیر حسین دہلوی کے استاد اور خسر مولانا عبدالحق لکھتے ہیں: ”جیسے یہ مذہب والے (غیر مقلدین) ہیں کہ کسی (فقہی) مذہب کو نہیں مانتے، تو وہ مقرر اجماع امت کا مخالف ہے، اس کو محمدی خالص جاننا عین ذالمت ہے۔“ (تجربہ الضالین: ۳۹)

_____ وہابیوں سمیت تمام گمراہ فرقوں کی حالت بالفاظ ”نجدی مفسر“ کے ایسی

ہے؛ ”شیعہ کے معنی فرقے اور گروہ، اور یہ بات ہر اس قوم پر صادق آتی ہے جو دین کے معاملے میں مجتمع تھی لیکن ان کے بعض افراد نے اپنے کسی بڑے کی رائے کو ہی مستند اور حرف آخر قرار دے کر اپنا راستہ الگ کر لیا، چاہے وہ رائے حق و صواب کے خلاف ہی ہو۔“ (ص: ۳۰۳)

وہابی سلف صالحین کے گستاخ ہیں:

..... معتد غیر مقلد عالم داؤد غزنوی اپنی جماعت کے اسحاق نامی شخص کو مخاطب کر کے کہتے ہیں؛ ”مولوی اسحاق! جماعت الہدایت کو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر (نام نہاد الہدایت) شخص ابو حنیفہ، ابو حنیفہ کہہ رہا ہے، کوئی بہت عزت کرتا ہے تو امام ابو حنیفہ کہہ دیتا ہے، پھر ان کے بارے میں ان (علم و معرفت شرم و حیا سے محروم غیر مقلدین) کی تحقیق یہ ہے کہ وہ قن حدیثیں جانتے تھے، یا زیادہ سے زیادہ گیارہ، اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں، ان میں اتحاد و یکجہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔“ (داؤد غزنوی: ۱۳۶، ۱۳۷)

..... انہی داؤد غزنوی نے ہی ساہیوال کے خطبہ جمعہ المبارک میں واضح طور پر اپنے وہابی سامعین کو فرما دیا تھا؛ ”کہ دوسرے لوگوں (اہل سنت) کی یہ شکایت کہ اہل حدیث (وہابی) حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں، بلاوجہ نہیں ہے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں، اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کرتے ہیں، یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے، اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔“ (داؤد غزنوی: ۸۸، ۸۷)

..... پروفیسر ابو بکر غزنوی وہابی لکھتے ہیں؛ ”امرِ تشر میں ایک محلّہ تیلیاں تھا۔ جس

میں اہلحدیث حضرات کی اکثریت تھی۔۔۔ وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھا۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں عبدالجبار غزنوی سے پڑھا کرتا تھا، ایک بار مولوی عبدالعلی نے کہا کہ ابوحنیفہ سے تو میں اچھا ہوں، کیونکہ انہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں، اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔ (داؤد غزنوی ص ۱۹۱)۔ (مزید ”آزادی رائے اور ترک مسلک سلف و تقلید و اجماع کا انجام اور نیا فرق؟“ عنوان ملاحظہ کریں)

وہابی اپنی تفسیر سلف سے ثابت کریں: (اہمیت مسلک سلف)

جب ان لوگوں کے ہاں صحابہ کا فہم، قول اور تفسیر حجت نہیں، تو ہمارے نزدیک ان بدعتیہ اور بے ادب لوگوں کا فہم و تفسیر کیسے حجت اور قابل التفات ہو سکتی ہے؟

✽۔۔۔ وہابیوں کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں: ”قول صحابی حجت نیست“، یعنی صحابہ کی بات دلیل نہیں ہو سکتی۔ (فتاویٰ نذیریہ: ۱/۳۳۰)

✽۔۔۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی بھی لکھتے ہیں: حجت بتفسیر صحابہ غیر قائم است۔ ”صحابہ کرام کی گئی تفسیر قرآن معتبر نہیں ہے“۔ (بدور الاحلہ: ۱۳۹)

✽۔۔۔ دوسری طرف سعودی مفتی نے صحابہ نہیں بلکہ علماء کے قول کی اہمیت یوں بیان کی، لکھا: ”اہل علم کا عام قول یہی ہے اور جو شخص ان سے الگ رائے اختیار کرے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ (فتاویٰ ابن باز، اردو، ص ۷۳، دارالسلام الریاض)

ہم پوری نجدی و وہابی برادری سے مطالبہ کرتے ہیں، کہ اگر تم واقعی طور پر سلفی ہو اور یہ ”سعودی تفسیر“ واقعی سلفی تفاسیر کا خلاصہ ہے، تو پھر تم نے جن مندرجہ ذیل آیات کا مستحق مومنین اور صالحین کو ٹھہرایا ہے، اور ان کی جو تفسیریں کیں، ان کو سلفی تفاسیر سے ثابت کرنا۔

جیسے خود: "اشارۃ من علم"، (احقاف: ۴) کے تحت لکھا: "یا کسی منقول روایت میں یہ بات لکھی ہو تو دکھاؤ؟، تاکہ تمہاری صداقت واضح ہو سکے"۔ (ص: ۱۴۱۶)

وہ آیات یہ ہیں: فاتحہ ۲، کے تحت مسئلہ استمداد کے متعلق لگائی گئیں قیود و شرائط۔ البقرة: ۱۷۳، آل عمران: ۱۲۸، مائدہ: ۳۵، اعراف: ۷۱، ۱۹۳، ۱۹۷، یونس: ۱۸، ۲۹، نحل: ۲۰، ۲۱، ۵۶، ۷۳، ۷۵، ۸۶، یوسف: ۲۰، ۱۰۶، حج: ۷۳، بنی اسرائیل: ۵۷، انبیاء: ۵۳، قصص: ۸۸، روم: ۵۳، لقمان: ۱۱، سباء: ۴۲، فاطر: ۱۳۱۳، زمر: ۳، ۴۳، عبکوت: ۴۱، مؤمن: ۶۰، احقاف: ۶، ۹، ۲۸، جن: ۱۸۔

ان تمام آیات کے تحت کی گئی تفسیر، کبھی بھی تفاسیر سلف سے ثابت نہ کر سکو گے۔ انشاء اللہ! تو پھر اعتراف کرو کہ ہم سلفی نہیں بلکہ بدعتی اور نجدی ہیں، اور ہم نے اپنے باطل عقائد کو ثابت کرنے کے لیے قرآن کریم میں تحریف، تفسیر بالرائے اور اجماع امت کی مخالفت کی ہے۔

جس طرح نجدی مفسر نے خود لکھا: "مگر اہل فرقے اپنے اپنے گمراہانہ عقائد کے اثبات کے لیے اس (قرآن) کی آیات میں معنوی تحریف تو کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اہل حق کی ایک جماعت بھی تحریفات معنوی کا پردہ چاک کرنے کے لیے ہر دور میں موجود رہی ہے"۔ (ص: ۷۱۴)

الحمد للہ! ہم نے اس کتاب میں مکرمین کی تحریفات قرآنیہ کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ ان کی حالت بقول ان کے ہی ایسی ہے لکھا: "پڑھتے قرآن کی آیت ہیں اور مسئلہ اپنا خود ساختہ بیان کرتے ہیں، عوام سمجھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے مسئلہ قرآن سے بیان کیا ہے۔ دراصل حالیکہ اس مسئلے کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، یا پھر آیات میں معنوی تحریف و طع ساذی سے کام لیا جاتا ہے تاکہ ہاوری بھی کرایا جائے کہ یہ من عند اللہ ہے"۔ (ص: ۱۵۶)

یعنی۔۔۔۔۔ خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں!

اور یہ بھی خود تسلیم کیا کہ اجماع امت سے انحراف کفر ہے؛ ”بعض علما نے سبیل المؤمنین (النساء: ۱۱۵) سے مراد اجماع امت لیا، یعنی اجماع امت سے انحراف بھی کفر ہے۔ اجماع امت کا مطلب ہے، کسی مسئلے میں امت کے تمام علماء و فقہاء کا اتفاق۔ یا کسی مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق، یہ دونوں صورتیں اجماع امت کی ہیں، اور دونوں کا انکار یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔۔۔۔۔ تاہم ایسے جو بھی مسائل ہیں، ان کا انکار بھی صحابہ کے اجماع کے انکار کی طرح، کفر ہے، اس لیے کہ صحیح حدیث میں ہے ”اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے“ (صحیح ترمذی لا لبانی جلد ۲: ۱۷۵۹)۔ (ص ۲۵۶)

✽۔۔۔ جس الزام کا ذکر نواب صدیق نے کیا: ”الغرض شیخ محمد بن عبدالوہاب کو ناپسندیدہ مذہب اور نئے دین کا ایجاد کرنے والا قرار دینا۔۔۔ راہ انصاف سے دور ہے۔“ (”امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی“، ۲۹، ۳۱، اتحاف العلماء: ۴۱۶)

ہم کہتے ہیں یہ الزام نہیں حقیقت ہے، اور یہی راہ انصاف ہے!

۔ افکار ہی بدلیں تو بدلیں، ایمان بدلنا مشکل ہے

تفسیر بدلنا آساں سہی، قرآن بدلنا مشکل ہے

مسلمانوں کے معمول کی اہمیت؟:

✽۔۔۔ ابن قیم جن کو یہ لوگ اپنے خاص سلف میں شمار کرتے ہیں (جیسا کہ ابھی گزرا) بعد دفن میت کو تلقین کرنے کے متعلق روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں؛ ”یہ حدیث اگرچہ ثابت نہیں، لیکن تمام زمانوں اور تمام شہروں میں بغیر انکار کے اس پر عمل کرنا ہمارے عمل کرنے کے لیے کافی ہے۔“ (کتاب الروح: ۲۱)

یہ ہے عام مسلمانوں کے معمول کی حیثیت! کہ اگر وہ کام شریعت سے نہ

نکراتا ہو، مسلمانوں کا معمول بن چکا ہو تو یہ بھی ایک شرعی حجت ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے جس طرح سنت رسول ﷺ کی مخالفت کو گمراہی اور عذاب جہنم کا باعث قرار دیا ہے، اسی طرح مسلمانوں کے طریقے کی مخالفت کو بھی گمراہی اور عذاب جہنم کا سبب قرار دیا ہے۔ ملاحظہ کریں: (النساء: ۱۱۵)

اسی آیت (النساء: ۱۱۵) کے تحت سعودی مفسر نے بھی اجماع امت کی مخالفت کو کفر قرار دیا ہے، اور ترمذی شریف (۳۹۲) کی حدیث سے بھی استدلال کیا ”کسری امت کبھی گمراہی جمع نہیں ہوگی“۔ (ص: ۲۵۶)۔ (مکمل عبارت ابھی گزری ہے)

✽..... خلیفہ عادل و راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی وصیت نوٹ کر لیں، فرماتے ہیں: ”جب تم کسی قوم کو (جیسے موجودہ دور میں نجدی وغیرہ) دیکھو کہ وہ عام مسلمانوں سے ہٹ کر کوئی نئی راہ اختیار کر رہے ہیں (تو سمجھ جاؤ کہ) وہ گمراہی کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ (داری: باب اجتناب الاحواء)

✽..... عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”جس کام کو مسلمان اچھا جانے وہ کام اللہ کے ہاں بھی اچھا ہوتا ہے“۔ (مسند احمد: ۳۷۹/۱، مستدرک للحاکم: ۷۸۳، علیہ الاولیاء: ۳۷۵/۱، طبرانی کبیر: ۱۳۳/۹، مسند بزار: ۸۱/۱، وغیرہ)

معلوم ہوا کہ ہر معمولات المل سنت کے بارے نص شرعی کا مطالبہ کرنا، سنت رسول ﷺ اور عمل صحابہ سے دلیل طلب کرنا، یا تو دھوکا ہے یا پھر جہالت و حماقت ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا معمول بھی ایک شرعی حجت ہے۔

جبکہ وہابی حضرات کے پیشوا اسماعیل دہلوی پرانے مسلمانوں اور بزرگوں کے طریقے سے بغاوت کرنے کا سبق دے رہے ہیں، لکھا: ”اس زمانے میں لوگوں نے

مختلف راہیں اختیار کر رکھی ہیں، بعض باپ دادا کی رسموں پر چلتے ہیں، بعض بزرگوں کے طریقوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔“ (تقویۃ الایمان)

قرآن و سنت کی کیسی تشریح معتبر ہے؟: (اہمیت مسلک سلف)

یہاں یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کسی کا جو موقف اجماع سلف اور مسلمانوں کے معمول کے خلاف ہو، وہ چاہے اس کو ثابت کرنے کے لیے ہزار آیتیں اور حدیثیں پیش کرتا پھرے، اس کا وہ موقف مردود ہوگا۔

جیسے سعودی مفسر نے خود لکھا: ”گمراہ فرقے اپنے اپنے گمراہانہ عقائد کے اثبات کے لیے اس کی آیات میں معنوی تحریف تو کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اہل حق کی ایک جماعت بھی تحریفات معنوی کا پردہ چاک کرنے کے لیے ہر دور میں موجود رہی ہے۔“ (ص: ۷۱۳)

_____ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ نے مسلمانوں کو گمراہوں اور گمراہ گردوں کے شر سے محفوظ رہنے اور حفظ ایمان کا بہترین اور عام فہم نسخہ ارشاد فرمایا ہے: ”قرآن و سنت کا وہی مفہوم اور مطالب معتبر اور برحق ہیں، جو علما اہل سنت نے سمجھے اور سمجھائے ہیں، ورنہ یوں تو ہر مخالف اہل سنت اور گمراہ ٹولہ بھی اپنے عقائد فاسدہ کو ثابت کرنے کے لیے قرآن و سنت ہی کو دلیل بناتا ہے۔ لیکن مخالفین اہل سنت و جماعت کے سمجھے ہوئے مفہوم و مطالب، یعنی ان کی تفسیر و تشریح ناقابل اعتبار ہے۔“ (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب نمبر ۱۹۳، بحوالہ اہل جنت اہل سنت: ۱۳۱)

کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: ”اهدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیہم۔“

_____ اسی خطرے کے پیش نظر امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے دو بد مذہب آدمیوں

سے ان کے اصرار کے باوجود چند قرآنی آیات اور احادیث سننے سے انکار کر دیا، اور فرمایا: جاتے ہو یا کہ میں چلا جاؤں!۔ ایک صاحب نے عرض کیا اگر آپ سن لیتے تو کیا خرابی تھی؟، آپ نے جواب دیا: ”مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں ان کی بیان کردہ (سلف کے خلاف) تفسیر و تشریح میرے دل میں پختہ نہ ہو جائے“۔ (سنن دارمی، باب بدعتوں سے اجتناب) امت کے اس جلیل القدر امام کے اس عمل سے ان عوام المل سنت کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو بد مذہبوں کی محافل میں جانے سے بھی باز نہیں آتے۔ اور منع کرنے پر کہتے ہیں: ”اس میں کیا حرج ہے؟“۔۔۔ اس میں جو حرج ہوتا ہے، وہ امام ابن سیرین نے فرما دیا ہے۔ (مزید: ”بغیر اتباع سلف، قرآن و حدیث سمجھنا ممکن نہیں“، عنوان ملاحظہ کریں) نجدی سلف کو علی الاعلان مشرک کیوں نہیں کہتے؟

الحمد للہ! تمام معتبر قدیمی و سلفی تفسیروں میں آیات ”من دون اللہ“ کا مصداق بتوں اور مشرکوں کو ٹھہرایا گیا ہے، حتیٰ کہ اس سعودی تفسیر کے خاص مأخذ (تفسیر ابن کثیر اور فتح القدیر) میں بھی ان مقامات پر ”سلفی تفاسیر“ کے مطابق ہی تفسیریں کی گئیں، اور ان آیات کا مصداق صرف مشرکوں اور بتوں کو ہی ٹھہرایا ہے۔ جبکہ اس نجدی مفسر نے باوجود ان دو تفسیروں کو اپنی تفسیر کا خاص مأخذ بنانے کے بھی ان مذکورہ مقامات پر باقی سلفی تفاسیر کی طرح، ان دو تفسیروں سے بھی سرکشی اور بغاوت اختیار کی ہے۔

اب چاہیے تو یہ کہ سلف مفسرین اور ائمہ اسلام کے بارے میں منافقت اختیار کرنے کی بجائے، اور بالواسطہ، وبے لفظوں اور کنایہ مشرک اور بدعتی کہنے کی بجائے، انہیں بھی کھل کر مشرکین عرب سے بھی بدتر مشرک کہا جائے جیسے کہ اہل سنت کو کہا جاتا

ہے، کیونکہ ہم اہلسنت کے عقائد نجدیوں کی طرح خود تیار کردہ نہیں، بلکہ انہیں سلف امت کی پیروی و اتباع میں اختیار کیے گئے ہیں، جن کی وضاحت آگے آئے گی۔

۔ انشاء اللہ!

جب ان لوگوں کے نزدیک یقیناً یہ ائمہ حضرات بھی مشرک ہیں، تو مشرکوں کو سلف لکھنے والے مسلمان کیسے رہ سکتے ہیں؟

وہابی اہل سنت نہیں، اور کیا سارے فرقے حق پر ہیں؟

یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آج کے دور میں، ”اہل سنت“، صرف وہ لوگ ہیں، جن کو عام زبان میں ”بریلوی“ کہا جاتا ہے، کیونکہ یہی لوگ سلف صالحین کے حقیقی پیرو ہیں۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اہل سنت ہی کو نجات پانے والی جماعت ثابت کرنے کے لیے، اسی چیز کو بطور دلیل پیش کر رہے ہیں، تمام کے تمام سلف صالحین، ائمہ دین مشائخ صوفیہ، اسی عقیدے پر تھے، جو آج اہل سنت کا ہے۔ (ایضاح المعانی: ۷۶/۱)

نجدی مفسر نے لکھا: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے اہل سنت والجماعت اور اہل بدعت و افتراق مراد لیے ہیں۔ (ابن کثیر و فتح القدیر) جس سے معلوم ہوا کہ اسلام وہی ہے جس پر اہل سنت و جماعت عمل پیرا ہیں اور اہل بدعت و اہل افتراق اس نعمت اسلام سے محروم ہیں جو ذریعہ نجات ہے۔“ (ص: ۱۶۵)

سارے فرقوں کو حق پر سمجھنے والوں اور سب کو اپنی جگہ صحیح کہنے والوں کو غور کرنا چاہیے، کہ ان کی یہ فکر، تعلیم نبوی ﷺ سے نکل رہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: (سارے فرقے حق پر نہیں ہوں گے بلکہ) ”الا ملۃ واحده“، ”یعنی صرف ایک جماعت جنتی (حق پر

نجدی مفسر نے بھی لکھا: ”حق پر صرف ایک فرقہ ہے۔“ (۱۱۳۶، ۱۲۲۳، ۳۰۶، ۲۳۵)

(ترجمان دہلیہ، سیرت ثانی، اشاعت النہ، ج ۹ شمارہ ۷، ص ۴۳)

اور کوئی چوری، بلکہ سینہ زوری سے خود کو "اصلی اہل سنت" ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ آج کل ان کے کئی بچہ جو بڑے بڑے فخر سے خود کو وہابی بھی کہہ رہے ہیں، گویا دماغ چکرار رہا ہے، اور حقیقت سے کوسوں دور ہو چکے ہیں۔

کفار کے متعلقہ آیات، مومنین پر چسپاں کرنے والے خارجی اور بدترین مخلوق ہیں:

..... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ نقل فرماتے ہیں؛ پس

ہم شرار خلق اللہ، وقال: "انہم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المؤمنین"۔ "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان (خوارج) کو اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق سمجھتے تھے، اور فرماتے: (کیونکہ) وہ لوگ ان آیات کو مؤمنوں پر لگاتے ہیں، جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں"۔ (بخاری، کتاب استنباط المرادین: ۱۰۲۴، مسلم کتاب الزکوٰۃ)

پورے نجدی دین اور اس سعودی تفسیر کی بنیاد اسی خارجیانہ طریقے پر ہے، کہ مشرکوں اور بتوں کی مذمت میں نازل ہونیوالی آیات کو مؤمنین اور صالحین پر چسپاں کیا گیا، جس پر یہ ساری تفسیر گواہ ہے۔ جس سے یہ بات قطعاً ثابت ہو گئی کہ یہ لوگ حقیقت میں خوارج کے قبضین، یعنی خارجی اور بدترین مخلوق ہیں۔

❖۔۔۔ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا تھا: "ہم شرار الخلق والخلیفة"، یعنی وہ تخلیق اور اخلاق کے لحاظ سے بدتر ہیں۔ (مسلم کتاب الزکوٰۃ)

❖۔۔۔ سعودی مفتی ابن باز نے لکھا ہے: "یہی (یعنی مسلک المل سنت) کفار قریش اور پہلے مشرکوں کا دین تھا۔ (معاذ اللہ!) (۔۔۔ عام نصیحت، مفید مجموعہ: ۹ مطابح النجفی الریاض)

کیا کفار کے متعلقہ آیات کا، مؤمنین کیساتھ تعلق ہو سکتا ہے؟

چونکہ مومن اور کافر میں اصل فرق اور امتیاز ہی عقیدے اور نظریے کا ہے، باقی رہیں عملی اور اخلاقی برائیاں تو وہ سب میں پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: تم اپنے سے قبل لوگوں کے طریقوں کو ضرور اپناؤ گے، پوچھا گیا: یہود و نصاریٰ کے؟ فرمایا: اور کس کے؟۔ (بخاری کتاب الامتسام)

لہذا جن آیات میں کفار کی عملی خرابیوں کی مذمت کی گئی ہے، ان میں سے جو برائی کسی مسلمان، یا مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں، تو ایسی آیت سے مسلمانوں کو ضرور

نصیحت پکڑنی چاہیے۔ اور ان کو یہ احساس ہونا چاہیے، کہ ہم مسلمان ہیں، رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں، خیر الامم ہیں، ہمیں کفار والی حرکتوں اور عادتوں سے باز رہنا چاہیے۔
باقی رہی وہ آیات جن میں کفار کے مشرکانہ اور کافرانہ عقائد کی برائی کی گئی ہے، ان آیات کو مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔

جیسے نجدی مفسر نے ایک جگہ خود لکھا ہے: ”یعنی شفاعت کی نفی اہل کفر و شرک کے لیے ہے، اور اثبات ان کے لیے جو گنہگار مومن و موحد ہوں گے، اس طرح دونوں قسم کی آیات میں کوئی تعارض بھی نہیں رہتا۔ (ص: ۳۵۸)

یعنی اگر شفاعت کی نفی والی آیات جو کہ کفار کے متعلقہ ہیں مان کو مومنین کی طرف منسوب کیا جائے، تو یہ تضاد، ٹکراؤ اور تحریف ہوگی۔ لہذا یہ لوگ بعد وصال شفیع الامم ﷺ سے طلب شفاعت کو شرک کہہ کر اس تحریف کے مرتکب ہوئے۔

(برائے تفصیل ”شفاعت“ کا عنوان ملاحظہ کریں)

اس قسم کی آیات کا مصداق مومنین کو بنانا، یہی اہل خوارج کی بدعت اور ایجاد تھی، جو اس دور کے خارجیوں میں بھی کامل اور مکمل طور پر پائی جاتی ہے۔

..... تابعی یزید الفقیر رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے سامنے خوارج کے خاص انداز کے مطابق نفی کی آیات (آل عمران: ۱۹۲، جہدہ: ۲۰۰) پیش کر کے جہنمی مسلمانوں کی شفاعت کا انکار کیا، یعنی کفار کے متعلقہ آیت کا مصداق مسلمانوں کو بنایا، تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آیت وسیلہ پیش کر کے ان کا رد کر دیا، کہ تم کفار کے متعلقہ آیات سے استدلال کر رہے ہو۔ تو وہ تائب ہو گئے۔ (سلم کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ)

..... طلق بن حبیب جو شفاعت کے منکر تھے، انہوں نے اپنا موقف ثابت کرنے

کے لیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے سامنے کئی آیتیں پڑھ دیں، آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: تم نے جتنی آیتیں پیش کی ہیں وہ سب مشرکوں سے متعلق ہیں، تو وہ لا جواب ہو گئے۔ (مسند احمد: ۳/۳۳۰، فتح الربانی ۲۳/۱۱۹، باب فی الشفاعۃ)

معتزلہ جن آیات کو دلیل بنا کر اہل کبار کی شفاعت کا انکار کرتے ہیں، خود نجدی لوگ ”سلفی تفاسیر“ کے حوالے اور سہارے سے ان کے جواب میں یہی کہتے ہیں کہ یہ آیات صرف کفار اور مشرکین کے متعلق ہیں۔ (مفہوم الشفاعۃ فی السلام: ۱۰۷...۱۲۶، عبد العظیم نور العین نجدی، مکتبہ دعوت وارشاد، ۱۴۲۶ھ)

اب ہم بھی سلف کرام کے حوالے سے یہی کہتے ہیں کہ یہ نجدی وہابی لوگ جتنی آیات پڑھ کر بزرگوں اور ان کی قبور کو بتوں سے ملا کر ان کی گستاخیاں کرتے ہیں، اور مسلمانوں کے عقائد پر حملہ کر کے ان کو مشرکوں سے بھی بدتر کہتے ہیں، وہ سب کی سب آیات صرف اور صرف بتوں شیطان اور کافروں کے متعلق نازل شدہ ہیں، ان کو مسلمانوں سے کچھ واسطہ نہیں۔

گمراہ فرقوں کے قرآن سے استدلال کرنے کی حیثیت؟:

لکھا ہے: ”گمراہ فرقے اپنے اپنے گمراہانہ عقائد کے اثبات کے لیے اس کی آیات میں معنوی تحریف تو کرتے رہے ہیں، اور آج بھی کرتے ہیں۔۔۔“۔ (سعودی تفسیر: ۷۱۳)

پھر لکھا: ”کاش اہل بدعت کو قرآن سمجھنے کی توفیق نصیب ہو“۔ (ایضاً: ۵۳۶)

مزید لکھا: ”پڑھتے قرآن کی آیت ہیں اور مسئلہ اپنا خود ساختہ بیان کرتے ہیں۔ عوام سمجھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے مسئلہ قرآن سے بیان کیا، دراصل حالیکہ اس مسئلے کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہے، یا پھر آیات میں معنوی تحریف و طبع سازی سے کام لیا جاتا ہے، تاکہ باور یہی کرایا

جائے کہ یہ من عند اللہ ہے۔ (ایضاً: ۱۵۶، ۱۹۶، ۲۳۲)

یہی حال اختلافی مسائل میں اس سعودی تفسیر کا ہے، جو تفسیر نہیں بلکہ اصل میں تحریف القرآن اور مداخلت فی الدین ہے۔

بدعتی کون، سعودی وہابی یا پاکستانی وہابی؟:

غیر مقلد حضرات تقلید کو بدعت اور شرک کہتے ہیں، جبکہ سعودی نجدیوں کا حنبلی ہونے کا دعویٰ ہے، چونکہ شیخ نجدی کو حنبلی کہا جاتا ہے۔

اب بتایا جائے کہ یہ سعودی نجدی مقلد ہو کر بھی بدعتی شرک کیوں نہیں، یا تقلید کی کوئی خاص قسم ہے جو جائز ہے؟، اور اس کو شرعی نص سے ثابت کیا جائے۔

آپ نے ابھی نواب صدیق غیر مقلد کا سعودی نجدیوں سے لا تعلقی کا اقرار پڑھا۔۔۔ غلام رسول مہر لکھتے ہیں: ”وہابی“ کا لفظ (ان نام نہاد اہلحدیثوں کے لیے) اس لیے بھی غلط تھا، کہ یہاں کے اہل حدیث کو نجد کے وہابیوں سے کوئی تعلق نہ تھا، اہل نجد حنبلی ہیں، اہل حدیث کسی امام کے مقلد نہیں۔ (“افادات مہریہ” مرتبہ اکثر شیر بہادر خاں، ص: ۲۳۶)



عنوان: ۵:

کیا قرآن پاک ترجمہ و تفسیر کے لیے آسان کر دیا گیا؟:

عام طور پر مخالفین عوام کو انعام یافتہ لوگوں کی راہ سے بہکانے، چنی آوارگی کا عادی، اور خواہشات کا بندہ بنانے، سلف کی تقلید کو شرک کہہ کر اپنی دکان چمکانے، اپنا اندھا مقلد اور وہابی بنانے کے لیے، یہ کہتے پھرتے ہیں: ”کہ جب قرآن پاک تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے آیا ہے، اور وہ خود فرماتا ہے: ”کہ ہم نے قرآن بھنے

کے لیے آسان کر دیا۔“ (القر: ۱۷)

لہذا ہر انسان پر ضروری ہے اور اس کو حق حاصل ہے، کہ وہ خود تحقیق کر کے اس پر عمل کرے، اور خود مفسر بنے۔ اسی آزادی مذہب کو عام کرنے کے لیے، سودی مفسر نے آیت ”وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ“ (القر: ۱۷) کے تحت لکھا: ”یعنی اس کے معانی و مطالب کو سمجھنا، اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا، اور اسے زبانِ یاد کرنا ہم نے آسان کر دیا ہے۔۔۔ کوئی شخص تھوڑی سی توجہ دے تو وہ عربی گرامر اور معانی و بلاغت کی کتابیں پڑھے بغیر اسے آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔“ (ص: ۱۵۰۳)

اسماعیل دہلوی کی اپنے حواہیوں کو تعلیم اور مشورہ ملاحظہ فرمائیں، لکھا:

”اور یہ عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے، اس کو بڑا علم چاہیے، ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں۔۔۔ اور اللہ و رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے۔۔۔“ (توہ الايمان: ۲۳، نہانی کتب)

..... شریعت محمدیہ میں اپنے گھر سے ایک نئے فرض کا اضافہ کرتے ہوئے، ہر خاص و عام کو محقق و مفسر بنے کا سبق دے رہا ہے، لکھا: ”ہر خاص و عام کا فرض ہے کہ کتاب و سنت ہی کی تحقیق میں لگا رہے، انہیں کو سمجھنے کی کوشش کرے۔“ (ایضاً: ص: ۲۵)

اور بطور استہزاء یہ بھی کہتے ہیں کہ علماء اہل سنت، عوام بیچاری کو اندھیرے میں رکھنے کے لیے کہتے ہیں: ”یہ بڑی مشکل کتاب ہے، اس کو صرف عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں، عام آدمی کو چاہیے کہ صرف تلاوت تک ہی اکتفا کرے۔“

لعنة الله على الكاذبين!

یہ جھوٹ اور کھلا بہتان ہے، جسے کوئی دہابی مولوی اہل سنت کے کسی عالم دین

کی تحریر و تقریر سے ثابت نہیں کر سکتا، جس میں کہا گیا ہو کہ عام آدمی صرف تلاوت کر، بلکہ علماء کرام فرماتے کہ عوام الناس کو بھی قرآن سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور چونکہ عام آدمی میں اتنی صلاحیت ہی نہیں ہوتی، اور نہ ہی ہر ایرے غیرے کو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، کہ وہ خود مترجم، مفسر اور محقق بننا پھرے۔۔۔ لہذا ان کے لیے ضروری ہے، کہ اپنے عقائد و نظریات کی حفاظت کے لیے، صرف سنی علماء کے ترجمہ و تفسیر کا ہی مطالعہ کریں، اور بد مذہبوں کے ترجمہ و تفسیر سے پرہیز کریں۔

یہی کتاب و سنت اور سلف کی تعلیم ہے، اور اس کے بغیر کسی کا بھی گزارا نہیں۔ یعنی عوام کو صرف خود مترجم و مفسر بننے سے منع کیا جاتا ہے، نہ کہ اہل سنت کے ترجمہ و تفسیر پڑھنے سے بھی۔

ورنہ غیر مستند ترجموں اور تفسیروں کی وجہ سے جو خرابی اور فساد ہوا، اس کو سمجھنے کے لیے یہی ”سعودی تفسیر“ کافی ہے۔

(مزید ”علم القرآن“، از مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، کا مقدمہ ملاحظہ کریں)

..... لطیفہ: ذاکر ٹائیک غیر مقلد وہابی، یزیدی (کیونکہ وہ یزید کو رضی اللہ عنہ، اور بے گناہ کہتا ہے، حالانکہ یزید کے فسق پر امت کا اتفاق ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیت، کافر اور لعنتی کہتی ہے۔ اسماعیل دہلوی نے بھی یزید اور شمر کو ہی امام عالی مقام کا قاتل قرار دیا اور بدتر انسان کہا۔ (الصواعق المحرقة ص ۲۲۲، روح المعانی: ج ۱۳، تقویۃ الایمان) اپنی ایک تقریر میں، تضاد پیدا کر دیتے ہوئے کہتا ہے: ”اکثر کئی مسلمان کہتے ہیں، کہ یہ قرآن ایسی کٹھن کتاب ہے، ایسی مشکل کتاب ہے، یہ صرف عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں، عام آدمی نہیں سمجھ سکتا۔“

تھوڑی دیر بعد خود ہی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتا ہے: ”اور کئی عربی

الفاظ کے پچاس سے زیادہ معانی ہوتے ہیں، ایک آیت کے کئی معانی ہوتے ہیں، یہ اللہ جلّ و تعالیٰ کی آخری کتاب سب سے کٹھن کتاب ہے، مشکل کتاب ہے جس کا ترجمہ ہو سکتا ہے۔“

پھر ”پس تم جاننے والوں سے پوچھ لو اگر تمہیں خود علم نہ ہو۔“ (الانبیاء: ۷)، پڑھ کر کہا: ”اگر ترجمہ پڑھ رہے ہیں اور چند آیت آپ کو سمجھ میں نہیں آتی تو عالموں سے پوچھ لیں،۔۔۔ ترجمہ ضرور پڑھیں۔“ (عنوان تقریر: ”کیا قرآن سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟“)

ہم بھی تو یہی کہتے ہیں! کہ بغیر علماء کی رہنمائی کے قرآن کا ترجمہ و تفسیر سمجھنا ناممکن ہے۔

”ولقد یسرنا القرآن“ کا صحیح مفہوم:

• ذاکر ٹائیک نے ”ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مذکر۔“ (القر: ۱۷) کا ترجمہ کیا: ”ہم نے قرآن مجید آپ کو سمجھنے کے لیے آسان بنایا، یاد رکھ سکے، آپ میں کون شخص اس کی بات نہ مانے گا؟“۔ (عنوان تقریر: ”کیا قرآن سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟“)

• اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ترجمہ کیا: اور بیشک ہم نے قرآن کو (زبانی) یاد کرنے کے لیے آسان فرما دیا، تو ہے کوئی یاد کرنے والا؟۔ (القر: ۱۷)

• علامہ غلام رسول سعیدی دام ظلہ نے ترجمہ کیا: ”اور بیشک ہم نے نصیحت کے حصول کے لیے قرآن کو آسان کر دیا، تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟۔“ (القر: ۱۷)

• سودی قرآن کے مترجم (جونا گڑھی) نے (القر: ۱۷) میں ”للذکر“ کا ترجمہ ”سمجھنے کے لیے“، اور ”مذکر“ کا ترجمہ ”نصیحت حاصل کرنے والا“ کیا۔

جبکہ (اتر: ۲۲، ۲۳، ۲۴) میں ”للاذکر“ کا ترجمہ ”نصیحت کے لیے“ اور ”مذکر“ کا ترجمہ ”نصیحت حاصل کرنے والا“ کیا ہے۔

اور اس سے پچھلی آیت (اتر: ۱۵) میں ”مذکر“ کا معنی ”فتح القدر“ کے حوالے سے، ”عبرت پکڑنے اور نصیحت حاصل کرنے والا“ کیا ہے۔ (ص: ۱۵۰۳)

معلوم ہوا کہ ان آیات میں ”للاذکر“ اور ”مذکر“ کا معنی، نصیحت حاصل کرنا ہے، نہ یہ کہ ہر آدمی کے لیے اس کا ترجمہ و تفسیر کرنا آسان کر دیا گیا ہے۔

لیکن بہتر ترجمہ وہ ہے جو میرے امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے کیا کہ ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان کر دیا۔ کیونکہ قرآن سے نصیحت بھی ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔۔۔ بلکہ قرآن متقین کے لیے نصیحت ہے۔ (آل عمران: ۱۳۸)

نجدی مفسر نے خود بھی لکھا: ”بشرطیکہ کوئی قرآن سے نصیحت حاصل کرنا چاہے۔ ورنہ۔۔۔ دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے؟“۔ (ص: ۳۷۳)

فاروق اعظم کا ارشاد کہ قرآن ماہرین سے سمجھو:

”حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے جابیہ کے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! جو قرآن کا مسئلہ پوچھنا چاہے، وہ ابی بن کعب سے پوچھے، جو سیرت کے احکام پوچھنا چاہے وہ زید بن ثابت سے پوچھے، جو فقہ کا مسئلہ پوچھنا چاہے وہ معاذ بن جبل سے پوچھے“۔ (طہرانی اوسط، مجمع الروائد، ۱/۱۳۵)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو از خود محقق و مفسر بننے کی بجائے، ان شعبہ جات کے ماہر علماء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔ اس فرمان سے یہ بھی معلوم ہوا ممتاز علماء کے فتویٰ اور فیصلہ جات پر عمل کرنا اور انہیں دلیل سمجھنا درست ہے، اور اسی کا نام

تقلید ہے۔

اور کیا آپ ﷺ کی متعدد حدیثوں میں قرآن سیکھنے اور سیکھانے کی تعلیم نہیں ہے؟۔۔۔ نجدی مفسر نے بھی لکھا: ”کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو قاری قرآن کا ماہر بھی ہو“۔ (بخاری: تفسیر عیس: ۱۶۸۶)

بغیر اتباع سلف، قرآن و حدیث سمجھنا ممکن نہیں: (اہمیت مسلک سلف)
جب دنیاوی معاملات میں آدمی شعبہ جات کے ماہرین کی طرف یہ سوچ کر رجوع کرتا ہے، کہ وہ مجھ سے بہتر جانتے ہیں، اور میں خود مداخلت کر کے بجائے فائدہ کے نقصان اٹھاؤں گا۔۔۔ یہ تو پھر بھی بندے کے دین اور ایمان کا معاملہ ہے، جو اس سے کہیں زیادہ اہم اور نازک ہے۔

اگر پھر بھی کسی کو خود ہی سب کچھ بننے کا خط ہو، تو اس کو چاہیے کہ وہ پہلے تو بغیر کسی عالم یا کتاب کی مدد کے الفاظ قرآنی پر اعراب لگائے، (کیونکہ یہ دور رسالت کے بعد لگائے گئے ہیں)، پھر ترجمہ کرے۔

تفسیر کا معاملہ تو بعد کا ہے۔۔۔ انشاء اللہ! ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔
اور شاید وہ یہ نہیں جانتا، کہ قرآن کریم کا ترجمہ کرتے ہوئے بڑے بڑے علما سے بڑی بڑی غلطیاں کھا گئے، یہ کس کھیت کی مولیٰ ہے؟۔

(”کنز الایمان“ اور ”رشد الایمان“ وغیرہ سے ”تراجم کا تقابلی جائزہ“ ملاحظہ کریں)

معلوم ہو گیا جو یہ کہے کہ قرآن سمجھنے کے لیے کسی عالم کی پیروی کی ضرورت نہیں، وہ احمق و جاہل ہے، اور اس نے خود کو گمراہی کے گڑھے میں گرا لیا ہے۔

نجدی مفسر نے بھی ترجمہ و تفسیر کی مشکلات اور مفسرین کے اختلاف کا ذکر کیا، اور اقرار کیا کہ بغیر سلف کرام کی اتباع کے قرآن سمجھنا ناممکن بھی ہے، اور قرآن کی ایسی تفسیر جو منہج سلف سے ہٹ کر ہو، مردود ہے۔ لکھا: ”بعض قدیم و جدید مفسرین نے (جو صحابہ و تابعین کی تفسیر اور سلف کے منہج و مسلک کو اہمیت نہیں دیتے)۔ (ص: ۱۱۳)

اور لکھا: ”اجماع امت کا انکار کفر ہے“۔ (ص: ۲۵۶)

تو عام آدمی کو اجماعی مسائل کا علم کیسے ہوگا؟، کہ ان سے اختلاف نہ کرے۔

اسی سعودی تفسیر کے نئے ایڈیشن (بنام ”تفسیر احسن البیان“، مکتبہ دارالسلام لاہور،

ریاض) میں بھی یہ دعویٰ کیا، بلکہ سفید جھوٹ بولا: ”کہ یہ سعودی تفسیر، تفسیر میں کثیر فتح القدر، ابن جریر، طبری، جیسی سلفی و قدیمی تفاسیر کا خلاصہ اور سلف کے منہج و مسلک کا آئینہ ہے۔ (ص: ۱۲، ۶)

(۱۳۹، ۶۸،

میں کہتا ہوں اگر قرآن سمجھنا اتنا ہی آسان ہے تو پھر ان تفسیروں سے استفادہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟۔

نجدی مفسر نے آیت: ”پس تم جاننے والوں سے پوچھ لو اگر تمہیں علم نہ

ہو“۔ (انبیاء: ۷) کے تحت لکھا: ”اس میں تو علماء کی طرف رجوع کرنے کی تاکید ہے، جو عوام کے لیے ناگزیر ہے، جس سے کسی کو مجال انکار نہیں ہے۔۔۔ تو مطلب ہوا کہ علماء کے ذریعے سے نصوص شریعت معلوم کریں۔۔۔“۔ (ص: ۸۸۴)

سعودی مفتی نے لکھا: ”اہل علم کا عام قول یہی ہے اور جو شخص ان سے الگ

رائے اختیار کرے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ (فتاویٰ ابن باز، اردو: ۷۴، دارالسلام الریاض)

سورۃ توبہ (۱۲۲) کے تحت نجدی مفسر نے لکھا: ”۔۔۔ ہر بڑی جماعت یا قبیلے میں

سے کچھ لوگ دین کا علم حاصل کرنے کے لیے اپنا گھریلو چھوڑ دیں اور مدارس و مراکز علم میں جا کر اسے حاصل کریں اور پھر آکر اپنی قوم میں وعظ و نصیحت کریں۔۔۔“ (سودی تفسیر: ۵۵۶)

لکھا: ”تفصیل کتب فقہ و شروح اور تفاسیر میں ملاحظہ کریں۔“ (ص: ۲۳۵، ۲۳۴، ۳۰۱، ۱۶۱۸)

سورۃ یوسف (۲۳) کے مفہوم اور ترجمہ کے متعلق، مفسرین کے اختلاف اور

مشکلات کا ذکر کیا۔ (ص: ۱۵۷، ۶۳۵)

مزید لکھا: لیکن اگر قرآن کا ترجمہ و مطلب نہیں آتا، تب بھی اس کی تلاوت میں کوتاہی

جائز نہیں ہے۔ (ص: ۵۲)

لکھا ہے: ”قاضی شوکانی فرماتے ہیں، اس کی یہی تفسیر صحیح اور حق ہے، جس سے عدول

اور کسی اور مفہوم کی طرف جانا صحیح نہیں ہے۔“ (ص: ۳۶۷- مزید، ص: ۱۳۵۵)

لکھا ہے: البانی نے صحیح کہا باقی علماء ضعیف۔ (ص: ۱۵۹۷، ۹۳۷)

لکھا ہے: شوکانی نے کہا کہ اصحاب کہف کے پاس مسجد بنانے والے مسلمان تھے، جبکہ

ابن کثیر نے کہا کہ کافر تھے، کیونکہ کہ یہ کام لعنت کا باعث ہے۔ (ملخصاً: ص: ۸۰۵)

۱۔ کتنا اختلاف ہے؟ ایک لعنتی کام کہہ رہا ہے اور دوسرا جائز۔

❖ ایک دفعہ پھر دہلوی صاحب کی نصیحت ملاحظہ کریں: ”اور یہ عوام الناس میں مشہور

ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے، اس کو بڑا علم چاہیے، ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام

سمجھیں۔۔۔ اور اللہ و رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے۔۔۔“ (تقویۃ الایمان: ۲۳)

❖ مزید لکھتے ہیں: ”ہر خاص و عام کا فرض ہے کہ کتاب و سنت ہی کی تحقیق میں لگا

رہے، انہیں کو سمجھنے کی کوشش کرے۔“ (ایضاً: ص: ۲۵)

دہلوی صاحب کی ”تقویۃ الایمان“ کو ایمان کی تقویت سمجھنے والے بتائیں، کہ

سعودی تفسیر میں ان مقامات پر سلف، محدثین، اہلسنت کے مسلک اور اجماع

سعودی تفسیر میں تقلید، اور فرقوں کا ذکر: (ص ۱۶۰، ۹۰۵، ۹۳۵، ۹۵۷، ۱۰۱۰، ۱۰۹۰، ۱۱۳۲، ۱۱۶، ۱۱۹۳، ۱۳۵۳، ۱۶۹۹، ۳۳۰، ۶۷۲، ۵۸۷، ۸۵، ۱۱۱، ۱۳۶، ۱۵۸، ۱۶۳، ۱۶۵، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۹، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵،

ان ائمہ سلف اور ان کی کتب کا تذکرہ اور ان سے استفادہ کیا گیا:

تفسیر قرطبی کا ذکر۔ (ص: ۱۸، ۱۴۰، ۱۳۵، ۱۵۲، ۱۶۹، ۱۹۸، ۲۰۵، ۱۵۶۹)

[illegible]

(1277, 1219, 1202)

روح المعانی کا ذکر۔ (ص ۲۰۹، ۸۱۵)

فتح الباری کا ذکر۔ (ص: ۳۰۵، ۲۷۵، ۹۱۴، ۸۰۶، ۱۵۹۷، ۱۶۸۹، ۱۷۵۳، ۱۷۲۶، ۱۷۰۲)

الفوز الكبير: ۴۴ پر۔ مرعاة النافع: ۲۵۰ پر۔ مرقاة: ۴۶۹ پر۔ فیض القدير: ۱۳۱، ۱۶۰ پر۔

سیرت ابن ہشام؛ ۱۵۷، ۱۰۸ پر۔ الفتح الربانی؛ ۵۱ پر۔ امام ابن العربی؛ ۲۶۶ (فتح القدیر) پر۔

امام شافعی کا ذکر۔ (ص: ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷)

امام مالک کا ذکر۔ (ص: ۵۲۸، ۹۶۸، ۱۵۳۳، ۱۵۵۷) امام بخاری کا ذکر: ۱۳۲۵۔

امام ابو حنیفہ، احناف: (ص: ۴۱۳، ۳۸۶، ۵۲۸، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴)

سلطان صلاح الدین ایوبی: (قبل اذان درود)

سعودی تفسیر میں سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کے بیت المقدس کو

عیسائیوں سے آزاد کروانے کا ذکر کیا گیا۔ (ص: ۱۶۶)

یہ وہی شخصیت ہے، جس نے (۷۸۱ھ) میں اذان سے پہلے درود شریف کا

آغاز کروایا تھا۔ (القول البدیع: ۱۹۲) جس کو آج نجدی بدعت اور گناہ کہتے نہیں شرماتے

ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۹۰)۔۔۔ گویا یہ سلطان اور (۷۰۰) سال سے پوری امت مسلمہ بھی

ان کے نزدیک بدعتی ہے۔

✽۔۔۔ شیخ نجدی نے ایک نابینے مؤذن کو اس لیے قتل کروادیا کہ وہ اذان کے بعد درود

شریف پڑھتا تھا۔ (الفجر الصادق: ۱۷)

✽۔۔۔ علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا کہ:

کثرت سے درود شریف پڑھنا اہل سنت کی علامت ہے۔ (القول البدیع)

معلوم ہوا کہ درود پاک کو حیلوں بہانوں سے روکنا بدعتی ہونے کی علامت

ہے۔

فرقہ واریت کا سبب فروغی اختلاف نہیں، تفرقہ پسند ٹولا؟:

نجدی مفسر نے لکھا: ”قرآن و حدیث کے فہم اور اس کی توضیح و تفسیر میں کچھ باہم

اختلاف، یہ فرقہ بندی کا سبب نہیں ہے۔ یہ اختلاف تو صحابہ اور تابعین کے عہد میں بھی تھا، لیکن

مسلمان فرقوں اور گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے۔ (ص: ۱۲۴)

پھر لکھا: اس سے بعض صحابہ نے استدلال۔ (ص: ۱۳۲۰)

مزید لکھا: ”یعنی ان کا تعلق ان فروعی مسائل سے نہیں ہے جن میں دلائل یا ہم مختلف یا متعارض ہوتے ہیں، یا جن میں کبھی فہم کا تباہی اور تفاوت ہوتا ہے۔ کیوں کہ ان میں اجتہاد و اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے، اس لیے یہ مختلف ہوتے ہیں اور ہو سکتے ہیں، تاہم تو حید و اطاعت فریق نہیں، اصولی مسئلہ ہے جس پر کفر و ایمان کا مدار ہے۔“ (ص: ۱۳۶۳)۔۔۔ مزید لکھا: علیٰ ہذا ہے، دونوں فریقوں کے پاس دلائل ہیں۔ (ص: ۱۳۷۸)

یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی غیر مقلد حضرات سنی عوام کو وہابیوں کے لیے چند فروعی مسائل کو اچھا لکرا حائف کو گمراہ، مخالف سنت، ان کی فہم کی گنجائش کتے ہیں، جو یقیناً فساد فی الارض، تفرقہ پسندی اور انگریز دوستی کے سوا کچھ ہے۔

اور مقصد اپنے عقیدے کی خیانت کو چھپانا ہوتا ہے، کہ اگر عوام الناس سے پہلے عقیدے کی بات کی تو ہکار ہاتھ نہیں آئے گا، چونکہ عوام میں یہ پہلے ہی سے کافی مشہور ہے، کہ نجدی لوگ گستاخ اور گمراہ ہیں، شاہد امام کو بخاری کی دفع یدین کے متعلق چند حدیثیں دکھا کر متاثر کرو، کہ دین پر اصل عمل کرنے والے تو ہم لوگ ہیں، جب کوئی متاثر ہو گیا، تو پھر خود ہی آہستہ آہستہ نجدی عقائد بھی قبول کر لے گا۔

آزادی رائے، ترک مسلک سلف و تقلید و اجماع کا انجام: (نیا فرقہ؟)

جب تک امت مسلک سلف، اجماع امت اور فقہاء کی تقلید پر قائم رہی، فروعی اختلاف کے باوجود بھی مسلمان آپس میں یک جان تھے، کسی فروعی مسئلے کی بنا پر کوئی کسی کو طعن کا نشانہ نہیں بناتا تھا۔ پھر جوں ہی اسلام دشمن قوتوں کی سوچی سمجھی سکیم کے تحت

مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے کے لیے، دین میں آزادی رائے کا فتنہ شروع ہوا، پھر تو نت نئے فرقے وجود میں آنے لگ گئے۔

جیسا کہ ”شیخ نجدی“ اور اس کے اتباع کی ضلالت کا بھی یہی سبب ہے۔ شیخ نجدی کے بھائی، شیخ سلیمان، علامہ دحلان کی اور علامہ آفندی وغیرہ علماء نے لکھا: ”محمد بن عبدالوہاب اور اس کے پیرو، اپنی خواہش سے قرآن پاک کی تاویلیں کرتے تھے، نبی پاک ﷺ، صحابہ کرام، سلف صالحین اور ائمہ مفسرین علیہم الرحمۃ کی تفسیر کے مطابق تفسیر نہیں کرتے تھے۔ (الصواعق الاہیہ، الدرر السدیہ: ۴۱، الفجر الصادق: ۱۹)۔

— کتاب: ”بہرے کے اعترافات“ میں بھی یہ بات موجود ہے۔

امام ولوہابیہ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے: ”ہر خاص و عام کا فرض ہے کہ کتاب و سنت ہی کی تحقیق میں لگا رہے، انہیں کو سمجھنے کی کوشش کرنے“۔ (تقویۃ الایمان: ص ۲۵)

یعنی سلف کرام کے طریقے کی پابندی کی کوئی حاجت نہیں، بس خود ہی۔۔۔۔۔

غیر مقلدین کے مجتہد نواب صدیق حسن لکھتے ہیں: ”فرمانرواں بھوپال کو ہمیشہ آزادی مذہب میں کوشش رہی، جو خاص منشا گورنمنٹ انڈیا کا ہے۔۔۔۔۔ دولت عالیہ برٹش نے۔۔۔۔۔ بلکہ اشتہار آزادی مذہب جاری کیے“۔ (ترجمان ولوہابیہ: ۳)

مزید لکھتے ہیں: ”اگر کوئی بدخواہ و بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا، تو وہی شخص ہوگا جو آزادی مذہب کو ناپسند کرتا ہے اور ایک مذہب خاص پر جو باپ داداؤں کے وقت سے چلا آرہا ہے، جما ہوا ہے“۔ (ایضاً: ۵)

نواب صاحب کی ان دو عبارتوں میں کس قدر واضح گواہی ہے کہ آزادی مذہب اور نئے فرقے کی ابتدا کرنا، اللہ و رسول کی منشاء نہیں، بلکہ اسلام دشمنوں کی منشاء

و منصوبہ تھا، جو نجدیوں نے پورا کر دکھایا۔ اور یہ بھی کہ اہل سنت انگریز کے دشمن ہیں، اور ان کا مسلک قدیمی ہے۔

مزید لکھا: ”خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے، کہ جب سے اسلام آیا ہے، اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔“

مزید لکھا: ”حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے“۔۔۔۔۔ مزید: ”اور ہند کے (مسلمان) اکثر حنفی اور بعض شیعہ اور کتر اہل حدیث“۔ (ایضاً: ۱۵، ۱۰، ۵۷)

•۔۔۔ ثناء اللہ امرتسری نے بھی لکھا: اسی (۸۰) سال (انگریز کے آمد سے) پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔ (شیخ وحید ۱۴۰، امرتسرہ سرگودھا: ۵۳ مکتبہ عزیز یہ لاہور)

احسان الہی ظہیر نے چاہا تو یہ تھا کہ بریلویوں کو نیا فرقہ ظاہر کیا جائے، مگر اللہ تعالیٰ نے حق کو سر بلند کیا، اور خود مکر سے یہ اقرار کر دیا۔۔۔ کہ یہ بریلوی کوئی نیا فرقہ نہیں، ان کے عقائد وہی ہیں، پوری دنیا کے قدیمی مسلمانوں کے ہیں۔

لکھا: یہ جماعت (بریلوی) نام کے اعتبار سے اگرچہ نئی ہے، مگر عقائد کے لحاظ سے پرانی ہے، اور یہی عقائد پوری دنیا کے مسلمانوں کے ہیں۔ (البریلویہ، مکتبہ: ۱۰۰)

اسامیل دہلوی بزرگوں اور صحیح العقیدہ باپ داداؤں کے طریقے کی بھی مخالف پر ابھار رہا ہے: ”اس زمانے میں لوگوں نے مختلف راہیں اختیار کر رکھی ہیں، بعض باپ دادا کی رسموں پر چلتے ہیں، بعض بزرگوں کے طریقوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔“

(تکوین الامیان: ص ۲۳، نعمانی کتب خانہ)

•۔۔۔ مخبر صادق ﷺ کی تعلیم بھی ملاحظہ کریں، فرمایا: کہ آخری زمانے میں کچھ

جھوٹے اور مکار قسم کے لوگ ہوں گے، جو تمہارے پاس ایسی (نئی نئی) باتیں لائیں گے، ”ہما لم نسمعوا انکم ولا اباء کم“، جو پہلے نہ تم نے اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنی ہوگی، ان کو خود سے دور رکھنا اور ان سے دور رہنا، کہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مقدمہ مسلم شریف)

❖ فرشتے بھی دعا کرتے ہیں، اے اللہ! مومنین کے (حقیقت میں) صالح آباء کو بھی جنت میں لے جا۔ (مومن: ۸)

معلوم ہوا اہل سنت حق پر ہیں کہ اپنے آباء اور سلف کے مسلک پر قائم ہیں، جبکہ وہابی نیا فرقہ ہے، جس نے انگریز کی خوشنودی اور امت میں تفرقہ و انتشار کے لیے نئی نئی باتیں نکالی ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا صرف گمراہ آباء کی پیروی منع ہے۔

نواب صدیق اجماع سلف کو نظر انداز کر کے ایک نئے فرقے کی ابتدا کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ صرف کتاب و سنت کی دلیلوں کو اپنا دستوالعمل ٹھہراتے ہیں اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں“۔ (ترجمان وہابیہ ص ۲۰)

مولوی محمد حسین بیٹالوی نے بھی اپنا رشتہ سلف سے منقطع کرتے ہوئے یہی کچھ

کہا۔ (اشاعت المسند: ج ۹، شمارہ ۳، ص ۷۲)

❖ ذاکر نائیک بھی سلف صالحین سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے: ”بہن نے پوچھا ہے کون سے اسلام پر عمل کرے؟ اسلام جو قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے اس پر عمل کرے“۔ (عنوان تقریر ”اسلام کے متعلق غلط فہمیاں“)

پھر جب خود ہی اس آزادی مذہب و رائے کے سیلاب میں غرق ہونا شروع

ہوئے، تو پھر حواس باختہ ہو کر مولوی حسین بٹالوی پکاراٹھے: ”اے حضرات! یہ مذہب سے آزادی اور خود سری و خود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے، اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی و کوچہ و گلی میں پھیل گئی ہے، جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان رہنے نہیں دیا۔ حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا ہے۔“

(اشاعت السنۃ ج ۱۹، شمارہ ۸، ص ۲۵۵)

آزادی کی یہ ہوا اتفاقاً نہیں چلی تھی، بلکہ اس میں انگریزی حکومت کی منشا بھی شامل تھی (جیسے خود اقرار کیا)۔ (علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، ”البریلو کا تحقیقی تحقیقی جائزہ“) محمد حسین بٹالوی کا بیان ہے: ”پچیس ۲۵ برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے، جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد اور مطلق تقلید کے مارک بن جاتے ہیں، وہ اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، ان میں ایسا ہو جاتا ہے بعض لا مذہب جو کسی دین و مذہب کے بغیر ہیں اور احکام شریعت سے مسق و خروج تو اس آزادی کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ (اشاعت السنۃ ۱۸۸۸ء، ترجمہ ص ۵۱۵)

نواب صدیق حسن غیر مقلدین کے نوپید ہونے اور منکالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”اس زمانہ میں نمائش اور بیاکاری کا عادی فرقہ پیدا ہوا ہے، جو اپنے علاقائی بھائیوں (احناف) کے مقابل حدیث و قرآن کے علم اور ہر معاملے میں قرآن و حدیث پر عمل کا دھوئی کرتا ہے، حالانکہ علم، عمل اور معرفت میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔“ (جلد ۱۵۲: ۱۵۲) تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام سب پر حرف



وہابیوں کے (۴۱) جھوٹوں کی نشاندہی:

یوں تو پورا نجدی دین ہی جھوٹ کا پلندا (بڈل) ہے، جس پر مخصوص مسائل میں سعودی تفسیر گواہ ہے۔ اس لیے ان لوگوں کے جھوٹوں کا احاطہ اور جمع کرنے کے لیے الگ کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ ہم یہاں پر صرف چند جھوٹوں کی نشاندہی کر رہے ہیں، وہ بھی بالخصوص غیر مقلدین کے، اگرچہ دیوبندی بھی ان کے ہم عقیدہ اور ہم اصول ہیں، اور دنیائے نجدیت سے مطالبہ ہے کہ ان کے ثبوت فراہم کریں۔

ہمارے متعلق سعودی مفسر نے لکھا: آج قبر پرستوں کے پاس کچھ دلیل نہیں۔ (مخلصاً ۱۰۹۱)۔۔۔ یہ بھی لکھا: ”دلائل نہ رکھنے کے باوجود یہ اوہام باطلہ، ظنون فاسدہ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔“ (ص: ۵۷۳)

ہم بھی ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں: کہ آج ”نجدیت“ پرستوں کے پاس ان جھوٹوں کا کچھ ثبوت نہیں،۔۔۔۔۔ سوائے ظنون فاسدہ کے!۔
”حقیقت التوحید“ کتاب کے جھوٹ:

”حقیقت توحید“ صالح بن فوزان سعودی نجدی نے لکھی ہے۔ اس کے ٹائٹل پہ لکھا ہے: ”حجاج کے لئے تحفہ“۔ (مکتبہ ”الدعوة والارشاد الریاض“)

اس میں ایک جگہ لکھا: ”جیسا کہ آج کل کے قبر پرست (مراد اہلسنت ہیں) جو یہ کلمہ اپنی زبانوں سے پڑھتے ہیں، لیکن اس کے معنی کو بالکل نہیں سمجھتے۔۔۔ (چونکہ فوت شدگان کو وسیلہ بناتے ہیں، اس لیے)، پہلے مشرکوں نے کلمہ کے معنی کو ان سے بہتر

”سمجھا“۔ (استغفر اللہ!) (حقیقت توحید، اردو: ۲۷)

قارئین اب نمبر وار جھوٹ ملاحظہ کریں۔ (ان کا رد اپنے اپنے عنوانات کے ضمن میں دیکھیں کریں)

۱: اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم صرف اسی سے، کسی ولی وغیرہ کے واسطہ کے بغیر دعا کریں۔ (ایضاً: ۴۹)

۲: اس طرح جن آیات میں دعا کرنے کا حکم دیا، ان میں یہی ہے کہ براہ راست کسی کے واسطہ کے بغیر دعا کرو۔ (ایضاً: ۵۰)

۳: ”کہ صحابہ کرام نے کبھی بھی قبر الرسول ﷺ پر حاضر ہو کر آپ سے توسل و استمداد نہیں کی۔ (ایضاً: ۶۰) یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہتان عظیم ہے۔

۴: ”نا جائز وسیلہ یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کی ذات، یا عظمت، یا حق کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا۔۔۔ قطع نظر اس سے، کہ جس کے واسطہ سے سوال کیا جا رہا ہو، وہ زندہ ہو یا مردہ۔ اس طرح سوال کرنا بدعت، حرام اور شرک کے وسیلوں میں سے ایک وسیلہ ہے“۔ (ایضاً: ۵۵، ۵۶)

۵: ”عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت کے متعلق جھوٹ بولا: ”کہ اس نابینا نے آپ ﷺ کی موجودگی میں، آپ ﷺ کے وسیلہ اور نداء سے دعا کی، تاکہ غیر موجودگی میں“۔ (ایضاً: ۵۷)

۶: ”کہ کسی کی غیر موجودگی میں وسیلہ اختیار کرنے والا، اس کی عبادت کرنے والا ہے، جیسے مشرک کرتے تھے۔ (ایضاً: ۵۲، ۵۱)

اس فتویٰ سے صحابہ کرام بھی مشرک ٹھہرے۔ (استغفر اللہ!)

(اس جھوٹ کے متعلق مزید ”مسجد میں استغاثہ“ عنوان کے تحت ملاحظہ کر لیں)

۷: ”مشرکین مکہ“ بھی ان (اہلسنت) کی طرح اللہ کی بجائے مخلوق سے اپنے تعلق کی درستگی ثابت کرنے کے لیے، یہی کہتے تھے: کہ ہم صالحین سے صرف یہ چاہتے ہیں، کہ وہ ہماری اللہ کے ہاں شفاعت کریں۔ جیسا (سورۃ: زمر ۳، یونس: ۱۸) میں ہے۔“
(ایضاً، ملخصاً: ۴۴)

”سعودی تفسیر“ کے جھوٹ:

۸: کہ اہل سنت نبی اکرم ﷺ کو عالم الغیب کہتے اور مانتے ہیں۔ (ص: ۱۳۳)
۹، ۱۰: (۱): ”۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو مردوں کے لیے قرآن خوانی کی ترغیب دی نہ۔۔۔ رہنمائی فرمائی۔ (۲): اسی طرح صحابہ کرام سے بھی یہ عمل منقول نہیں، اگر یہ عمل، عمل خیر ہوتا، تو صحابہ اسے ضرور اختیار کرتے۔۔۔ (ملخصاً: ۱۳۹۸، نجم: ۳۹)

۱۱: ”قرآن۔۔۔ سے معلوم ہوا کہ سماع موتی کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔“
(ص: ۱۰۶۳)

۱۲: مشرکین مکہ بتوں کو ”الہ“ نہیں سمجھتے تھے، صرف وسیلہ سمجھتے۔ (ص: ۵۶۶، ۱۳۲۵)
۱۳: ”قیامت کو کوئی، کسی کی مشکل کشائی پر قادر نہیں ہوگا۔“ (ص: ۵۷۱)
۱۴: ”مرنے کے بعد۔۔۔ حتیٰ کہ نبی و رسول ہو، اسے دنیا کے حالات کا علم نہیں ہوتا۔“ (ص: ۵۷۱)

۱۵: کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مدد کی قدرت نہیں دی۔ (ص: ۱۳۰۵)

۱۶: اہل سنت نبی کریم ﷺ کو فوت شدہ نہیں مانتے۔ (ص: ۸۳۶)

۱۷: ”ہمیشہ اقلیت حق پر رہی، اور اکثریت گمراہ، اس امت کی بھی یہی صورت ہے۔“ (ص: ۳۸۵)

۱۸، ۱۹: ”قرون اولیٰ کے ”بہت بعد“ ایک مرتبہ پھر ”عرب میں“ شرک کے یہ مظاہر عام ہو گئے تھے۔“ (ص: ۱۳۹۳)

اس عبارت میں دو جھوٹ ہیں۔ (۱) ”بہت بعد“۔ (۲) ”عرب میں“۔

۲۰: ”حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ مصطفیٰ ﷺ کا اختیار کے متعلق روایت ہے کہ بے سند، موضوع اور قرآن اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقے کے خلاف ہے۔“ (ملخص: ۲۰)

۲۱: ”اور انبیاء نے کبھی کسی کا وسیلہ اختیار نہیں کیا۔“ (تفصیل: ۲۰)

۲۲: ”مدفون بزرگوں کو صفات الوہیت کا حامل سمجھ کر انہیں مدد کے لیے پکارتے ہیں۔“ (ص: ۶۷۳)

۲۳: اہلسنت افضل البشر ﷺ کو بشر نہیں مانتے۔ (ص: ۲۹۲)

۲۴: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، خانہ ساز درود ہے۔ (ص: ۱۱۹۰)

۲۵: اور یہ درود شریف آپ ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ (ایسا)

”تقویۃ الایمان“ کے جھوٹ:

۲۵: ”مشرکین بتوں کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اس کا بندہ اور حقوق جانتے

تھے۔۔۔ اودان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھتا ہی ان کا کفر و شرک تھا۔“ (تقویۃ الایمان ۲۹)

۲۶: ”سو غیبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔“ (تقویۃ الایمان ۹۶)

یعنی وہ قرب قیامت والی ہاؤ چل گئی، اور تمام انسان بے ایمان ہیں۔

۲۷: وہ بتوں کی عبادت والا شرک پھیل گیا۔ (تقویۃ الایمان ص: ۹۶، مکتبہ ظیل)

۲۸: آپ ﷺ پر جھوٹ باندھا: ”یعنی میں بھی ایک دن مرکز میں ملنے والا

ہوں۔ (تقویۃ الایمان)

۲۹: ترجمہ (یوسف ۱۰۶): ”اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے

ہیں۔“ (تقویۃ الایمان: ۲۶)

۳۰: (مسلمان) کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان: ۵۱)

ایک اور کتاب کے جھوٹ:

کتاب ”امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی“ (دارالکتاب والسنۃ، ریاض) سے شائع ہوئی، جس بھی بھرپور طریقے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ ہم غیر مقلد پکے ”نجدی“ اور نجدی مشن کے حمایتی ہیں، لکھا: ”کیونکہ اہل حدیث عقیدہ و منہج کے اعتبار سے شیخ نجدی کے حامی اور ان کی دعوت کے مؤید تھے۔“ (ایضاً: ص: ۱۰)

تضاد دیکھیے، نواب صدیق اس کا انکار کرتے ہیں، لکھا: ”ہند کے (غیر مقلد) لوگوں کو وہابیہ نجدیہ سے نسبت دینا کمال نادانی اور صریح غلطی ہے۔“ (ترجمان وہابیہ: ۱۳)

اس کتاب کے چند جھوٹ درج ذیل ہیں۔

۳۱: ان (شیخ نجدی) کے عقائد اور مقالات سب کے سب اہل سنت کے

موافق ہیں۔ (ص: ۲۸) لعنۃ اللہ علی الکاذبین!

۳۲: ان (شیخ نجدی) کا طریقہ سلف صالحین کے مطابق تھا۔ (ص: ۳۹، ۴۱)

۳۳: یہی راہ (جو شیخ نجدی کی ہے) ان کے امام، امام اہل سنت احمد بن حنبل کی

بھی تھی۔ (ص: ۳۷)

سمجھتے۔ (ص: ۹۳، ۱۱۴)

وہابیوں کے مزید جھوٹ:

بھی وہاں نہیں گئے۔ (تحفۃ المسلم: ۷۶، ابن باز، محمد بن صالح، سعود: ۱)

برکت حاصل کرتے :- (جاری : ۶۷۱-۷۰۷، ۷۱۵، ۷۲۳، ۷۳۱، ۷۴۹، ۷۵۷، ۷۶۵، ۷۷۳، ۷۸۱، ۷۸۹، ۷۹۷، ۸۰۵، ۸۱۳، ۸۲۱، ۸۲۹، ۸۳۷، ۸۴۵، ۸۵۳، ۸۶۱، ۸۶۹، ۸۷۷، ۸۸۵، ۸۹۳، ۹۰۱، ۹۰۹، ۹۱۷، ۹۲۵، ۹۳۳، ۹۴۱، ۹۴۹، ۹۵۷، ۹۶۵، ۹۷۳، ۹۸۱، ۹۸۹، ۹۹۷، ۱۰۰۵، ۱۰۱۳، ۱۰۲۱، ۱۰۲۹، ۱۰۳۷، ۱۰۴۵، ۱۰۵۳، ۱۰۶۱، ۱۰۶۹، ۱۰۷۷، ۱۰۸۵، ۱۰۹۳، ۱۱۰۱، ۱۱۰۹، ۱۱۱۷، ۱۱۲۵، ۱۱۳۳، ۱۱۴۱، ۱۱۴۹، ۱۱۵۷، ۱۱۶۵، ۱۱۷۳، ۱۱۸۱، ۱۱۸۹، ۱۱۹۷، ۱۲۰۵، ۱۲۱۳، ۱۲۲۱، ۱۲۲۹، ۱۲۳۷، ۱۲۴۵، ۱۲۵۳، ۱۲۶۱، ۱۲۶۹، ۱۲۷۷، ۱۲۸۵، ۱۲۹۳، ۱۳۰۱، ۱۳۰۹، ۱۳۱۷، ۱۳۲۵، ۱۳۳۳، ۱۳۴۱، ۱۳۴۹، ۱۳۵۷، ۱۳۶۵، ۱۳۷۳، ۱۳۸۱، ۱۳۸۹، ۱۳۹۷، ۱۴۰۵، ۱۴۱۳، ۱۴۲۱، ۱۴۲۹، ۱۴۳۷، ۱۴۴۵، ۱۴۵۳، ۱۴۶۱، ۱۴۶۹، ۱۴۷۷، ۱۴۸۵، ۱۴۹۳، ۱۵۰۱، ۱۵۰۹، ۱۵۱۷، ۱۵۲۵، ۱۵۳۳، ۱۵۴۱، ۱۵۴۹، ۱۵۵۷، ۱۵۶۵، ۱۵۷۳، ۱۵۸۱، ۱۵۸۹، ۱۵۹۷، ۱۶۰۵، ۱۶۱۳، ۱۶۲۱، ۱۶۲۹، ۱۶۳۷، ۱۶۴۵، ۱۶۵۳، ۱۶۶۱، ۱۶۶۹، ۱۶۷۷، ۱۶۸۵، ۱۶۹۳، ۱۷۰۱، ۱۷۰۹، ۱۷۱۷، ۱۷۲۵، ۱۷۳۳، ۱۷۴۱، ۱۷۴۹، ۱۷۵۷، ۱۷۶۵، ۱۷۷۳، ۱۷۸۱، ۱۷۸۹، ۱۷۹۷، ۱۸۰۵، ۱۸۱۳، ۱۸۲۱، ۱۸۲۹، ۱۸۳۷، ۱۸۴۵، ۱۸۵۳، ۱۸۶۱، ۱۸۶۹، ۱۸۷۷، ۱۸۸۵، ۱۸۹۳، ۱۹۰۱، ۱۹۰۹، ۱۹۱۷، ۱۹۲۵، ۱۹۳۳، ۱۹۴۱، ۱۹۴۹، ۱۹۵۷، ۱۹۶۵، ۱۹۷۳، ۱۹۸۱، ۱۹۸۹، ۱۹۹۷، ۲۰۰۵، ۲۰۱۳، ۲۰۲۱، ۲۰۲۹، ۲۰۳۷، ۲۰۴۵، ۲۰۵۳، ۲۰۶۱، ۲۰۶۹، ۲۰۷۷، ۲۰۸۵، ۲۰۹۳، ۲۱۰۱، ۲۱۰۹، ۲۱۱۷، ۲۱۲۵، ۲۱۳۳، ۲۱۴۱، ۲۱۴۹، ۲۱۵۷، ۲۱۶۵، ۲۱۷۳، ۲۱۸۱، ۲۱۸۹، ۲۱۹۷، ۲۲۰۵، ۲۲۱۳، ۲۲۲۱، ۲۲۲۹، ۲۲۳۷، ۲۲۴۵، ۲۲۵۳، ۲۲۶۱، ۲۲۶۹، ۲۲۷۷، ۲۲۸۵، ۲۲۹۳، ۲۳۰۱، ۲۳۰۹، ۲۳۱۷، ۲۳۲۵، ۲۳۳۳، ۲۳۴۱، ۲۳۴۹، ۲۳۵۷، ۲۳۶۵، ۲۳۷۳، ۲۳۸۱، ۲۳۸۹، ۲۳۹۷، ۲۴۰۵، ۲۴۱۳، ۲۴۲۱، ۲۴۲۹، ۲۴۳۷، ۲۴۴۵، ۲۴۵۳، ۲۴۶۱، ۲۴۶۹، ۲۴۷۷، ۲۴۸۵، ۲۴۹۳، ۲۵۰۱، ۲۵۰۹، ۲۵۱۷، ۲۵۲۵، ۲۵۳۳، ۲۵۴۱، ۲۵۴۹، ۲۵۵۷، ۲۵۶۵، ۲۵۷۳، ۲۵۸۱، ۲۵۸۹، ۲۵۹۷، ۲۶۰۵، ۲۶۱۳، ۲۶۲۱، ۲۶۲۹، ۲۶۳۷، ۲۶۴۵، ۲۶۵۳، ۲۶۶۱، ۲۶۶۹، ۲۶۷۷، ۲۶۸۵، ۲۶۹۳، ۲۷۰۱، ۲۷۰۹، ۲۷۱۷، ۲۷۲۵، ۲۷۳۳، ۲۷۴۱، ۲۷۴۹، ۲۷۵۷، ۲۷۶۵، ۲۷۷۳، ۲۷۸۱، ۲۷۸۹، ۲۷۹۷، ۲۸۰۵، ۲۸۱۳، ۲۸۲۱، ۲۸۲۹، ۲۸۳۷، ۲۸۴۵، ۲۸۵۳، ۲۸۶۱، ۲۸۶۹، ۲۸۷۷، ۲۸۸۵، ۲۸۹۳، ۲۹۰۱، ۲۹۰۹، ۲۹۱۷، ۲۹۲۵، ۲۹۳۳، ۲۹۴۱، ۲۹۴۹، ۲۹۵۷، ۲۹۶۵، ۲۹۷۳، ۲۹۸۱، ۲۹۸۹، ۲۹۹۷، ۳۰۰۵، ۳۰۱۳، ۳۰۲۱، ۳۰۲۹، ۳۰۳۷، ۳۰۴۵، ۳۰۵۳، ۳۰۶۱، ۳۰۶۹، ۳۰۷۷، ۳۰۸۵، ۳۰۹۳، ۳۱۰۱، ۳۱۰۹، ۳۱۱۷، ۳۱۲۵، ۳۱۳۳، ۳۱۴۱، ۳۱۴۹، ۳۱۵۷، ۳۱۶۵، ۳۱۷۳، ۳۱۸۱، ۳۱۸۹، ۳۱۹۷، ۳۲۰۵، ۳۲۱۳، ۳۲۲۱، ۳۲۲۹، ۳۲۳۷، ۳۲۴۵، ۳۲۵۳، ۳۲۶۱، ۳۲۶۹، ۳۲۷۷، ۳۲۸۵، ۳۲۹۳، ۳۳۰۱، ۳۳۰۹، ۳۳۱۷، ۳۳۲۵، ۳۳۳۳، ۳۳۴۱، ۳۳۴۹، ۳۳۵۷، ۳۳۶۵، ۳۳۷۳، ۳۳۸۱، ۳۳۸۹، ۳۳۹۷، ۳۴۰۵، ۳۴۱۳، ۳۴۲۱، ۳۴۲۹، ۳۴۳۷، ۳۴۴۵، ۳۴۵۳، ۳۴۶۱، ۳۴۶۹، ۳۴۷۷، ۳۴۸۵، ۳۴۹۳، ۳۵۰۱، ۳۵۰۹، ۳۵۱۷، ۳۵۲۵، ۳۵۳۳، ۳۵۴۱، ۳۵۴۹، ۳۵۵۷، ۳۵۶۵، ۳۵۷۳، ۳۵۸۱، ۳۵۸۹، ۳۵۹۷، ۳۶۰۵، ۳۶۱۳، ۳۶۲۱، ۳۶۲۹، ۳۶۳۷، ۳۶۴۵، ۳۶۵۳، ۳۶۶۱، ۳۶۶۹، ۳۶۷۷، ۳۶۸۵، ۳۶۹۳، ۳۷۰۱، ۳۷۰۹، ۳۷۱۷، ۳۷۲۵، ۳۷۳۳، ۳۷۴۱، ۳۷۴۹، ۳۷۵۷، ۳۷۶۵، ۳۷۷۳، ۳۷۸۱، ۳۷۸۹، ۳۷۹۷، ۳۸۰۵، ۳۸۱۳، ۳۸۲۱، ۳۸۲۹، ۳۸۳۷، ۳۸۴۵، ۳۸۵۳، ۳۸۶۱، ۳۸۶۹، ۳۸۷۷، ۳۸۸۵، ۳۸۹۳، ۳۹۰۱، ۳۹۰۹، ۳۹۱۷، ۳۹۲۵، ۳۹۳۳، ۳۹۴۱، ۳۹۴۹، ۳۹۵۷، ۳۹۶۵، ۳۹۷۳، ۳۹۸۱، ۳۹۸۹، ۳۹۹۷، ۴۰۰۵، ۴۰۱۳، ۴۰۲۱، ۴

۳۶: سلف صالحین امت کے بھی اہل قیامت کا وسیلہ اختیار کریں

کیا۔ (مخلص، زیارت مدینہ منورہ: ۴۶، از امین)

سلف کرام سے ثابت نہیں۔ (ایضاً)۔ (اسلامیہ بین الاقوامی تحریک کا مجلہ)

سعودی تفسیر، تفسیر ابن کثیر، فتح الباری، ابن حجر، طبری، ابی سنی، و قدیمی تفسیر کا علامہ اور سلف کے

منہج و مسلک کا آئینہ ہے۔ ("تغییر احسن البیان" مکتبہ دارالکلام لاہور، ریاض ۱۴۹، ۶۸، ۱۲، ۶)

حالانکہ یہ مسلک صرف سے بغاوت کا مثالی نمونہ ہے۔

وہ ”کھانا“ جس کے اوپر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا جائے۔۔۔ حرام ہے۔“

(موضوع تقریر: "اسلام کے حقائق غلط فہمیاں")

۴۰: سنی لوگ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے نور کا ٹکڑا مانتے ہیں۔

۴۱: بریلوی نیا فرقہ ہے۔

۴۲: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، کو خانہ ساز درود کہنا۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۹۰)

۴۳: اس درود شریف کو نبی علیہ السلام سے غیر منقول کہنا۔ (ایضاً)

(مزید: "اکاذیب آل نجد"، از علامہ ابوالمحقق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی، ملاحظہ فرمائیں)



باب: ۷

اہلسنت پر بدعت کی تہمت:

اہلسنت پر شرک کی تہمت کی طرح بار بار بدعتی ہونے کی تہمت بھی لگائی

گئی۔ (ص: ۱۲۹۹، ۱۱۳۳، ۹۵۷، ۹۱۹، ۸۷۳، ۸۳۵، ۶۰۶، ۵۸۰، ۵۳۶، ۴۷۲، ۳۳۳، ۳۳۷، ۲۹۲، ۱۴۳، ۶۷)۔

(۱۵۸۵)

ہمارا مطالبہ ہے کہ مبتدعین زمانہ ان معمولات اہل سنت کو، جو علماء اہلسنت کے نزدیک مسلمہ ہیں، خلاف شریعت ثابت کریں۔ کیونکہ بدعت کی یہی صحیح پہچان اور تعریف ہے، کہ جو نیا کام خلاف شریعت ہو وہی بدعت ہے، خود انہوں نے بھی یہی تعریف کی ہے۔

ورنہ کتنے کام ایسے ہیں جن کو وہابی لوگ ثواب کی نیت سے کرتے، مگر خاص ان کی صورت و ہیئت کو، کسی کمزور روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

شرف الدین دہلوی وہابی نے بھی یہی اعتراف کیا۔ (شریہ برقاوی شامیہ: ۵۹۰)

اور ایسے ہی جن آیات کو مسلمانوں اور صالحین پر چسپاں کر کے جو تفسیریں کی

گئیں، وہ بھی سراسر بدعت و ضلالت ہیں۔ نہیں تو پھر ان کو سلفی تفاسیر سے ثابت کریں، ورنہ اقرار کریں کہ حقیقت میں ہم خود ہی بدعتی ہیں۔

الشامیہ کو سوال کو دانتھا

پھر اس سعودی تفسیر میں اس نجدی نے کئی جگہ اپنے کو اہلسنت اور سلف کا پیرو باور کرا کے دھوکا دینا چاہا۔ (ص: ۱۶۵، ۲۷۲، ۱۵۳۳) جس کی مثال، پاک و پلید، خبیث و طیب، حق و باطل کو خلط ملط کرنے کی احمقانہ و ظالمانہ کوشش کرنا ہے۔ ورنہ جن خود ساختہ عقائد کی بناء پر انہوں نے امت کی اکثریت کو بدعتی و مشرک کہا، وہ تقریباً امت کے اجماعی اور متواتر عقائد ہیں۔

(ملاحظہ ہو "اہلسنت کی پہچان"، (اویسی بک) علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی مدظلہ)

اور اہلسنت کو بدعتی کہنا، یہ خارجیوں کا پرانا شیوا ہے، جیسا کہ انہوں نے عثمان غنی، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما جیسے اکابر صحابہ پر بھی شرک و بدعت کے فتوے لگائے۔

(اکامل ابن اثیر، ۳/۱۹۶، ۲۱۹، تاریخ طبری، ۳/۱۱، البدایہ، ۷/۲۸، المسئل والمحل، ۱۳۷)

صحابہ کرام اور سلف عظام پر بدعت کے فتوے:

وہابی حضرات کبھی بدعت کی یہ تعریف کرتے ہیں: "کہ جو کام کسی خاص بیت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو اور اس پر ثواب اور جنت کی امید رکھی جائے۔"

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جماعت نماز تراویح کا باقاعدہ طور پر آغاز کیا۔ اسماعیل دہلوی نے بھی یہی لکھا۔ (ایضاح الحق: ۱۰۱)

سیدنا ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا قرآن پاک کو کتابی صورت میں جمع کرنا۔ (بخاری، کتاب فضائل قرآن)

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمعہ کی پہلی اذان کی ابتداء، اور مسجد نبوی کی بیع زینت توسیع کرنا وغیرہ۔ چونکہ یہ افعال اپنی مکمل ہیئت و صورت کیساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لیے ان کی اس تعریف بدعت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بدعتی ٹھہرے۔ اسی طرح صحابہ کرام کے بعد سلف امت بھی جائز جانتے ہوئے متعدد نئے کام شروع کرنے کی وجہ سے بدعتی ٹھہرے۔

آج کے خارجیوں نے بھی صحابہ کرام کو بھی معاف نہیں کیا، انکو بھی بدعتی لکھ مارا۔ موجودہ دور کا فتنہ عظیم، ذاکر نائیک یزیدی نے طلاق ثلاثہ کے مسئلے پر گفتگو کے دوران، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قرآن و سنت کا مخالف اور غلطی کرنے والا باور کرایا۔ (سی ڈی)

نواب صدیق غیر مقلد نے لکھا: عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کا آغاز کر کے بُری بدعت کا آغاز کیا تھا۔ (الاتحاد الرجیع: ۶۲)

صادق خلیل نے لکھا: صحابہ کرام سُنّت نبوی سے ناواقف تھے۔ (نماز تراویح: ۱۱۹)
اسمعیل سلفی نے لکھا: ان صحابہ کا یہ فعل سُنّت صحیحہ کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ سلفیہ: ۱۰۷)
محمد جونا گڑھی (سعودی تفسیر کے مترجم) لکھتا ہے: عمر رضی اللہ عنہ دین کے موٹے موٹے مسائل میں غلطیاں کرتے تھے۔ (طریق محمدی، ص ۷۸)

مزید لکھا: ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما، خدا اور رسول ﷺ کے فرمان کے خلاف نظر آئے

زمیر علی زئی نے لکھا: ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اجتہاد سنت نبوی کے خلاف ہے

۔ (الحدیث نمبر ۲۶، ص ۵۶)

نام نہاد اہل حدیث اور غیر مقلد حضرات کے سلطان المناظرین ”عمر صدیق“ نے دوران مناظرہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عداوت باطنی کا یہاں تک اظہار کر دیا۔ کہا: ”حضرت عمر کے زمانے کی بات ہے، حضرت عمر کا زمانہ نہ قرآن ہے، نہ سنت ہے، نہ اجماع ہے، نہ قیاس ہے“۔ استغفر اللہ! (مناظرہ: رکعات ترویج) یعنی آپ کے دور خلافت کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا، کہ ان لوگوں کا اہلسنت کو بدعتی کہنا، کوئی تعجب کی بات نہیں، کیونکہ جب ان کے نزدیک خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی بدعتی ہیں، تو پھر ہم کس کھاتے میں ہیں؟

ہاں ہم صحابہ کے کھاتے میں ہیں! ”ما انا علیہ واصحابی“، کے مصداق ہیں، صحابہ کرام کے اصولوں پر عمل پیرا ہیں، اسی لیے ہم بھی ان بدعتیوں کے نزدیک صحابہ کرام کی طرح بدعتی ہیں۔

وہابیہ سے بدعت کی تعریف:

وہابی حضرات نے جب اہلسنت کو بدعتی ثابت کرنا ہوتا ہے، تو حدیث: ”کل

بدعة ضلالة“، وغیرہ۔ (سوری تفسیر: ۹۹۲) پیش کر کے بدعت کی یہ تعریف کرتے ہیں:

”کہ جو کام کسی خاص بیت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو، اور

اس پر ثواب اور جنت کی امید رکھی جائے“۔

اور کبھی دجل و فریب اور بے اصولی کی وجہ سے، بدعت کی تعریف میں یہ بھی کہہ دیتے ہیں: ”یہ رواج اس لیے بدعت ہے، جسے نہ رسول اللہ ﷺ نے نہ صحابہ اور نہ سلف صالحین نے کیا اور نہ اس کا حکم دیا۔“ (فتاویٰ ابن باز، اردو: ۳۹، دارالسلام الریاض)

مزید لکھا: ”اسی طرح صحابہ کرام سے بھی یہ عمل منقول نہیں، اگر یہ عمل، عمل خیر ہوتا تو صحابہ اسے ضرور اختیار کرتے۔“ (ص: ۱۳۹۸)

اور دوسری طرف یہ لکھ مارا: ”تبیح کا ترک بہتر ہے، کہ اہل علم نے ناپسند کیا ہے، تبیح اگلیوں پر ہی افضل ہے، جیسا کہ جو دنی ﷺ کیا کرتے تھے، بلکہ حکم دیا کہ اگلیوں پر کی جائے۔“ (فتاویٰ ابن باز: ۸۳، دارالسلام الریاض)

(حالانکہ ان کے امام البانی نے اس عمل کو بڑی بری بدعت قرار دیا۔ (سلسلہ احادیث ضعیفہ، مترجم: ۱۹۲، ۱۹۳)

یہاں بدعت کی تفصیل میں ایک اور چیز ”کہ جسے اہل علم ناپسند کریں“ بڑھا دی۔ اور باوجود نبی ﷺ کے اگلیوں پر تبیح کا حکم کرنے کے، اس کے خلاف کو بدعت نہیں کہا بلکہ خلاف اولیٰ کہا ہے۔ مطلب یہ بنا کہ جسے اہل علم پسند کریں وہ بدعت نہیں، بلکہ مستحب ہے، چاہے آپ ﷺ صحابہ اور سلف کرام رضی اللہ عنہم نے نہ کیا ہو۔

تعجب کی بات ہے! کہ منکرین معمولات الہی سنت کے متعلق آیت: ”الیسوم اکملت لکم دینکم“، (مائدہ: ۳) پیش کر کے کہتے ہیں: کہ جب دین مکمل ہو گیا، تو پھر تم یہ کام کیوں کرتے ہو؟

ہم بھی پوچھتے ہیں، کہ دین مکمل ہونے کے بعد تم بدعت کی تفصیل میں صحابہ، سلف اور علماء کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کی قید کیوں پڑھاتے ہو؟ کیا دین میں کوئی کمی رہ

گئی تھی جو انہوں نے پوری کی؟ اور اس پر قرآن و سنت سے کون سی دلیل ہے؟

جیسے سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی امت کو دے دی ہے، اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۳۶، زیر اہتمام پریذیڈنسی جنرل (دکنہ) رسالہ عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف

اور کبھی اباحت کا ذکر بھی کرتے ہیں، سعودی مفتی لکھتا ہے: ”ممانعت میں کوئی صحیح، صریح نص نہیں آئی“۔ (فتاویٰ ابن باز: ۵۳، ۵۰، دار السلام، ریاض)

غیر مقلد مناظر عمر صدیق نے کہا: ”حضرت عمر کے زمانہ کی بات ہے، حضرت عمر کا زمانہ نہ قرآن ہے، نہ سنت ہے، نہ اجماع ہے، نہ قیاس ہے۔“ استغفر اللہ! (مناظرہ: رکعات تراویح)

گویا اگر ممانعت کی کوئی دلیل نہ ہو، یا قرآن، سنت، اجماع اور قیاس سے ثابت ہو جائے تو وہ کام بدعت نہیں ہے۔

سعودی مفتی ابن باز کے رسالے کا مترجم شیخ غلام مصطفیٰ حسن لکھتا ہے:

علمائے متقدمین اور متاخرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ احکام کے ثابت کرنے اور حلال و حرام کی توضیح کے لئے اصول معتبرہ چار ہیں۔ اولاً: کتاب اللہ۔ ثانیاً: سنت رسول اللہ ﷺ۔ ثالثاً: اجماع علمائے امت۔ رابعاً: قیاس۔ (”وجوب العمل بالسنة النبوية وكفر من انكارها“، رسالہ ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء، ریاض)

لہذا ہم مخالفین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اسی اصول اور دلائل اربعہ سے ثابت کریں، کہ اہل سنت کا کون سا عمل، کس دلیل شرعی سے، کس درجے کا ناجائز اور خلاف

شرع ہے؟۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا اتقوا النارا

بدعت کی تشریح احادیث مبارکہ سے:

الحاصل: بدعت کی یہی تعریف صحیح اور جامع مانع ہے، کہ بعد وصال مصطفیٰ کریم ﷺ جو نیا کام نیکی سمجھ کر اجر و ثواب کے لیے کیا جائے، اگر وہ شرعی اصولوں کے مطابق ہو، اور کسی عبادت کی شریعت کی مقرر کردہ خاص صورت اور ہیئت تبدیل نہ ہو، تو وہ کام بدعت نہ ہوگا۔

(نواب صدیق غیر مقلد نے یہی لکھا۔ (تمیہ الصبی، ہدیہ الہدی: ۱۱۷)

یا ایسے کام کو لغوی اعتبار سے بدعت کہہ سکتے ہیں، شرعی اعتبار سے نہیں، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت تراویح کے بارے کہا: ”نعم البدعة هذه“۔ (بخاری: ۲۶۹۱)۔۔۔ یہ بدعت کتنی اچھی ہے!۔

لہذا کسی فعل کو محض اس لیے بدعت کہنا، کہ اس کی وہ خاص صورت رسول اللہ ﷺ سے یا صحابہ اور سلف صالحین سے ثابت نہیں، بلا دلیل، بے اصولی بلکہ خود ”بدعت“ ہے۔

پھر باعث اطمینان بات یہ ہے کہ اس وہم اور اعتراض کو خلفائے رسول ﷺ شیخین کب کا دور کر چکے ہیں۔

ا: جب جنگ یمامہ کے بعد سیدنا ابوبکر، عمر فاروق اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے درمیان، جمع قرآن کی بات چھڑی تو سیدنا صدیق اکبر نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے سامنے اسی خدشہ کا اظہار کیا، تھا، ”کیف نفعل شیئاً لم یفعله رسول اللہ ﷺ“ کہ

جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا وہ تم کیسے کرو گے۔۔۔ مگر عمر فاروق نے جواباً کہا: ”ہذا واللہ خیر“ یعنی اگرچہ آپ ﷺ نے نہیں کیا، لیکن کام تو اچھا ہے۔ پھر صدیق اکبر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کے متعلق ہمارے سینے کھول دیے۔ (بخاری، کتاب فضائل القرآن)

عمر فاروق کے فرمان ”ہذا واللہ خیر“ سے معلوم ہوا کہ بدعت کی پہچان یہ نہیں، کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو، بلکہ وہ کام بدعت ہے جو ”خیر“ نہ ہو، یعنی مخالف شرع ہو۔ دوم یہ بھی کہ اس مسئلے کی سمجھت آتی ہے جب شرح صدر ہو۔

اسی طرح جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کی تو آپ پر اعتراض کیا گیا۔ آپ نے ایک حدیث پاک سے اس نئے کام کا صرف جائز ہونا ہی نہیں، بلکہ باعث ثواب و جنت ہونا ثابت کیا۔ (بخاری: کتاب الصلوٰۃ)

اور ہمیں سنت خلفاء کی پیروی کا بھی حکم دیا گیا ہے، لہذا امانت کی دلیل کے بغیر محض اہلسنت کی عداوت میں ہر اچھے نئے کام کو بھی بدعت و کراہی قرار دینا، یہ خلفائے رسول کی سنت نہیں، بلکہ گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کا طریقہ اور بری عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”مَنَعَ لِلْخَيْرِ“، ”اچھائی سے منع کرنے والا“۔ (النہل: ۱۳)

اسی اصول کے پیش نظر حضرت عمر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے جماعت تراویح اور جمعہ کی پہلی آذان کا آغاز فرمایا تھا، اور کسی صحابی نے اعتراض نہیں کیا تھا، (سوائے خارجیوں کے) جس سے بدعت کی اس تشریح اور توضیح پر صحابہ کا اجماع ثابت ہو گیا۔

۔۔۔ حاضری حریمین (اپریل ۱۹۷۱ء) کے دوران، ”جنت البقیع“ کے دروازے پر، میری ایک مطلوبے (نہدی ملاں) سے مسئلہ ”بدعت“ پر بات ہوئی، تو مذکورہ بالا

روایت پیش کرنے پر نجدی ملاں کوئی جواب نہ دے سکا ہو۔

۲: ”من احدث فی امرنا هذا ماليس فيه فهورد“، جو ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالے جو اس میں (اصلاً) نہ تھی تو وہ مردود ہے۔ (بخاری: کتاب الصلح)۔
یہ حدیث پاک خود ہی مسئلہ بدعت کی وضاحت کر رہی ہے، کہ دین میں ہر نیا کام مردود نہیں ہے۔ بلکہ وہی نیا کام مردود ہوگا، جو ”مالیس فیہ“ جس کی اصل موجود نہ ہوگی، بلکہ خلاف شرع ہوگا۔ ورنہ ”مالیس فیہ“ کی قید و شرط نہ لگائی جاتی، صرف اتنا ہی کہہ دیا جاتا کہ ”من احدث فی امرنا هذا فهورد“، کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات شروع کی وہ مردود ہوگی۔

سلف امت اور خود مخالفین کے اکابر کا بھی اتفاق ہے، کہ دین میں ہر نیا کام مردود نہیں، بلکہ وہی نیا کام مردود ہے، جو اصول شرعیہ کے مخالف ہو۔ ائمہ اسلام نے ”احداث“ کا یہی معنی کیا ہے۔ لا یخفی علی العلماء۔

اور حدیث پاک، ”من عمل عملاً ليس عليه امرنا فهو رد“ جس نے کوئی ایسا عمل کیا، جس پر ہمارا کوئی امر موجود نہیں تو وہ مردود ہے۔ (مسلم کتاب الاقضية، باب نقص الاحکام ہلالہ) کا بھی وہی مفہوم ہے، جو مذکورہ بالا حدیث پاک کا ہے۔

ورنہ جو بھند ہو اس کو چاہیے کہ ”وہابیوں کی بدعتوں کی نشاندہی“ عنوان کے تحت مذکور بدعتوں کو رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت کرے، انشاء اللہ! ہوش ٹھکانے آجائے گا۔

۳: یہ حدیث پاک بھی مسئلہ بدعت کی خوب وضاحت کرتی ہے کہ: ”من سن فی الاسلام سنة حسنة“، جو اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے گا، اس کو جاری کرنے

کا اجر ملے گا۔۔۔ الخ۔ (مکمل حدیث، سودی تفسیر کے حوالے سے آگے آ رہی ہے)

۴: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة“، ”جب بھی کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی ہے، تو ضرور اس کی مثل سنت (شرعی حکم) اٹھالی جاتی ہے۔“ (مسند احمد: ۱۰۵۴ اور سند جید)

لیجئے جناب! آپ ﷺ نے خود بدعت کی نشانی بیان فرمادی۔ اور اس فرمان رسول ﷺ کی روشنی میں دوسرے فرمان عالی شان: ”كل بدعة ضلالة“ کو سمجھنا بھی آسان ہو گیا، کہ وہی نیا کام گمراہی ہوگا، جو خلاف سنت (شریعت) یعنی صحابہ کو ہٹانے والا ہوگا، گویا یہ حدیث پاک بدعت کے متعلق تمام احادیث مبارکہ کی شریعت کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ وہ مجمل ہیں اور یہ مفصل ہے۔ وہ اجمال ہیں اور یہ تفصیل ہے۔

الحمد للہ! اہلسنت کا کوئی ایک بھی مسلہ معمول ایسا نہیں، جو کسی سنت (شرعی حکم) کے مخالف، یا سنت کو ہٹانے والا اور مٹانے والا ہو۔

نوٹ: مکرین جب اہل سنت کے دلائل سے عاجز آ جاتے ہیں تو ان کے پاس آخری سہارا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کچھ لوگوں کو کنگریوں پر تسبیح و تہلیل پڑھنے سے منع کرنے والی روایت ہوتی ہے۔ (دعویٰ شریف)

مگر یہ روایت بھی ان کے لئے مفید نہیں ہو سکتی، اور سند ابھی کمزور ہے۔

حضرت صفیہ بنت حنی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: کہ رسول کریم ﷺ میرے

پاس تشریف لائے، اور میرے سامنے چار ہزار گھٹلیاں پڑی تھیں، ان کے ساتھ تسبیح پڑھ رہی تھی۔ تو آپ نے فرمایا: اے محمدی کی بیٹی یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے عرض کی کہ ان

کے ساتھ تسبیح پڑھ رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں جب سے تم ہمارے سر پر کھڑا ہوں اس سے زیادہ میں نے تسبیح پڑھ لی ہے۔۔۔۔۔ (المسند رک: ۵۴۷/۱)

اس حدیث کو امام حاکم اور امام ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

اسی طرح ایک عورت کو آپ ﷺ نے کنکریوں یا گٹھلیوں پر تسبیح پڑھتے دیکھا

مگر منع نہیں فرمایا۔ (ترمذی: ۱۹۶۲/۲) اس حدیث کو علامہ ذہبی نے صحیح لکھا ہے۔ (المسند رک: ۵۴۷/۱)

(اسی روایت کو امام ابوداؤد نے باب التبیح بالحصی، میں روایت کیا ہے۔ (ابوداؤد: ۳۱۷۱/۱)

اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی کنکریوں پر تسبیح پڑھنا مروی ہے۔

(ابوداؤد: کتاب التہاج)

منکرین کے اکابر کے حوالے:

وہابی عالم احمد حسن دہلوی اس مذکورہ بالا حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے

ہیں: ”بدعت کا ایجاد کرنا اس کی مثل سنت کو ہٹانے والا ہوتا ہے“۔ (تنقیح الروایہ: ۴۴/۱)

وحید الزماں حیدر آبادی نے بھی یہی لکھا: حرام بدعت وہی ہے، جو اپنی مثل

سنت کو ہٹا دیتی ہے، اور وہ نئی بات جو سنت کو ہٹانے کا موجب نہیں بنتی، تو وہ بالکل

”بدعت“ نہیں۔ (حدیۃ المہدی: ۱۱۷/۱)

نواب صدیق نے حدیث پاک: ”من سن فی الاسلام منۃ حسنة“ سے

علم حدیث کا اجر ثابت کیا ہے۔ (الخط: ۱۳۶)

قاضی شوکانی کی تفسیر فتح القدیر اس سعودی تفسیر کا بنیادی ماخذ ہے لکھتا ہے:

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”نعم البدعة“، اچھی بدعت“، حافظ ابن

حجر عسقلانی نے ”فتح الباری“ میں کہا: بدعت اصل میں اس نئے کام کو کہتے ہیں، جس کی

پہلے کوئی مثال نہ ہو، اور شریعت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جو سنت کے مقابل ہو، پس بدعت مذموم ہوتی ہے۔۔۔ اور تحقیق یہ ہے کہ وہ نیا کام اگر کسی ایسے اصول کے تحت درج ہو، جو شریعت میں مستحسن ہو تو وہ بدعت حسہ ہے۔ اور اگر وہ نیا کام اس اصول کے تحت درج ہو، جو شریعت میں قبیح ہو تو وہ بدعت قبیحہ ہے۔ ورنہ وہ مباح کی قسم سے ہے اور بدعت پانچ احکام کی طرف منقسم ہوتی ہے۔ (نیل الاطار: ۲/۳۱۲، ۳/۶۳)

نوٹ: سعودی تفسیر: ۸۲، ۱۰۰، ۲۵۰، ۳۰۵، ۳۲۹، ۱۵۹۰، پر اس کتاب کے حوالے دیے۔

عبدالرحمان مبارک پوری نے لکھا: بدعت ضلالت سے مراد وہ بدعت ہے، جس کی شریعت میں کچھ اصل نہ ہو، اور جو اس پر دلالت کرے وہ بدعت لغوی ہے، (یعنی حقیقت میں وہ سنت مستحبہ ہے)

اور سلف صالحین کے کلام میں جس بدعت کو حسنہ کہا گیا ہے، اس سے مراد یہی بدعت ہے، جیسے حضرت عمرؓ نے تراویح کے متعلق کہا: یہ اچھی بدعت ہے۔ (مرعاة المفاتیح: ۲۶۳) نوٹ: سعودی تفسیر: ۲۵۰، پر مرعاة المفاتیح کا حوالہ دیا گیا۔

امام الوہابیہ ابن تیمیہ نے بھی بدعت کی یہی تعریف اور تقسیم کی ہے۔

(مجموع الفتاویٰ جلد ۱۰، ۲۰، ۲۲، ۲۳، منہاج السنۃ: ۳/۲۲۳)

امام ابن کثیر نے بھی بدعت کی یہی تقسیم کی ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم: ۱۶۱/۱)

جب موافقین اور مخالفین علماء نے بدعت کی یہی تعریف کی ہے، اور مخالفین کا

کام بھی اسی تعریف سے چلتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے ابھی ملاحظہ کیا، تو ہم آخر میں سعودی مفتی "ابن باز" کے بقول بھی کہتے ہیں: "اہل علم کا عام قول یہی ہے اور جو شخص ان سے الگ رائے اختیار کرے، اس کا کوئی اعتبار نہیں"۔ (فتاویٰ ابن باز: ۷۳، دار السلام لکچر)

سودی مفتی ابن باز نے تحفظ قرآن والی آیت ”الّا نحن نزلنا الذّکر العج“،
(الحجر: ۹)، کو دلیل بنا کر اشاعت تعلیم قرآن کے تمام جدید ذرائع کو جائز قرار دیا۔ (فتاویٰ
الجبہ: ۲/۲۲۵)

اشر فطی تھانوی، شبیر عثمانی، تبلیغی جماعت کے ذکریا کاندھوی نے بھی بدعت کی
یہی تشریح کی ہے۔ (مواعظ میلاد النبی، ہوادرنواور: ۸۳۷، فتح السلم: ۳۰۶، ۳۰۷، أوجز المسالك: ۲/۲۹۷)
رشید احمد گنگوہی نے ایک سوال کے جواب میں لکھا: قرون ثلاثہ میں بخاری
تالیف نہیں ہوئی تھی، مگر اس کا ختم درست ہے، کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، اس
کی اصل شرع میں موجود ہے، بدعت نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱۰۴)

سودی مفتی ابن باز کے رسالے کا مترجم شیخ غلام مصطفیٰ حسن لکھتا ہے:
”علمائے حقہ میں اور متاخرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ احکام کے ثابت
کرنے اور حلال و حرام کی توضیح کے لئے اصول معتبرہ چار ہیں۔ اولاً: کتاب اللہ۔ ثانیاً:
سنت رسول اللہ ﷺ۔ ثالثاً: اجماع علمائے امت۔ رابعاً: قیاس۔“ (”وجوب العمل بالسنة
النبویة وكفر من انكارها“، بمرکاتہ ادارة البحوث العلمیة والافتاء الریاض)

الحمد للہ! تمام مسلمہ معمولات اہل سنت کی شرع شریف تائید کرتی ہے،
مخالفین کسی بھی معمول اہل سنت کو ان چار اصولوں سے شرع کے خلاف ثابت نہیں
کر سکتے۔ تو جب خلاف نہیں تو پھر بدعت کیسے؟۔ (مرید: ”وہابیوں کی بدعتوں کی نشاندہی“ عنوان
کے تحت، بدعت نمبر: ۳۰۵، ۳۰۶ بھی ملاحظہ کریں)

اکابرین وہابیہ کے حوالے کیوں نقل کیے جاتے ہیں؟

مسک اہل سنت کی تائید میں اکابرین وہابیہ کے حوالہ اس امید پر نقل نہیں کیے

جاتے، کہ موجودہ نجدی اپنا مسلک بدل کے اہل سنت ہو جائیں گے، اس کی تو انہیں توفیق ملنا مشکل ہے، کیونکہ وہ خواہشات کے پیرو اور بندے ہیں۔

بلکہ ہمارا مقصد صرف اتنا ہوتا ہے، کہ جن القابات (بدعتی، مشرک وغیرہ) سے ہمیں نوازتے ہیں، انہیں سے اپنے بڑوں کو بھی نوازیں۔۔۔ لیکن یہ لوگ کبھی ایسا نہیں کرتے، کیونکہ ان کا مقصد حمایت حق نہیں ہوتا، فقط شرارت اور انتشار کرنا ہوتا ہے۔

ایک بات اگر امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کہیں، تو بدعتی و مشرک ٹھہریں، اور وہی بات ابن تیمیہ، ابن قیم، قاضی شوکانی، نواب صدیق، اسماعیل، نانوتوی، مصلحی وغیرہ کریں، تو پھر بھی امام، شیخ الاسلام، مجدد، حکیم الامت، شہید علی ہیں۔۔۔ آخر کیوں؟

سعودی تفسیر میں بدعت کی تعریف:

سعودی تفسیر میں بعض جگہ بدعت (سنہ) اور برے کام کی علامات کے متعلق جو بحث کی گئی ہے، ہم وہ پیش کر کے نجدیوں کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ۔۔۔

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم

•۔۔۔ بدعت کی دو علامتیں لکھیں۔ ۱: جس کی دین میں اصل نہ ہو۔

۲: جو دلائل شرع کے مخالف ہو۔ (مختصا، ص ۶۷)

•۔۔۔ آیت ”وَنُكْتَبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَرَهُمْ“، اور ہم لکھتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ

آگے بھیجتے ہیں، اور جو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ (طہ ۱۳) کے تحت لکھا: ”اور اٹھارہم سے وہ

اعمال، جن کے عملی نمونے (اچھے یا برے) وہ دنیا میں چھوڑ جاتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس

کی اقتدا میں لوگ وہ اعمال بجالاتے ہیں۔ جس طرح حدیث میں ہے ”جس نے اسلام میں کوئی

نیک طریقہ جاری کیا، اس کے لیے اس کا اجر بھی ہے اور اس کا بھی ہے جو اس کے بعد اس پر عمل

کرے گا۔ (مسلم، کتاب الزکوٰۃ) اسی طرح یہ حدیث ہے، ”جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے، ایک علم، جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔۔۔۔۔“ (مسلم، کتاب البیہ)۔ (ص: ۱۲۳۳)

❖ الانقطاع: ۵، کے تحت بھی یہی کچھ لکھا۔ (ص: ۱۶۹۴)

❖ لکھا: ”عمل صالح وہ ہے جو شریعت کے موافق ہو۔۔۔۔۔“ (ص: ۹۴۹)

❖ لکھا: ”معروف وہ ہے جسے شریعت نے اچھا۔۔۔ قرار دیا ہو“۔ (ص: ۲۵۹، ۶۷)

بدعت اور برے کام کی یہ تعریفیں اہلسنت کے موافق، اور خود ان کے مخالف ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ خود وہابی بھی بدعت کی اس تعریف سے جان نہیں چھڑا سکتے۔ بالخصوص وہابیہ اپنے جن اصولوں سے اہلسنت کو مشرک قرار دیتے ہیں، وہ سب کے سب اصول خود ان کی اختراعات اور بدعات سیئہ ہیں، جنکی انکے پاس کوئی بھی صریح نص نہیں، سوائے مشرکوں کے متعلق نازل شدہ آیات کی من مانی اور بالرائے تفسیر کرنے اور گمان قاسدہ کو بنیاد بنانے کے۔

وہابیوں کی (۹۷) بدعتوں کی نشاندہی:

اب ہم ان منکرین و مبتدعین (تمام وہابی فرقوں، چاہے غیر مقلد یا دیوبندی ہو) سے مطالبہ کرتے ہیں، کہ جس بدعت کی تعریف سے تم معمولات اہل سنت کو بدعت اور اہلسنت کو بدعتی ٹھہرایا ہے کہ: ”وہ فعل بدعت ہے، جو خاص بیت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو، اس پر ثواب کی امید جائے“، اپنے اسی اصول سے اپنے ان عقائد و معمولات کا بھی سنت ہونا ثابت کرو۔۔۔۔۔ مگر خوب یاد رہے، کہ جواباً صرف صریح آیت یا صریح حدیث پیش کی جائے، اور بقول اپنے:

”توجہات بعیدہ اور تاویلات و کچکے“ سے پرہیز کیا جائے۔ (سودی تفسیر: ۷۶۰)

نوٹ: بدعتوں کا رد اپنے عنوانات کے تحت ملاحظہ کریں۔

بدعت نمبر ۱: بدعت کی یہ تعریف کرنا، ”کہ جو کام کسی خاص بیت کے ساتھ

رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو اور اس پر ثواب اور جنت کی امید رکھی جائے۔“

۲: بدعت کی کبھی یہ تعریف کرنا: ”یہ رواج اس لیے بدعت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے نہ صحابہ اور نہ سلف صالحین نے کیا اور اس کا حکم دیا۔“

(نفاذی ابن باز: ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳)

۳: وہ ساری سودی تفسیر اور باقی وہابی تفسیریں بھی بدعت ہیں جنہیں انبیاء

و اولیاء کرام کو دشمنان خدا بتوں اور شیطان سے ملا کر، بے حیثیت، سمجھتے، بے خبر اور مردہ وغیرہ، اور علامۃ المسلمین کو مشرک و بدعتی لکھا جاتا ہے۔

۴: منکرین کی بدعت کی تعریف کے مطابق، کتب و رسائل اور تلفظ کے دیگر

جدید ذرائع سی ڈی، انٹرنیٹ، مناظرے وغیرہ ثواب کی نیت سے اختیار کرنا مستحد بدعتیں ہیں۔

● باوجود اس کے، اسی سودی تفسیر، بنام ”القرآن الکریم“ کے مقدمہ کے آخر

میں لکھا: ”اللہم قبل منا انک انت السميع العلیم“۔ یعنی اس سودی قرآن، اردو

ترجمہ و تفسیر کے ساتھ تیاری اور جو خرچ کیا گیا، ان سارے اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول فرما

کے اس کا اجر عطا فرمائے۔ (ص: ۱۰)

● اسی قرآن کے آخری صفحہ پر لکھا: ”دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ۔۔۔ خادم حسین شریفین

شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کو اشاعت قرآن کریم کے سلسلہ میں عظیم کوششوں پر جزاء عطا فرمائے۔

•۔۔۔ اسماعیل دہلوی نے بھی اپنی بدنام زمانہ کتاب ”تقویۃ الایمان“ کے متعلق لکھا ”اللہ کرے ہمارا یہ کام ہماری اخروی نجات کا سبب بن جائے آمین“۔ (مقدمہ تقویۃ الایمان)

•۔۔۔ نجدی مترجم (سعید احمد قرالزماں الندوی) نے یہ تمنا کی، کہ میرا نام بھی نبی اکرم ﷺ کے سوانح نگاروں میں آجائے۔ نیز یہ تمنا بھی کی، کہ اس یہ ترجمہ میرے لیے صدقہ جاریہ اور توشہ آخرت ثابت ہو۔ آخر میں لکھا: ربنا تقبل منا الخ۔

(مختصر زاد المعاد: ۱۲، شیخ نجدی، دعوة وارشاہ سعودیہ)

•۔۔۔ ”یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ وہ (اللہ تعالیٰ) رسالے کے مؤلف اور اس کے شارح کو عظیم اجر و ثواب عطا فرمائے“۔ (اہم درس، مفید مجموعہ: ۵، ۳، مطالع الخمیس الریاض)

•۔۔۔ ”اللہ تعالیٰ۔۔۔ اس (کتاب) کے فاضل مؤلف، مترجم اور تمام کارکنان کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ والسلام“۔ (فتاویٰ، ابن باز: ۸، مکتبہ دار السلام الریاض)

•۔۔۔ ”فاضل مؤلف نے ان کا رد کرتے ہوئے اپنے اس کتابچہ کا ختام کیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرماویں۔“

(ہیبت توحید: ۸، صالح بن فوزان نجدی، مکتبہ دعوت وارشاہ الریاض)

•۔۔۔ اسی کتاب کے ٹائٹل پر لکھا ہے، ”حجاج کے لیے تحفہ، ایک مریض کے والدین کی جانب سے جو اپنے بیٹے کی شفاء کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں“۔ (ایضاً)

•۔۔۔ سعودی حکومت کے نمک خوار پاکستانی مولوی تو صیف راشدی کہتا ہے:

کچھ بھائی کہہ سکتے ہیں، مجھے علم نہیں ہے میں کیسے تو حید کی دعوت دوں، تو آپ کے سامنے کتاب کی صورت، کیسٹ کی صورت، سی ڈی کی صورت کھلی ہے۔ کسی کو تو حید کے پیغام کی سی ڈی دیجیے، کتاب دیجیے، اور یاد کر لیجیے حدیث کو: کہ ایک تیر تین ۳ بندوں کو جنت میں لے کر جائے گا۔ بنانے والے، خریدنے والے، اور چلانے والے کو۔ ہو سکتا ہے آپ کسی کو تو حید کی سی ڈی دیں اور سن کر اس کے دل کی دنیا بدل جائے (یعنی گستاخ بن جائے)، اس کے بعد وہ جتنے عمل کرتا رہے گا، وہ آپ کے نامہ اعمال میں بھی وہ چڑھتے رہیں گے۔ (عنوان تقریر، ”شہباز قلندر کے دربار کا حج“)

۵: ”بعض نے کہا کہ حدیث بھی قرآن کی طرح ثواب کی حیت سے پڑھی جا سکتی ہے۔“ (سعودی تفسیر، ص: ۱۱۷۹)

۶: ”سیکر پراذان و جماعت، گھڑیوں کے حساب سے، فکس ٹائم پر نماز ادا کرنا۔“
 ۷: (دانوں والی) ”تسبیح“ کا ترک بہتر ہے، کہ اہل علم نے ناپسند کیا ہے، تسبیح انگلیوں پر ہی افضل ہے، جیسا کہ خود نبی ﷺ کیا کرتے تھے، بلکہ حکم دیا کہ انگلیوں پر کی جائے۔ (فتاویٰ ابن باز: ۸۳، دارالسلام الریاض)

یعنی تسبیح کا ترک ضروری نہیں اور عمل بدعت نہیں، زیادہ سے زیادہ نامناسب ہے۔ جبکہ ان کے امام ناصر الدین البانی نے ”دانوں والی تسبیح“ کے استعمال کو بہت بڑی بدعت قرار دیا۔ (سلسلہ احادیث ضعیفہ، مترجم: ۱۹۲)

۸: دن اور وقت مقرر کر کے سیرت النبی ﷺ اور دیگر کانفرنسز، دینی تقریبات، رائج و غیر مقلدین کے سالانہ اجتماع، اور اشتہارات وغیرہ کے ذریعے ان کی اشاعت و اہتمام کرنا، اور لاکھوں خرچ کرنا۔

۹: فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعائے تگنا بدعت ہے۔ (فتاویٰ ابن باز: ۸۱، دارالسلام

الریاض)

۱۰: بغیر خاص عذر کے، کرسیوں پر بیٹھ کر نماز ادا کرنا، جیسا کہ آج کل حرمین میں یہ عام فیشن بن چکا ہے۔

۱۱: (نیک لوگ) مستحبات کی بھی پابندی کرتے ہیں۔ (سعودی تفسیر، ص: ۱۱۴۳)

— جبکہ ہم اذان سے پہلے ”خُود“ شریف کی پابندی کریں تو مخالفین کہتے ہیں: ”یہ سنی واجب سمجھتے ہیں۔“

— ایصالِ ثواب کی محافل کو پیٹ بھرنے کا ذریعہ کہنے والے، نجدی مولویوں کو جب اپنے پیٹ کا دھندا چلانے کی فکر لاحق ہوئی۔ تو انہوں نے (۱) مدرسے کو چندہ دینے، اور (۲) نجدی علماء و طلباء کو صدقے کی رقم دینے کو بھی جائز اور کارِ خیر لکھ دیا، ملاحظہ ہو: ۱۲: ”مدرسے“ کے لیے چندہ مانگنا۔ (ایضاً ص: ۱۱۸)

۱۳: دینی علوم حاصل کرنے والے طلباء اور علماء بھی (فقراء اور مہاجرین صحابہ کے ساتھ) اس (آیت) کی ذیل میں آسکتے ہیں۔ (ص: ۱۲۰)

۱۴: غیر مقلدوں کا پورے ملک (ہندوستان) سے چندہ اکٹھا کر کے سعودی

حکمران ”عبدالعزیز“ کے پاس بھیجنا۔ (اہل حدیث گزٹ: ۸، شمارہ: فروری ۱۹۳۴ء۔ بحوالہ: امام محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی: ۱۱۴، دارالکتب والنسخہ ۱۴۱۹ھ، الریاض سعودیہ)

۱۵: غائبانہ نماز جنازہ، سنت کے نام پر اور اشتہار بازی کر کے ادا کرنا۔

(ص: ۲۲۳)

۱۶: خود کو وہابی، المحدث، غیر مقلد، دیوبندی، تبلیغی وغیرہ کہلانا اور اس پر فخر کرنا، جماعة الدعوة، لشکر طیبہ وغیرہ۔

۱۷: جس حدیث کی ”سند“ درج نہ ہو، اس کے بیان کو ناجائز اور حرام کہنا۔
(جیسے وہابی مناظر: عمر صدیق نے، رکعات تراویح کے مناظرے میں کہا)، اور سند کو بھی دین کہنا۔ جبکہ سعودی مفتی نے لکھا: ”امام بخاری نے تعلیقا ذکر کیا، مگر سند مکرر نہیں۔“ (فتاویٰ ابن باز: ۷۹)

جب بے سند روایت بیان کرنا حرام ہے، تو درج کرنا بھی حرام ہوگا، اب امام بخاری کے متعلق کیا خیال ہے؟
اسماعیل دہلوی (۲۵) کی بدعتیں:

۱۸: ”نماز میں اپنی توجہ نبی ﷺ کی طرف لے جانا، بٹل اور گدھے کی صورت میں گم ہونے سے بدتر ہے۔“ معاذ اللہ! (مراط مستقیم: ۱۶۹، ازا اسماعیل دہلوی)

مولانا حسن رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
۔ یادِ خیر سے ہو نمازوں میں خیال ان کا برا اُف جہنم کے گدھے اُف یہ خرافات تیری
ان کی تعظیم کرے گا نہ اگر وقت نماز ماری جائے گی تیرے منہ پہ عبادت تیری
۱۹: ”ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی زیادہ ذلیل

ہے۔“ (تقویۃ الایمان: ۱۶، مطبع کنگاںل پرچک دہلی، ۱۳۳۱ھ، بااجتہاد المحدث، ازا اسماعیل دہلوی)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۔ یہ سب دینی کی تقویٰ اس کے گمراہ، یہ مستقیم صراطِ اثر

جوشی کے دل میں ہے گاؤں تو زبان پہ چوڑا چلار ہے

۲۰: ”سب انبیاء اور اولیاء اُسکے روبرو ایک ذرو تا چیز سے بھی کمتر ہیں“۔ (ایضاً:

(۶۳

۲۱: ”جس کا نام محمدؐ یا علیؑ ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں“۔ (ایضاً: ص ۱۷۷)

۲۲: ”رسول ﷺ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا“۔ (ایضاً: ص ۶۶)

۲۳: ”رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا: ”یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں

ملنے والا ہوں“۔ (ایضاً: ۶۹) لعنہ اللہ علی الکاذبین!۔

نجدی مفسر نے بھی آپ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مردہ لکھا۔ (ص: ۱۳۰۵)

۲۴: غیب کا دریافت کرنا اللہ ہی کے اختیار میں ہے، جب چاہے

کر لے۔ (ایضاً: ۲۲، ۲۵)

۲۵: اپنی جان کے نفع کے مالک نہیں ہوں دوسرے کا کیا کر سکوں۔ (ایضاً: ۲۸)

۲۶: میں تمہارے (ایمان والوں کے بھی) نفع و نقصان کا کچھ مالک

نہیں۔ (ایضاً: ۲۳)

۲۷: کسی مخلوق کے نام کا جانور ٹھہرانا حرام ہے۔ (ایضاً: ۴۶)

۲۸: رسول اللہ دہشت سے بے حواس ہو گئے۔ (ایضاً: ۶۴)

۲۹: غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔ (ایضاً: ۳۱، ۶۶)

مگر ان مولویوں کے علم غیب کی یہ شان ہے کہ ”اسماعیل دہلوی نے اپنے پیر

سید احمد بریلوی سے جنگ میں جانے کی اجازت مانگی، تو اس نے غیب کی خبر دیتے

ہوئے کہا: ”مولانا اس لڑکی میں ہماری فتح نہیں ہے، آپ نہ جائیے۔۔۔“ پیشانی پر اک

کاری زخم لگا، آپ شہید ہو گئے۔“ (تقویۃ الایمان: ۱، مکتبہ خلیل)

۳۰: بزرگ (چاہے رسول خدا ہی ہوں) ہو وہ بڑا بھائی ہے، سوا کسی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ (ص: ۶۸)

۳۱: شفاعت باذن اللہ اور شفاعت محبت کی جو تشریح کی وہ بھی بدعت ہے۔ (ایضاً: ۳۷، ۳۷)

۳۲: (انسان) اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (ایضاً: ۱۶)

۳۳: اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (ایضاً: ۲۰) کیا یہی کفر خالص نہیں؟

۳۴: اس شہنشاہ کی یہ شان ہے، ایک آن میں حکم کن سے۔۔۔ کرڑوں محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (ایضاً: ۳۵)

۳۵: اس بات میں اولیاء و انبیاء میں اور جن و شیطان، بھوت پری میں کچھ فرق نہیں۔ (ایضاً: ۸)

۳۶: صالحین کو اللہ کا بندہ اور مخلوق سمجھ کر بھی ان کو اپنا شفیع سمجھنے والا اور ابو جہل، شرک میں برابر ہیں۔ (ملخصاً، ایضاً: ۸)

۳۷: قرب قیامت والی باؤ چل گئی، ایمان دلوں سے نکل گیا، ہر سو شرک پھیل گیا۔ (ملخصاً، ایضاً: ۵۰)

۳۸: ترجمہ: ”اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے ہیں۔“ (یوسف: ۱۰۶)۔ (ایضاً: ۵)

۳۹: (مسلمان) کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں۔ (ایضاً: ۵۱)

۴۰: محمد تعظیسی سے بھی شرک ثابت ہو جاتا ہے، ایمان نکل جاتا ہے۔“

۴۱: نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی

ہے۔ (مراط مستقیم، اسماعیل دہلوی)

وہابیوں کی دیگر بدعتیں:

۴۲: اس امت کی بڑی جماعت (اکثریت) کو مشرک اور گمراہ کہنا، اور اقلیت

کو حق پر۔ (سودی تفسیر: ۳۸۵)

۴۳: کبھی مطلق ”دعاء“ کو عبادت کہہ کر، فقط ”پکار“ کو عبادت کہنا۔ لیکن

جب اس سے کام نہ چلے، تو پھر اپنے گھر سے ”ما فوق الاسباب“ پکار کی قید بڑھا کر اس کو

”عبادت“ قرار دے کر ”یا رسول اللہ“ پکارنے والوں کو مشرکین مکہ سے بھی بڑا مشرک

کہنا۔ یہ دو (۲) بدعتیں ہیں۔

۴۴: فوت شدہ صالحین کو شفیع اور قرب خدا کا وسیلہ سمجھنے کو، انکی عبادت

، مشرکین مکہ کا طریقہ اور شیطانی فلسفہ کہنا۔ (”شفاعت“ عنوان ملاحظہ کریں)

۴۵: رسول اللہ ﷺ نے اپنی والدہ محترمہ کی قبر مبارک کی خود زیارت کی جو کہ

سنت رسول ﷺ ٹھہری، مگر ان نجدیوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو مشرک قرار دے کر

، آپ کی قبر کو مسمار کر کے وہاں تک جانے کے تمام راستے ختم کر دیئے۔

۴۶: مسئلہ استمداد میں ما فوق الاسباب اور ماتحت الاسباب کی تقسیم کر کے

پھر ما فوق الاسباب امداد کو شرک قرار دینا، اور دوسری طرف معجزہ، کرامات کو ما فوق

الاسباب تسلیم کرنا۔ (ص ۱۳۲، ۱۰۷۹، ۱۰۵۳)

۴۷: غائب سے، دور سے، اور ما فوق الاسباب استمداد کو شرک کہنا۔ (تقویۃ

۴۸: فوت شدہ، سے استغاثہ کرنے کو شرک کہنا۔

۴۹: صالحین کی تعظیم و تکریم کے لیے اختیار کیے جانے والے

کاموں (گنبد، چادر چڑھانا، غسل دینا وغیرہ) کو عبادت و شرک قرار دینا (جبکہ خود منہا
مردہ پر گنبد بنانا، اور کعبہ کو سال میں دو مرتبہ غسل دینا)

۵۰: قبور صالحین کو غسل دینے کو اس لیے صالحین کی عبادت اور شرک کہنا:

”کہ یہ کعبہ کو غسل دینے کی نقل ہے۔“ (سودی تفسیر: ۱۰۶)

۵۱: ایک نجدی لکھتا ہے: ”کعبہ کو سالانہ غسل دینا ”عبادۃ“ ہے۔“ (طاش

حق: ۱۶۸)

۵۲: مزارات اولیاء کے پاس ”مسجد“ بنانے کو بھی بدعت، شرک اور قابل

لعنت کہنا۔ جبکہ ان کے امام قاضی شوکانی (جسکی تفسیر ”فتح القدیر“، سودی تفسیر کا ماخذ ہے) کا
موقف ہے: کہ جائز ہے۔ اس لیے لکھا: ”کہ اصحاب کعبہ کے پاس مسجد بنانے والے
مسلمان تھے۔“ (ص: ۸۰۵)

۵۳: ”ہر خاص و عام کا فرض ہے کہ کتاب و سنت ہی کی تحقیق میں لگا رہے۔“

(تقویۃ الایمان: ۲۵، نہجانی)

۵۴: ”رسول اللہ ﷺ نفع و نقصان پر قدرت نہیں رکھتے ہیں۔“ (سودی تفسیر:

۵۷۸، اور عام کتب و باب)

۵۵: ”یزید“ کو سیدنا، امیر المومنین، متقی، پرہیزگار، خلیفہ برحق اور جنتی ثابت

کرنے کی بے موم کوشش کرنا، اور امام حسین کو باغی کہنا۔ جیسا کہ ڈاکر ٹایپک اور اسکے ہم

جماعتیوں کا عقیدہ ہے۔ ایک کھل کتاب ”سیرت امیر المؤمنین سیدنا یزید رضی اللہ عنہ“ لکھی گئی۔ (رشید ابن رشید)

(مرید مناظرہ راولپنڈی ”گستاخ کون؟“، مابین علامہ ضیف قریشی اور طالب وہابی ہو چکے)

لیکن اسماعیل دہلوی نے یزید و شمر کو ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل اور بدتر انسان کہا ہے، لکھا: ”یزید و شمر نے تو پیغمبر کو نہیں مارا، بلکہ پیغمبر کے نواسے کو مارا ہے۔۔۔ تو وہ یزید اور شمر سے بھی بدتر ہے۔“ (تقویۃ الایمان: ۷۳، کنگاٹل)

۵۶: روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو ناجائز کہنا۔ (ابن تیمیہ) حسین احمد دیوبندی نے لکھا: نجدی اس کو زنا کی طرح ناجائز کہتے ہیں۔ (شہاب القاب: ۲۲۵)

۵۷: نبی کے مزار سے آنے والی آواز شیطان کی آواز ہوتی ہے۔ (کتاب الویلہ ۱۵، ابن تیمیہ)

۵۸: روضہ رسول ﷺ کی طرف منہ کر کے، اللہ تعالیٰ سے کرنے کو ناجائز اور بدعت کہنا۔ (زیارت مدینہ منورہ ص ۲۷، زیر اہتمام پریذیسی جنرل ۱۳۲۸ھ، وغیرہ)

۵۹: مزارات صالحین کے زائرین، فاتحہ پڑھنے والوں اور انکو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانے والوں کو، قبر پرست اور مردہ پرست جیسے توہین آمیز القاب دینا۔

۶۰: ”اللہ تعالیٰ اور پتھر کی مورتیوں اور قبور صالحین کو، ایک جیسا کہنا“۔ (سودی تفسیر: ۷۴۷)

۶۱: صحابہ کرام اور دیگر صالحین کی قبروں اور ان پر بنے ہوئے قبوں کو، مشرکین کی قبروں کے حکم میں لا کر انکو بلڈوزر کے زمین کے برابر کر دینا، پھر اس خبیث فعل کو

سُفیت رسول ﷺ کا نام دینا۔ (ایضاً: ۱۳۹۳)

۶۲: کبھی زمین کے برابر قبور بنانے کو سنت کہتا، اور کبھی کوہان کی مانند بنانے کو

۔ (ایضاً: ۱۶۹۸)

۶۳: حرارات اولیاء (شعائر اللہ)، میلادِ مصطفیٰ ﷺ وغیرہ پر غصہ کو، بدعت

اور فضول خرچی کہتا۔ (ایضاً: ۳۰-۵۸) جبکہ خود صفا مروہ پر گنبد، حرمین کے چھانٹنا، سی

کرنے کی جگہ سفید قیمتی پتھر لگانا اور اوپر چھت اور کئی منزلیں بنانا، متعش، ڈھکھٹ کرنا،

کعبہ شریفہ کو سال میں دو مرتبہ عرقِ گلاب اور صبر سے غسل دینا، اور چھاتی تھن غلاف

، اور غلاف پر آیات قرآنیہ اور زعمہ مروہ نجی حکمرانوں کے نام لکھنا اور کعبہ شریفہ کے

کے ساتھ، جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اپنے بلند وبالا کمالات بنانا۔

۶۴: فوت شدہ بزرگوں کے ایصالِ ثواب و صدقہ کی ہر طرح کی اشیاء کو تزییر

کی طرح حرام قرار دینا، چاہے ایسے جانور پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ ہی کا نام لیا جائے

، پھر بھی اسکو حرام کہتا۔ اور جس کی طرف سے صدقہ دیا جا رہا ہو، صدقے پر اس کا نام ذکر

کرنے کی وجہ سے صدقے کو حرام کہتا (حالاںکہ سید بن عباد نے کوئی صدقہ کرتے وقت اس

پر اپنی والدہ کا ذکر کیا)۔ (ص: ۶۹)

۶۵: رسول اللہ ﷺ اور دیگر صالحین کو آیات من دون اللہ میں داخل کر کے

”مزدہ، بے بس، بے خبر، بے حیثیت، بہرہ اور اندھا“ کہتا۔ (ص: ۱۳۰۵)

۶۶: حرمین شریفین پر ظالمانہ و غاصبانہ قبضہ جما کر اسکو اللہ کا عطیہ، انعام اور

رضا کا نام دینا۔

۶۷: نجد و حجاز مقدس کو ملا کر اپنے خاندان کی طرف نسبت کر اسکو سعودیہ عربیہ کا

نام دے دینا۔

ب ۶۸: ٹوپی کے اوپر مخصوص ڈیزائن کا رومال ڈال کر اس کے اوپر ٹائر فماسیاء
رستہ (اعمال) رکھنا، اور اسکو عربی ہونے کی علامت قرار دینا۔

ب ۶۹: صرف ٹھوڑی پر، چھوٹی سی داڑھی رکھنے کے فیشن کو عام کر کے، سنت
رسول ﷺ کا حلیہ بگاڑنا۔

ب ۷۰: اہلسنت وجماعت سے کٹ کر، انکے مقابلے میں ایک نیا فرقہ تیار کر
کے، انگریز سے اسکا نام ”اہل حدیث“ پاس کروانا۔ (ترجمان دعایہ وغیرہ) بعد میں پھر خود
کو اہل سنت ثابت کرنا۔

۷۱: آٹھ (۸) رکعات تراویح کے نام پر، صرف رمضان میں، پورا
مہینہ، روزانہ، بعد از نماز عشاء سونے سے پہلے، باجماعت ادا کرنا، اور باقی پورا سال
ترک کر دینا۔

۷۲: سعودی نجدی (۲۰) تراویح ادا کرتے ہیں، اور پاکستانی غیر مقلد اسکو
بدعت کہتے ہیں۔

۷۳: پاکستانی وہابی ”ولا الضالین“ کو ”ولا الضالین“ کی طرح پڑھتے ہیں۔
جبکہ سعودی وہابی ہماری طرح ہی پڑھتے ہیں۔ ان میں کون بدعتی ہے؟

۷۴: سعودی نجدی حنبلی ہونے کے دعویدار ہیں، جبکہ یہ تقلید کو شرک و بدعت
کہتے ہیں۔

۷۵: سعودی شخصی مقلد (حنبلی) ہیں، جبکہ یہ تقلید شخصی کو بھی بدعت و شرک کہتے
ہیں۔

۷۶: بالخصوص رفع الیدین وغیرہ فردی مسائل کی وجہ سے انتہائی شدت، تفرقہ بازی اور انتشار کرنا، اس طرح امت کی ایک بڑی تعداد کی نمازوں کو خلاف سنت اور باطل قرار دینا۔

۷۷: منوں مٹی تلے مدفون ہیں، نہیں سنتے۔ (ص: ۱۲۲۲)

۷۸: نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کے پاس دیر تک کھڑے رہنا خلاف شرع

ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ ص ۲۵، ۲۷، از امین ہاز، ذریعہ اہتمام پریزیڈنسی جنرل ۱۳۲۸ھ)

۷۹: ”یا رسول اللہ، اور یا محمد“ سے ”یا“ مٹانا، جیسے سنہری جالیوں سے بھی یا محمد

کو، یا مجید بنادیا۔

۸۰: صالحین کو (ج ۷۳) کے تحت شامل کر کے، ان کو ظالموں میں شمار کر دیا

۔ (ص: ۹۳۶)

۸۱: ”امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی“

، (تالیف، ابوالمکرم عبدالجلیل، مکتبہ دارالکتاب والنور ریاض)۔

وہ کون سی خاص دعوت ہے، جس کو صرف شیخ نجدی سے مخصوص و منسوب کیا

جاتا ہے، (مجدد الدعوة بھی کہا جاتا ہے۔ (ص: ۱۳۹۳)، جس کو باقی سلف سے منسوب نہیں کیا

کیا؟

۸۲: ”ذاکرنائیک یزیدی کہتا ہے: ”آج کی تاریخ میں محمد ﷺ سے مانگنا بھی

حرام ہے“۔ (سی دی)

۸۳: نبی طے السلام کے علم مبارک کو جانوروں، پانگلوں، بچوں کے علم جیسا

کہنا۔ (حفظ الایمان، اشرف علی تھانوی)

۸۴: شیطان اور ملک الموت کے لیے روئے زمین کے علم کے اعتقاد کو وحید

سمجھنا، جبکہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اتنا علم ماننے کو شرک کہنا۔ (براہین قاطعہ، رشید کنکوی، خلیل انصاری)

۸۵: اردو زبان میں نبی علیہ السلام کو دیوبند مدرسے کا طالب علم کہنا۔ (ایضاً)

۸۶: نماز میں غفلت کی حالت میں کی جانے والی تلاوت قرآن اور ذکر کو

بکواس کہنا۔ (فضائل اعمال، حصہ فضائل نماز، آخری گزارش، ذکر یا کاندھوی تبلیغی)

۸۷: خاتم النبیین کے معنی ”آخری نبی“، کو عوام کا خیال قرار دینا، زمانے کے

لحاظ سے آپ کے آخری نبی ہونے کا انکار کرنا۔ (تحذیر الناس، قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)

۸۸: محرم شریف میں روایات صحیحہ سے بھی ذکر امام حسین اور سبیل کو حرام

کہنا۔ (فتاویٰ رشیدیہ، رشید احمد کنکوی)

۸۹: اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ بولنے کو ممکن کہنا۔ (یکر روزہ، اسماعیل دہلوی)

۹۰: درود ابراہیمی کو ہی غیر نماز میں بھی افضل کہنا، اور اس پر زور دینا۔

۹۱: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، کو خانہ ساز درود کہنا۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۹۰)

۹۲: درود شریف پڑھنے کے لیے منقول صیغے کی پابندی لگانا۔ (ایضاً)

۹۳: جبکہ خود لکھا: ”نیز مختصراً، ”صلی اللہ علی رسول اللہ وسلم“، بھی پڑھا جاسکتا

ہے۔“ (ایضاً)

وہابی اس درود کو حدیث پاک سے ثابت کریں یا خانہ ساز تسلیم کریں۔

۹۴: قبل اذان درود شریف پڑھنے کو بدعت و گناہ کہنا ہے۔ (ایضاً)

۹۵: لکھا: اس فاسد عقیدے سے درود شریف پڑھنا، کہ آپ ﷺ براہ

راست سنتے ہیں، یہ عقیدہ فاسدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ (ایضاً)

۹۶: فرضوں کے بعد کلمہ شریف کے ورد کو نامناسب کہنا۔

۹۷: نوٹ؛ جب وہابی اپنی ان بدعتوں کے جواب سے عاجز آ جاتے ہیں، تو

پھر انہیں مزید بدعتیں گھڑنیں پڑتی ہیں۔ جواباً کہتے ہیں کہ: ”یہ امور ”للدین“ ہیں،

”فی الدین“ نہیں۔“

یعنی دین میں نیا کام نہیں، بلکہ دین کے لیے ہے۔ جبکہ یہ تقسیم بھی بلا دلیل،

بدعت اور دھوکا ہے۔

بدعات وہابیہ کے متعلق اہم سوال:

کہ مخالفین نے مساجد، مدارس، حرمین، اپنے دین کی اشاعت و تبلیغ، انتظام

اور شعائر اسلام کی تعظیم کے لیے جتنے نئے امور اختیار کیے ہیں، اور ان پر جتنا وقت

، مشقت اور مال خرچ ہوتا ہے۔ کیا اس کو لغو اور فضول خرچی سمجھتے ہو؟۔۔۔ یا کہ اجر و

ثواب کے لیے کرتے ہو؟۔۔۔ اگر ثواب و جنت کے لیے کرتے ہو تو پھر بدعت کی

تعریف کیا ہے؟۔

وہابی مولویوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اذان جمعہ کی ابتداء کو انتظامی

حل کہا۔ پھر کہا کہ بدعت اس لیے نہیں ہے کہ آپ خلیفہ راشد تھے اور اس پر صحابہ کا اتفاق

ہو گیا تھا۔ (ملاحظہ کریں: ”بمازنبوی: ۲۵۸، دارالسلام)

یعنی وہابیوں نے تسلیم کر لیا، کہ بعض انتظامی امور بھی بدعت ہوتے

ہیں۔ کیونکہ کہ یہ دھوکا بھی دیتے ہیں کہ ہمارے معمولات انتظامی ہیں، ہم ان کو دین کا

حصہ نہیں سمجھتے۔

نوٹ: اس کتاب کی تصحیح سودی مفسر صلاح الدین یوسف نے کی ہے۔
 آخر میں ہم پھر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر معمولات اہل سنت کو بدعت ثابت کرنا ہے، تو پہلے ان کو خلاف شرع ثابت کریں۔ (اس اصول کو سمجھنے کے لیے گزشتہ عنوان ”وہابیہ سے بدعت کی تعریف“ اور وہابیہ کی بدعت نمبر (۴) دوبارہ ملاحظہ کریں)



عنوان: ۸

نجیدی توحید کی حقیقت:

ان لوگوں کی توحید کی حقیقت و خصوصیت یہ ہے کہ اپنے زندہ و مردہ مولویوں و حکمرانوں کے لیے چاہے قرآن و سنت میں ذکر کردہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت و اختیار کر لیں، جیسے، ”الملك“، ”مولانا“، انکی توحید کو کوئی خطرہ اور شرک نظر نہیں آتا۔ مگر اللہ والوں کے لیے مسلمانوں میں معروف القابات، جن کا شرع شریف میں اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی ذکر نہیں، یا تو وہ عربی الفاظ ہی نہیں جیسے داتا، گنج بخش، غریب نواز، غوث اعظم و غیر ہم کو یہ حضرات شرکیہ کہتے ہیں۔

انکی توحید کا اہم رکن یہ ہے کہ اگر ایک صفت زندہ، قریب اور حاضر کے لیے ماننا ایمان ہے، تو وہی صفت فوت شدہ نبی یا ولی کے لیے ماننا شرک اکبر ہے، گویا ان کے دین میں زندہ کے لیے کوئی بھی صفت مان لی جائے، پھر بھی وہ خدا تعالیٰ کا شرک نہیں ٹھہرے گا، جبکہ فوت شدہ کے لیے کوئی بھی صفت ثابت کرنا، اُسکو خدا کا شریک ٹھہرانا ہوگا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی توحید میں کسی زندہ ہستی کو معبود مان لینا بھی شرک نہیں، اگر ایسا نہیں تو پھر صرف فوت شدگان کے لیے ہی، کوئی بھی صفت ماننا شرک کیوں ہے؟۔

توحید نجدیہ کی ایک اہم شرط، اللہ والوں کو اللہ کے مقابل لا کر ان کو چار سے زیادہ ذلیل، ذرۂ ناچیز سے کمتر، مردہ، مجبور، بے خبر، بے حیثیت خدا تعالیٰ کا شریک اور دشمنان خدا میں شامل کرنا بھی ہے۔ ("من دون اللہ" کا عنوان ملاحظہ کریں) گنبد خضراء اور دیگر مزارات اولیاء کو بت اور بت پرستی کے اڈے، معبودان باطلہ میں شامل کرنا ہے۔

اسی طرح مزارات صالحین پر حاضری دینے والوں اُنکو وسیلہ اور شفیع جانے والوں کو، قبر پرست، قبوری، مردہ پرست، اُنکی عبادت کرنے والے اور شرک کہتا ہے۔ جیسے ایک وہابی مولوی، نجدی دھرم کے بنیادی ارکان لکھتا ہے: "وہ عقیدہ اور توحید سے متعلق وہی مسائل ہیں، جن پر شیخ محمد بن عبدالوہاب اور آپ کے اتباع نے بھر پور توجہ دی ہے، مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت، انتقال کے بعد آپ ﷺ کا مومنوں کے لیے استغفار، نیز آپ کی ذات کا وسیلہ لینا اور غیر اللہ کو پکارنا اور اسی قسم کے دیگر مسائل زیر بحث آئے ہیں"۔ (امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی: ص ۴۹، دارالکتاب والنسۃ ریاض)

مزید لکھا: "قبروں کے قبے منہدم کرنا توحید الوہیت کا تقاضا تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی"۔ (ایضاً: ۴۱)

دیوبندیوں کی توحید کا نمونہ بھی ملاحظہ کریں: شیطان اور ملک الموت کے لیے روئے زمین گئے علم کا اعتقاد توحید و ایمان ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اعلا علم

ماننا شرک ہے۔ (براہین قاطعہ، ملخصاً، رشید مکتوی، غلیل البھیوی)

یعنی شیطان کا تصرف ماننے سے شرک نہیں ہوتا، نبی کریم ﷺ کا تصرف ماننے سے شرک ہو جاتا ہے، گویا شیطان کا رب تعالیٰ کا شریک ہونا ثابت بالحق ہے۔ ان نجدیوں کا ایمان، اسلام، اور توحید آ جا کر فقط یہی رہ گئی ہے، کہ اگر کسی نے سنہری جالیوں کو ہاتھ لگا لیا، مزارات کا بوسہ لے لیا، اور تمک حاصل کرنے کی کوشش کی تو نجدیوں کی ”رگ توحید شیطانی“ پھڑک اٹھی، اور شرک شرک کی رٹ شروع ہو گئی۔

علاوہ ازیں واٹر میمنڈ واٹر، فحاشی، عریانی اور مخرب اخلاق قلمیں دیکھو، گانے سنو، تصویریں کھینچو، خریدو، بیچو کوئی جرم نہیں۔ معلمین کے دفاتروں میں آج بھی ٹی وی لگے ہوئے ہیں، سرعام بازاروں میں مصری گلوکار عورتوں کے گانوں کی کیشیں بکتی ہیں، پاکستانی فلمی گانوں کے کیسٹ ملتے ہیں، دن رات قلمیں چلتی ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں، پابندی اور جرم ہے، تو فقط مزارات کو ہاتھ لگانا، تبرکات کو چھونا اور بوسہ دینا ہے۔ ایسی دوہری شریعت سعودی عرب کے نجدیوں نے نافذ کر رکھی ہے، مسلمانوں کو شرک قرار دینا، ان کے دن رات کا مشغلہ ہے۔

اہلسنت کا عقیدۃ الوہیت:

اللہ تعالیٰ کا کوئی کسی طرح بھی ہمسر نہیں ہو سکتا، اس کی تمام صفات ذاتی، حقیقی، لامحدود، واجب اور قدیمی ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی اور ذاتی طور پر عالم الغیب، مددگار، فریادرس، حاجت روا اور متصرف ہے، مگر ان صفات پر الوہیت کا مدار نہیں، ورنہ کسی مخلوق کے لیے کسی صورت بھی یہ صفات ثابت نہ ہو سکتیں، جبکہ قرآن و سنت اس پر گواہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اس کے محبوب بندے بھی مشکل کشاء، حاجت روا، فریاد رس، اور متصرف ہیں۔

خدا تعالیٰ کی ان عطا کردہ صفات کو محبوبانِ خدا کے لیے ثابت کرنے کو شرک کہنا، اور انکار کرنا، اللہ تعالیٰ کی توہین، اُسکی قدرتوں اور سخاوت کا انکار کرنا ہے۔

اصل میں اللہ والوں کے کمالات اور قدرتیں اللہ تعالیٰ ہی کے کمالات اور قدرتیں ہیں، یہ اس کے شریک یا مقابل نہیں ہوتے، بلکہ اس کی قدرتوں کے مظہر، برہان، اور اس کے نمائندے ہوتے ہیں۔ اُنکے کمالات ”من دون اللہ“ یعنی اللہ کے مقابل نہیں بلکہ ”بإذن اللہ“ ہوتے ہیں، کیوں کہ وہ حزب اللہ، اولیاء اللہ اور شعائر اللہ ہوتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت، تصرف اور قوت کا آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ سے اظہار ہوا۔ (نمل: ۴۰)

جس کلمہ گو کے دل میں اللہ والوں کا کچھ بھی احترام اور عزت ہے، اس سے یہ غنی نہیں، کہ قرآن پاک میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اگر کسی ایک صفت کو اپنے لیے بیان کر کے دوسروں سے اُسکی نفی کی، تو دوسرے مقام پر ایک ہی آیت میں وہی صفت اپنے لیے بھی اور اپنے محبوبوں کے لیے بھی ذکر کی، جیسے مولا، ولی، حاکم، کافی، باعزت ہونا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی حاجت اور دباؤ کے محض اپنی رضا اور محبوبیت کے اظہار کے لیے اپنے پیاروں کو اپنی بارگاہ میں وجاہت، وقار اور عزت عطاء فرما کر ان کو شفاعت کرنیوالا بنایا ہے۔

جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے شریک یا مقابل نہیں ہوتے، بلکہ اُنکا

اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ ایک ہی ہوتا ہے، یعنی اُنکی محبت، اللہ کی محبت، اُنکی دوستی اللہ کی دوستی، اُنکی دشمنی اللہ کی دشمنی، ان کو اذیت دینا اللہ کو اذیت دینا، انکا ادب اللہ تعالیٰ کا ادب، اُنکی اطاعت اللہ کی اطاعت، انکا رستہ اللہ تعالیٰ کا رستہ، انکا کما قرب اللہ کا قرب، انکا کما در اللہ کا در، ان کی بیعت اللہ کی بیعت، ان سے دعا اللہ سے دعا ہے، ان کا کمال اللہ کا کمال، ان کی مدد اللہ کی مدد۔

لہذا اولیاء انبیاء کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا کر بتوں کی مذمت میں نازل شدہ آیات کو ان برگزیدہ ہستیوں پر چسپاں کرنا یقیناً، خارجی، بدترین مخلوق ہونے کی علامت اور بہت بڑی اور دور کی گمراہی ہے۔



باب: ۹

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشرک تھیں: (معاذ اللہ!)

توبہ: ۱۱۳، جو کہ مسلمانوں کی اُن رشتہ داروں کے متعلق نازل ہوئی، جن کا حالت شرک پر مرنے کا یقینی تھا، کہ اب اُنکے لیے دعائے مغفرت نہ کرو۔ (ص: ۵۵۲)

”یزید“ جیسے ذلیل، پلید شخص، جس کو امت ہمیشہ سے لعن طعن کرتی آرہی ہے، (اسامیل دہلوی نے لکھا: یزید و شمر نے تو یغیر کو نے نہیں مارا، بلکہ یغیر کے لوا سے کو مارا ہے۔۔۔ تو وہ یزید و شمر سے بھی بدتر ہے۔ (تقویۃ الایمان: ۷۳، کنفاک) بے گناہ اور جنتی ثابت کر کے زبردستی مکیٹ کر جنت میں داخل کرنے والے۔ اور ابن تیمیہ، شیخ نجدی اور اسامیل دہلوی جیسے شخص، جن کو علماء اسلام نے گمراہ اور زندیق لکھا، شیخ الاسلام، مجدد الدعوة کہنے والے، نجدی مولوی اپنی شقاوت سے شافع محشر ساقی کو تر لکھ کے والدین کریمین کو مشرک اور

جہنمی کہتے ہیں (امام اعظم اور دیگر ائمہ کی توہین کرتے ہیں)۔ (معاذ اللہ!)

ان کی حالت ایسی ہے، جیسے رافضیوں کے متعلق خود لکھا: ”کہ وہ منکوس القلوب ہیں، ممدوح اشخاص کی مذمت کرتے اور مذموم لوگوں کی مدح کرتے ہیں“۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۹۳)

پسند اپنی اپنی، نصیب اپنا اپنا!

اس نجدی مفسر نے اپنے اس خبیث عقیدے کو عام مسلمانوں میں پھیلانے کی مضموم و مکروہ جسارت کی، کہ اس آیت کے تحت مسند احمد کی ایک ضعیف روایت کا حوالہ دیا: ”کہ اس آیت کا شان نزول یہ بھی ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی ولادت ماجدہ کے متعلق نازل ہوئی“۔

ایک مسئلے کے متعلق لکھا کہ: ”ایسا بیان کرنا یا خیال رکھنا صحیح نہیں، کہ روایات سنداً کمزور ہیں“۔ (ص: ۱۵۹۹)

تو پھر اس روایت کو (اس عوامی گھیسر میں، جو عوام کو گمراہ کرنے کے لیے مفت تقسیم کی جاتی ہے) بغیر اس اسنادی حالت واضح کرنے کے بیان کرنا کیسے درست ہوگا؟

جس طرح شیخ القرآن والحديث علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ کے حاشیہ قرآن میں اس روایت کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ (اور بیان القرآن ص: ۳۳۶، نثر یک سال لاہور)

مگر چونکہ ان لوگوں کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے، کہ عامۃ الناس میں غیر ضروری مسائل چھیڑ کر، انگوٹھیاں کاٹ کر کر کے، مسلک کے مسلک سے ہٹا کر وہابی بنایا جائے

یہاں بھی یہی مطلب تھا، کہ مسلمان سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مومنہ، مسلمہ، طاہرہ، زاہدہ، عابدہ سمجھتے ہیں، اور آپ سے عقیدت کی وجہ سے آپ کے مقدس نام پر اپنی بچیوں کے نام رکھتے آرہے ہیں۔ اُنکے دلوں میں، ”اللدی یومسوس فی صدور الناس من الجنة والناس“ کے مطابق یہ وسوسہ اور شبہ ڈال دیا جائے کہ سیدہ آمنہ مومنہ نہیں تھیں۔ (معاذ اللہ)

مذکورہ روایت کی اسنادی حیثیت:

اس نجدی کی ذکر کردہ مسند احمد کی روایت ضعیف ہے، اسکی سند میں ابن جریج مدلس ہے، اور ایوب بن ہانی ضعیف ہے۔ امام ذہبی نے بھی اسکا تعقب کیا ہے کہ یہ ایوب بن ہانی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا: کہ ابن معین نے اسکو ضعیف قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۳۷۷/۱، بحوالہ بیان القرآن)

تفسیر مظہری میں بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول موجود ہے، کہ اس موضوع کی تمام روایات غیر معتبر ہیں۔

صحیح حدیثوں پر عمل کا دعویٰ کرنے والوں کو اپنے اس خبیث عقیدے کی اشاعت کے لیے، ضعیف حدیث سے استدلال کرتے ہوئے شرم و غیرت آنی چاہیے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دی گئی۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۹۷۶، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن حبان وغیرہ)

جبکہ کافر کی قبر پر کھڑے ہونے سے بھی رسول اللہ ﷺ کو منع کر دیا گیا۔ (توبہ: ۸۴) اگر آپ کی والدہ مشرکہ ہوتیں تو آپ کو قبر کی زیارت کی اجازت بھی نہ دی جاتی۔ (معاذ اللہ)

مفسرین کرام کا محبت و ادب بھرا انداز:

صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”محدثین کرام کے حوالے سے ایسے تمام اقوال و روایات کا ضعیف اور معلول

ہونا ثابت کیا، جن میں ہے کہ یہ آیت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی۔

اور فرمایا: علاوہ ازیں یہ قول بخاری کی اس روایت (۱۳۶۰) کے بھی خلاف ہے، جس

میں اس آیت کا شان نزول یہ ہے، کہ یہ آیت حضرت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی

۔۔۔ آخر میں لکھا: اور یہ ثابت ہے، اس پر بہت دلائل قائم ہیں کہ سید عالم ﷺ کی والدہ

ماجدہ، موحده اور دین ابراہیمی پر تھیں۔“ (ملخصا حاشیہ خزائن العرفان، زیر آیت توبہ ۱۱۳)

حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”کہ اس آیت کے شان نزول کے متعلق تیسرا قول، کہ پی آپ کی والدہ ماجدہ

کے متعلق نازل ہوئی محض غلط ہے، آپ کی والدہ محترمہ مؤمنہ تھیں۔ اگر کافرہ ہوتیں تو قبر

کی زیارت کی اجازت نہ دی جاتی، دعائے مغفرت سے اس لیے منع کیا گیا کہ وہ بالکل

بے گناہ تھیں، مغفرت گنہگار کے لیے مانگی جاتی ہے، اسی لیے بچہ کے جنازہ پر اس کے

لیئے دعائے مغفرت نہیں کی جاتی۔۔۔۔۔“ (حاشیہ، نور العرفان، زیر آیت توبہ ۱۱۳)

علمائے اسلام کا مسلک:

آقائے کائنات ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کو علمائے اسلام نے کئی

طریقوں سے ثابت کیا ہے۔ ۱: کہ انکا شرک کرنا، کسی طرح بھی ثابت نہیں۔

۲: کہ وہ زمانہ فترت میں تھے، جس زمانہ میں فقط عقیدہ توحید ہی کافی ہوتا

ہے۔ ۳: آپ ﷺ کے والدین ملت ابراہیمی پر تھے، جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل، قس بن ساعدہ، ورقہ بن نوفل اور ابو بکر صدیق، عبدالمطلب، عامر بن الظرب جیسے حضرات، یہ سب مؤحد تھے۔ (تفسیر کبیر: ۱۸۱/۱) *

ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی: میری ذریت میں ایک جماعت ہمیشہ مسلمان رکھنا۔ (بقرہ: ۱۲۸)

۴: رسول ﷺ نے بھی فرمایا: کہ میں پاکیزہ لوگوں میں منتقل ہوتا رہا، اور ہر زمانہ میں بہترین لوگوں میں مبعوث ہوتا رہا، جبکہ مشرک و کافر ناپاک و پلید ہوتا ہے۔ علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

”اس آیت: ”تقلبک فی الساجدین“، (شعراء: ۲۱۹) سے استدلال کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین ایمان پر تھے، جیسا کہ اہل سنت کے بڑے بڑے آئمہ زیادہ اسی مسلک پر ہیں، اور میں ڈرتا ہوں کہ آپ کے والدین کو کافر کہنے والا کہیں خود نہ کافر ہو جائے، جیسے ملا علی اور ان کے ہم خیال جو بعید ہیں۔ (روح المعانی: ۱۲۳/۷، سودی تفسیر: ص ۸۱۵، ۸۰۹ پر بھی اس تفسیر کے حوالے دیے گئے ہیں)

”نیراس“ کے محشی (حاشیہ لکھنے والے) نے لکھا ہے: کہ ملا علی قاری نے،

والدین مصطفیٰ ﷺ کے ایمان کے انکار سے رجوع کر لیا تھا۔ (نیراس: ۵۲۶، شاہ عبدالحق اکیڈمی بنڈیال، ۱۳۹۷ھ)

یہی وجہ ہے، کہ ملا علی قاری نے شرح شفاء میں رسول اللہ ﷺ کے والدین کے ایمان کو ثابت کیا ہے، جو ان کی بعد کی تصنیفات میں سے ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قاضی ابو بکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ سے

کسی نے پوچھا: کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے والدین کو دوزخی کہے اُس کا کیا حکم ہے؟

انہوں نے جواب دیا: وہ "لعنتی" ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتا ہے۔

(احزاب ۵۷) (رسائل امام سیوطی، اس مسئلہ میں)

قاضی عیاضی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں لکھا ہے: امیر المؤمنین عمر بن

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے کاتب نے آپ ﷺ کے والدین طہیین کو کاغذ رکھ دیا تو

آپ نے اس کو معذول کر دیا۔۔۔ یہ ہے محبت و ادب والوں کا اعزاز!

علامہ جلال الدین سیوطی کی وصیت:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نصیحت فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے والدین

شریفین کے ایمان کو تسلیم کرنے میں کچھ (کفر، کفارہ وغیرہ) لازم نہیں آئے گا، بلکہ اس

میں آپ ﷺ کی شان و عظمت کا اظہار ہے، اور آپ کے تقرب، رضا اور شفاعت کے

حصول کا ذریعہ ہے، جبکہ کافر ہونے کا عقیدہ رکھنے میں آپ کے والدین کی احسانت اور

آپ ﷺ کو ایذا پہنچانا ہے۔ (رسالہ، والدین کریمین کو زعمہ کرنے والی حدیث شریف، علامہ سیوطی)

(اس مسئلے کی تفصیل کے لیے، "ابوین مصطفیٰ" علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ، اور "نور المؤمنین

فی ایمان آباد سید الکونین" علامہ محمد علی قسطنطنی طیار رحمۃ اللہ علیہ غیرہ کتب پڑھیے)

نجدیوں کا عقیدہ ہے، کہ والدین رسول دوزخی ہیں (معاذ اللہ!)

۱: جیسا کہ آپ نے سودی تفسیر (ص: ۵۵۱) کے حوالے سے ابھی ملاحظہ کیا۔

۲: سودیہ میں ہر جمعہ کو تقسیم ہونے والے اردو نیوز "دوشنبی" (۲۶، ۱۲، ۰۸) کے

نمارے کے (صفحہ ۸) پر، والدین رسول ﷺ کے متعلق مضمون میں صاف لفظوں میں ان

کو دوزخی اور اہل النار میں سے لکھا گیا۔ معاذ اللہ!

۳: اسی طرح سعودیہ سے شائع ہونے والی ایک کتاب میں والدین رسول اللہ ﷺ کو صراحت کے ساتھ مشرک، کافر اور دوزخی ثابت کیا گیا۔

(اسلام میں شفاعت کا مفہوم، ص ۱۲۷، الدواوی الریاض)

۴: یہی وجہ ہے کہ ۱۹۹۸ء میں سید آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر شریف کو سعودی نجدی حکومت نے اپنے اسی گندے عقیدے کی بناء پر مسمار کر کے وہاں تک جانے کے تمام راستے ختم کر دیئے، تاکہ کوئی شخص وہاں تک زیارت یا فاتحہ کے لیے نہ پہنچ سکے، اور نہ ہی اپنی آنکھوں سے قبر شریف کی خستہ حالی و پامالی کو دیکھ سکے۔

نجدیا! سخت ہی گندی ہے طہیت تیری

کفر کیا شرک کا فضلہ ہے نجاست تیری!

وہابیوں کے اکابرین کا مسلک:

وہابیوں کے نظریات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ جبکہ

ان کے اکابر میں سے بعض نے رسول اللہ ﷺ کے والدین کو جنتی اور مومن تسلیم کیا ہے

۔ (دیکھئے: "الشملة الحمریہ": ۱۷۱ از لواب صدیق۔ سیرت مصطفیٰ: ۷۹، ۹۱ از ابراہیم میرسیا لکوٹی۔ فتاویٰ ثنائیہ: ۲۰

۶۸ از ثناء اللہ امرتسری)

یہ تینوں مولوی غیر مقلدین کے پیشوا ہیں، جن کو بڑے بڑے القاب سے یاد

کرتے ہیں، انہوں نے والدین رسول ﷺ کو مومن تسلیم کیا ہے۔

مگر آج کہ یہ نام نہاد غیر مقلدین انتہائی درجہ کے بے ادب اور دریدہ دہن

ہیں۔۔۔ جب تیری حیاء چلی جائے تو پھر جو چاہے کر گزرا



حضرت موسیٰ علیہ السلام کی احتیاط اور خارجیوں کی منہ زوری:

وہابی لوگ یا رسول اللہ ﷺ پکارنے، صالحین کو شفع اور وسیلہ جاننے، انبیاء و اولیاء کرام کے لیے عطائی، مجازی اختیارات ماننے کو بھی شرک اکبر قرار دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے اقرار تو حید و رسالت کی کچھ پرواہ کیے بغیر انکو بلا توقف دھاک لگا کر اور کچھ سوچ بچار کے مشرکین مکہ سے بھی بڑا شرک کہہ دیتے ہیں۔ (جیسا کہ آ رہا ہے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کمال احتیاط دیکھیے، کہ جب قوم بنی اسرائیل فرعون سے نجات پا کر سلامتی سے سمندر پار کر چکی، تو ایک قوم کو انہوں کی عبادت کرتے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کرنے لگے: "لَا إِلَهَ إِلَّا مَوْسَىٰ اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُم آلِهَةٌ"، اے موسیٰ علیہ السلام! ہمیں بھی ایک ایسا معبود بنا دیجیے جیسے ان کے معبود ہیں۔

اتنے بڑے شرکیہ قول اور مطالبے کے باوجود بھی، موسیٰ علیہ السلام کی کمال احتیاط دیکھیے آپ نے ان پر شرک کا فتویٰ نہیں لگایا، بلکہ فرمایا: "انکم قوم تجهلون"، "کہ تم بڑی جاہل قوم ہو!"۔ (اعراف ۱۳۸) یعنی ان کے اس مطالبہ شرک کو ان کی جہالت و حماقت پر محمول کیا۔

شیخ التفسیر والحدیث علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: "حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو بنو اسرائیل کو اس وقت بھی شرک نہیں کہا، جب وہ یہ کہہ رہے تھے، کہ ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیں جس کی ہم عبادت کریں، حالانکہ اس سے بڑا شرک

اور کیا ہوگا۔ بلکہ صرف یہی فرمایا: تم کیسی جہالت کی باتیں کرتے ہو اور یہ (نجدی، خارجی) لوگ یا رسول اللہ کہنے والے کلمہ کو مسلمان کو مشرک کہتے ہیں، حالانکہ جو مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں اور رسول ﷺ کو اللہ کا بندہ کہتے ہیں، وہ آپ کے متعلق یہ عقیدہ کیسے رکھ سکتے ہیں کہ آپ از خود سنتے ہیں یا از خود جانتے ہیں، بلکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ کے تمام کمالات عطائی ہیں۔“ (تفسیری حاشیہ ”انوار تبیان القرآن“، ۲۶۵)

ہم اہلسنت لاکھ صفائی پیش کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی معبود، لائق عبادت، غنی نہیں سمجھتے۔ قرآن و سنت سے اپنے موقف پر صریح دلائل پیش کریں، یہ نجدی قوم ایسی تفرقہ پسند ہے، پھر بھی ذرا غور و فکر اور خدا خونی نہیں کرتی، بلکہ بڑی بے باکی اور بے پرواہی سے امت کی اکثریت کو مشرک کہہ دیتی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا بعض جاہل عوام مزارات اولیاء پر غیر شرعی حرکات کرتے ہیں، ان کو مشرک و کافر کہنے میں احتیاط کرنی چاہیے۔



باب: ۱۱

مسلمانوں کے کلمہ (اقرار ایمان) کو رد کرنا

نجدی حضرات اپنے پیشوا شیخ نجدی کی تقلید میں، ”لا الہ الا اللہ“ کا خود ساختہ اور نعلی مفہوم ایجاد کر کے عامۃ المسلمین کے ایمان کو فعل کر کے انہیں مشرک قرار دیتے ہیں۔ شیخ نجدی نے مسلمانوں کے اقرار ایمان کو مردود کہہ کر ان کے جان و مال کو مباح کہا۔ (کشف الشبهات: ۹)

ایک سعودی نجدی صالح بن فوزان لکھتا ہے: ”جیسا کہ آج کل کے قبر پرست (مراد اہلسنت) جو یہ کلمہ اپنی زبانوں سے پڑھتے ہیں، لیکن اس کے معنی کو بالکل نہیں سمجھتے۔۔۔ (چونکہ فوت شدگان کو وسیلہ بناتے ہیں، اس لیے)، پہلے مشرکوں نے کلمہ کے معنی کو ان سے بہتر سمجھا“۔ (حقیقت توحید: ص ۲۶، ۲۷، مکتبہ دعوت دارشاد، ریاض)

سعودی مفتی ابن باز لکھتا ہے: ”یہی (صالحین کو وسیلہ بنانا) کفار قریش اور پہلے مشرکوں کا ”دین“ تھا۔“ (مسلمانوں کے لیے عام نصیحت“ ۹) مسلک سلف کو مشرکوں کا دین کہا۔ استغفر اللہ!

ایک نجدی نے لکھا: ”(یعنی وہابیوں کے علاوہ) عام مسلمان عقیدہ توحید سے قطعاً نا آشنا ہیں“۔ (اسلام میں شفاعت کا مفہوم، ص ۱۲، الجالیات بالذواوی الریاض، ۱۴۲۶ھ)
(مزید: مقدمہ کتاب التوحید، مترجم، ص ۱۸۔ فتح القدر: ۶۳/۲، قاضی شوکانی۔ تجدید ایمان رسالہ، ص ۳۹ تا شریعہ اقراء۔ تلاش حق، ص ۸۱۔ دارالاعلام۔ تقویۃ الایمان، ص ۵۰، ۵۱۔ انکے علاوہ کتب و حلیہ)

اسی طرح سعودی تفسیر (ص: ۲۳، ۵۲، ۷۹، ۸۰، ۳۶۹، ۳۷۳، ۱۱۳۳) پر عام مسلمانوں کے کلمے کو صرف اس لیے نفی کیا کہہ کر رجسٹر کر کے، ان کو مشرک قرار دیا، کہ وہ نبی کریم ﷺ اور باقی صالحین کا وسیلہ پکڑتے اور ان سے شفاعت طلب کرتے ہیں۔

مگر صحابی رسول ﷺ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ جس میں انہوں نے فرمایا: کہ قرآن کے اٹھ جانے کے بعد، باقی رہ جانے والے مسلمان جو نماز، روزہ وغیرہ کو بالکل ہی بھول چکے ہوں گے۔ اور انہیں صرف کلمہ یاد رہ جائے گا، یعنی صرف کلمے کی حد تک مسلمان ہوں گے۔ باوجود اس قدر بے دینی و بے عملی پھیلنے کے بھی اُنکا ”لا الہ الا اللہ“ پڑھنا بیکار اور فضول نہیں ہوگا، بلکہ یہ محض کلمہ بھی انہیں جہنم میں

ہمیشہ رہنے سے بچا کر جنت میں داخل کروئے گا۔

(تفصیل ”جب قرآن اٹھ جائے گا“ کے عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ ہم علی الصبح قبیلہ جہیہ کی بستیوں میں پہنچ گئے۔ میں نے ایک آدمی پر حملہ کیا تو اس نے کہا: لا الہ الا اللہ! لیکن میں نے اس کو قتل کر دیا، پھر مجھے اس فعل کے بارے میں بہت تشویش تھی، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس شخص کے کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی تم نے اُس کو قتل کر دیا! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! اس نے اپنی جان جانے کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا، جس سے تمہیں پتا چل جاتا، کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا تھا یا کہ نہیں“۔ آپ ﷺ یہی کلمات بار بار دوہراتے رہے، حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کاش کہ میں آج اسلام قبول کرتا، (تا کہ اُس شخص کے قتل کے گناہ، اور آپ ﷺ کی ناراضگی سے بچ جاتا)۔ (مسلم، کتاب الایمان)

فرمان رسول ﷺ ہے: ”من کفر مسلماً فقد کفر“۔ (مسند احمد: ۲۳/۲)

”جس نے کسی مسلمان کو کافر قرار دیا، وہ خود کافر ہو جائے گا“۔

فرمایا: جس نے اپنے بھائی کو کہا: اے کافر!۔۔ تو یہ کلمہ دونوں میں سے کوئی

ایک لے کر اٹھے گا۔ (بخاری: ۹۰۱/۳، مسلم: ۵۷۷)

یعنی جس کو کافر کہا گیا، اگر وہ کافر نہیں تھا، تو کہنے والا خود ضرور ہو گیا۔ ان احادیث پاک سے پتہ چلا، کہ محض بدگمانی کی بناء پر، بغیر کسی قطعی ثبوت کے، کسی کلمہ گو کو کافر و مشرک اور واجب القتل قرار دینا، بہت بڑا گناہ، فتنہ بلکہ آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔

خود لکھا: ”مسلمان سے بلا وجہ قتال کفر ہے“۔ (سودی تفسیر: ۱۳۵۸)

مگر ان نجدیوں کے پیٹ کا سارا دھندلای مسلمانوں پر بدگمانی کرنے، اُن کے دلوں کے نظریات پر شرک و کفر کے فتوے لگانے سے چلتا ہے۔ باوجود لاکھ بار صفائی دینے کے کہ اہلسنت کسی ہستی، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ کا شریک اور لائق عبادت نہیں سمجھتے، پھر بھی زبردستی اور ظلماً ان کو مشرک کہا جاتا ہے۔

اور اُن پر شرک کا حکم لگانے میں انتہائی بے احتیاطی، جلد بازی، زبان درازی اور سینہ زوری سے کام لیا جاتا ہے۔

فرمان مصطفیٰ کریم ﷺ ہے: میرے نزدیک مخلوق میں سے پسندیدہ اور عجیب تر ایمان ان لوگوں کا ہے، جو میرے بعد پیدا ہونگے۔

(طبرانی کبیر: ۱۲/۸، مستدرک للحاکم: ۳/۶۹ وغیرہ)

فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے، معلوم نہیں اس کا اوّل بہتر ہے

یا آخر۔ (سنن ترمذی: ۱۵۲/۵، مسند احمد: ۳/۱۳۰)

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تو اپنے بعد آنیوالے امتیوں کے ایمان کی تعریف و تحسین فرمائیں، مگر یہ نجدی امت ”علمۃ المسلمین“ کے کلمے اور ایمان کو باطل اور مردود قرار دیں۔

ع ٹف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام، سب پہ حرف



”من دون اللہ“ کے متعلق وجہ اختلاف؟

سودی تفسیر ملاحظہ کریں: ”بات یہ معلوم ہوئی کہ من دون اللہ (اللہ کے سوا معبود) وہی نہیں ہیں، جنہیں مشرکین نے پتھریا لکڑی کی سورتیوں کی شکل میں بنا کر انگی پوجا کی، جس طرح آجکل کے ”قبر پرست“ علماء اپنے حوام کو باور کرا کے مخالفہ دیتے ہیں، بلکہ وہ نیک بندے بھی ”من دون اللہ“ میں شامل ہیں، جنکی لوگوں نے کسی بھی انداز سے عبادت کی، جیسے عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کی عیسائیوں نے۔“ (ص: ۳۳۸)

اصل اختلاف یہ ہے کہ ”قرون الشیطان“ (شیطانی ٹولہ) صرف فوت شدہ صالحین کو مطلقاً ”من دون اللہ“ میں شامل کر کے بے شفاعت، مجبور، بہرہ، اندھا، بے نفع، کہتے ہیں، جو کہ ہر طرح سے باطل، بلکہ ظلم عظیم اور غلو فی الدین ہے۔

جبکہ جن صالحین کی عبادت کی گئی صرف وہ ”من دون اللہ“ کی ان آیتوں میں، اور صرف اس حد تک شامل ہیں، کہ وہ بھی عبادت کے لائق نہیں اور بس!۔

جیسے نجدی مفسر نے خود لکھا: بلکہ وہ نیک بندے بھی ”من دون اللہ“ میں شامل ہیں، جنکی لوگوں نے کسی بھی انداز سے عبادت کی، جیسے عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کی عیسائیوں نے۔“

(ص: ۳۳۸)

اولیاء من دون اللہ، حزب الشیطان اور اولیاء اللہ، حزب اللہ ایک ہیں؟

قرآنی اصطلاح اور اسلوب کے مطابق ”من دون اللہ“ سے، دشمن خدا

حزب الشیطان مراد ہے، چونکہ قرآن کریم نے صالحین کو ”اولیاء اللہ، شعائر اللہ“، ان کے اختیارات کو ”ما دین اللہ“، اور اس گروہ کو ”حزب اللہ“ فرمایا ہے۔

اور تقریباً ساری آیات ”من دین اللہ“ میں کفار کو مخاطب ہیں، اور مقصود ان کے عقائد باطلہ، ان کے خود تراشے ہوئے معبود بتوں اور دشمنان خدا شیعوں وغیرہ کی الوہیت، اختیارات اور محبوبیت کی تردید اور مذمت کرنا ہے۔ جبکہ صالحین کو مومنین کا دامن ہر طرح کی بدعتیہ کی سے پاک اور منزہ ہے، کوئی ولی اللہ، کوئی ایمان والا اپنے خالق اور معبود کے ساتھ، مقابلہ اور شرک کرنے کا، سوچ بھی نہیں سکتا۔

لہذا آیات ”من دین اللہ“ کی آڑ لے کر، اولیاء اللہ، شعائر اللہ اور اولیاء من دین اللہ۔ ما دین اللہ اور من دین اللہ۔ محب اللہ اور عفو ظلم۔ حزب الظلم اور حزب الشیطان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک حیثیت بنا کے پیش کرنا، اللہ والوں کو اللہ کا شریک اور مقابل باور کرا کے، اسی یہاں ان کی بے ادبیاں کرنا یہ وہابی گروہ کا شیوہ و منصوبہ اور مشن ہے، جو کہ بے دینی اور بد نظمی ہے۔

قارئین! چند عبارتیں ملاحظہ فرمائیں۔

سعودی مفسر نے لکھا: یہ نام نہاد مسلمان بھی قبروں پر قبوں کے ساتھ وہی کچھ کرتے ہیں، جو پتھر کی پجاری اپنی مورتیوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ (ص: ۲۳)

ایک اور جگہ لکھا: ”اللہ تعالیٰ اور پتھر کی ایک مورتی یا قبر کی ڈیری یہ دونوں کس طرح

بزاہد ہو سکتے ہیں؟“۔ (ص: ۷۷)

مزید لکھا: ”یہ (مزارات پر حاضری وغیرہ) کاروبار لات و منات کو فروغ دیتا ہے، اور

یہ محبت یا تعظیم نہیں، بلکہ انکی عبادت ہے۔ (ص: ۴۰، ۴۱)

گویا وہابی ”علیم بذات الصدور“ ہو گئے۔

اور لکھا: ”امت کے عوام شرک میں پھنسے ہوئے ہیں، اللہ کی طرف رجوع کی بجائے

فوت شدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (ص: ۵۶۹، ۱۰۰۳)

پھر لکھا: ”مردوں کو رب نہ بناتے“۔ (ص: ۱۱۲۱)

لکھا: پیروں فقیروں سے اللہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ (ص: ۶۵، مزید: ۱۰۲۶، ۱۱۱۴)

اسی طرح مسلمانوں اور مشرکوں کے عقائد و نظریات، ان کے متعلق آیات

واحکام کا فرق اور لحاظ نہ رکھ کر، سب کو ایک ہی صف میں شامل کر کے، مسلمانوں کو

مشرکوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر کہنا،۔۔۔ کفر و اسلام، شرک و توحید، حق و باطل،

طیب و خبیث، دوستی و دشمنی کو خلط ملط کرنا، اور رب تعالیٰ کے کلام میں تضاد ثابت کرنا

ہے۔۔۔ جو یقیناً شیطانیّت و خارجیت زدگی، بدعت سیدہ اور بہت دور کی گمراہی ہے۔

(”نجدی توحید کی حقیقت“، عنوان بھی ملاحظہ فرمائیں لیں)

آیات، ”من دون اللہ“ کے متعلق ضروری توضیحات:

”من دون اللہ“ کی جتنی آیات میں ”الوہیت“ کے خصائص کے علاوہ، باقی

اختیارات اور قدرتوں کی نفی اور مذمت آئی ہے، وہ صرف اور صرف بتوں، شیطان اور

کافروں کے ساتھ خاص ہیں، انکو صالحین اور مومنین سے کچھ واسطہ نہیں، اور اس پر

مفسرین کا اجماع ہے۔ کیوں کہ اللہ والوں کے لیے ”ہا ذن اللہ“ وہ سارے کمالات مثلاً شفاعت، سماعت، حیات، نفع و نقصان رسانی، امداد، ملکیت وغیرہ خود شرع شریف سے ثابت ہیں۔

جب عام آدمی کے کلام میں تضاد، اس کا عیب تصور کیا جاتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی تو ان کی ولایت، ملکیت، شفاعت اور اختیارات کے تذکرے کرے،۔۔۔ اور کبھی خود ہی ان کے متعلق کہے کہ وہ کھجور کی گٹھلی کے بھی مالک نہیں، وہ شفاعت نہیں کر سکتے۔

کبھی کہے کہ میں نے اپنے نبی، عیسیٰ علیہ السلام کو یہ یہ اختیار دے کر بھیجا، آصف بن برخیا نے یہ کروڑ لکھایا،۔۔۔ اور کبھی کہے کہ وہ تو کبھی نہیں بنا سکتے، بلکہ اگر کبھی کوئی چیز لے اڑے اسے واپس نہیں لے سکتے۔

منکرین تو محبوب خدا ﷺ کو بھی مردہ کہنے میں ذرا حیا محسوس نہیں کرتے، (ملاحظہ ہو: سعودی تفسیر: ۱۳۰۵) امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے آپ ﷺ کو مر کر مٹی میں ملنے والا لکھ دیا۔ (تقویۃ الایمان)

جبکہ اللہ تعالیٰ کو تو یہ بھی گورا نہیں کوئی آپ کے غلاموں کو بھی مردہ کہے۔

جس طرح قرآن کریم میں ”دعا“ اور ”صلوۃ“ وغیرہ کے ہر جگہ ایک ہی معانی مراد نہیں لیے جاسکتے۔ ایسے ہی ”من دون اللہ“ کی آیتوں میں ہر جگہ، ”دون“ کے ایک ہی معنی مراد لینا غلط ہے۔ ”دون“ کا معنی اگرچہ ”علاوہ“ ہے، لیکن ایسی آیات

میں ہر جگہ اللہ کے علاوہ اور غیر سے، ہر غیر اللہ مراد نہیں، بلکہ وہ غیر اور علاوہ مراد ہیں، جو عدو اللہ، اور حزب الشیطان ہیں۔ یعنی جو محبت و ولایت اور تعلق با اللہ کے اعتبار سے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور غیر ہیں۔

جبکہ صالحین، ولی اللہ، محب اللہ، شعاثر اللہ اور حزب اللہ ہونے کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کے غیر نہیں، بلکہ اپنے ہیں۔ ان کے کمالات اہم قدرتیں اللہ تعالیٰ کی ذات اور قدرتوں کا پتہ دیتی ہیں، وہ اللہ کی قدرتوں کے مظہر ہوتے ہیں، ان کے کمالات اللہ تعالیٰ ہی کے کمالات ہوتے ہیں۔

جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام، ملکہ بلقیس کو بظاہر اپنی، اور باطناً اس "قدیر و قادر" کی قدرت، تصرف دیکھا ماچا رہے تھے، لیکن قدرت خداوندی کا اظہار ان کے وزیر اور غلام حضرت آصف بن برخیا سے ہوا۔ تو آپ نے فرمایا: ہذا من فضل ربی، یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔ (انہل: ۴۰)

اگر سلیمان علیہ السلام بھی صالحین کو، ان منکرین عظمت الہی اللہ کی طرح مطلقاً "من دون اللہ"، بے اختیار اور اللہ تعالیٰ کا مقابل اور ان سے استمداد کو شرک سمجھتے ہوتے، تو بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے تحت طلب کرتے۔

اسی طرح ان حضرات کی دوستی، ولایت اللہ، انکی محبت، حب اللہ، ان کی دشمنی، بغض اللہ، ان کی اطاعت اطاعت اللہ، ان کا دیدار باعث ذکر اللہ، انکا قرب قرب اللہ، ان کی عطا عطاء اللہ، ان کی مشکل کشائی نصر اللہ، ان کی گفتگو کلام اللہ ہوتی ہے۔

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

<http://t.me/Tehqiqat>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مولوی صاحب ابھی ریلوے سٹیشن سے اترے کہ مجذوب کو گھر خبر ہو گئی، فوراً کپڑے منگا کر پہن لیے۔ (ایضاً: ۲۰)

قاضی سلیمان منصور پوری اور ضیاء معصوم شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر پہنچے۔ ضیاء معصوم مراقبہ کرنے لگے، قاضی صاحب نے دل میں سوچا کہ ان بزرگوں نے کوئی راز کی بات کہنی ہوگی، مجھے اٹھ جانا چاہیے، یہ سوچ کر جب اٹھنا چاہا، تو حضرت مجدد نے قاضی کا ہاتھ پکڑ لیا، اور فرمایا: سلیمان! ہم تم سے کوئی بات راز میں نہیں کرنا چاہتے۔ راوی کا کہنا کہ قاضی صاحب نے کئی دوستوں کو بتایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ۔۔۔ بیداری کا ہے۔ (ایضاً: ۱۹)

یہی بات ہم کریں تو جھوٹے اور مشرک ٹھہریں!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشہور کرامت، (کہ آپ نے مدینہ پاک سے لشکر ساریہ کی نہاد میں مشکل کشائی فرمائی)، کا انکار کرنے والے،۔۔۔ معجزہ و کرامت میں انبیاء و اولیاء کو مطلق بے اختیار کہنے والے،۔۔۔ ان کو با اختیار سمجھنے والوں کو مشرک کہنے والے۔ اپنے مولویوں کو اس قدر با اختیار ثابت کر کے بھی توحیدی ہی رہے۔



فوت شدہ وغیرہ سے استمداد کو شرک کہنا خود شرک ہے:

نجدی حضرات ”یا رسول اللہ ﷺ“ وغیرہ پکارنے کی وجہ سے علمۃ المسلمین کو شرک ثابت کرنے کے لیے، اپنے خود تراشے نجدی دین کے مطابق فوت شدہ، غائب اور دور والے سے مدد چاہنے کو شرک کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلو اور جہالت ہے۔ کیوں کہ استعانت و امداد کی اس صورت کو شرک کہنا، گویا خدا تعالیٰ کو فوت شدہ، دور ہو نیوالا ماننا، اور خدا تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا انکار کرنا ہے۔

..... رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”فانکم لا تدعون المصم ولا غالباً، تدعون سمیعاً بصیراً قریباً“، کہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے، بلکہ سننے، دیکھنے اور قریب والے کو پکارتے ہو۔ (بخاری، کتاب التوحید)

جب منکرین نے وسیلے کا مطلقاً انکار کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ شرک سے بھی زیادہ قریب ہے۔ (ق: ۱۶) لیکن مسلمانوں کو شرک بتاتے وقت یہ بھول جاتے ہیں، اور کہتے ہیں: کہ دور والے سے استمداد شرک ہے۔

خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ ”الحی القيوم“ ہے، منکر کہتے ہیں فوت شدہ سے استمداد شرک ہے۔ حالانکہ اگر بالفرض شرک ہو بھی، تو وہ زندہ سے استمداد شرک ہونی چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت تو ”الحی“ ہے،۔۔۔۔۔ ”میت“ نہیں۔

تو جب زندہ سے مدد چاہنا شرک نہیں، تو فوت شدہ سے مدد مانگنا کیسے شرک ہو سکتا ہے۔

الہنت پر یہ بہتان بھی باندھا: ”مذون بزرگوں کو صفات الوہیت کا حامل سمجھ کر انہیں مدد کے لیے پکارتے ہیں۔“ (ص: ۶۷۳)

منکرین جواب دیں کہ بندوں کی صفات کو خدا تعالیٰ کے لیے کون ثابت کرتا ہے؟۔۔۔ وہ کہ الہنت؟

وحید الزماں حیدر آبادی نے بھی اپنے ہم جماعتیوں کو یہی بات سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ: فوت شدہ سے مدد مانگنا، اس کو زندہ کا شریک بنانا ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کا۔ (بدیۃ السہدی: ۱۷)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں: خدا تعالیٰ غائب نہیں (عالم الغیب) ہے۔۔۔ مگر منکر کہتے ہیں کہ غیب کو پکارنا شرک ہے۔

شرک کی حقیقت برابری پر ہے، شرک خود اعتراف کریں گے: ”اذ نسو بکم رب العالمین“، کہ ہم تمہیں (بتوں کو) رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

(الشعرا: ۹۸، انعام: ۱، بقرہ: ۲۲)

تو جب یہ صفات (فوت اور دور ہونا وغیرہ) خدا تعالیٰ کی ہیں ہی نہیں، تو پھر برابری کیسے ہوئی؟۔۔۔ اور جب برابری نہ ہوئی تو پھر شرک کیسے ہوا؟
خدا جب دین لیتا ہے، حماقت آ ہی جاتی ہے!

معلوم ہوا کہ منکرین کا یہ اصول اور فارمولا کہ ”فوت شدہ، دور والے اور غائب سے مدد مانگنا شرک ہے“،۔۔۔ ان کی حماقت اور بدعت پر مبنی ہے، جس کی کوئی دلیل نہیں۔ اور ان کے شرک کے سارے فتوے خاک میں ملانے کے لیے، امام الہنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہی کافی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ اس شعر کے سامنے

منکرین کے منہ میں زباں نہیں۔۔۔ نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں۔

اور مبتدعین قیامت تک جواب نہ دیں سکیں گے، انشاء اللہ!، وہ شعر یہ ہے۔

حاکم حکیم داد و دوا دیں، یہ کچھ نہ دیں

مردود یہ مراد کس آیت، خبر کی ہے؟

لکھا: امام ابن کثیر فرماتے ہیں: "ولنحس اقرب الیہ من جبل الورد" کہ اس سے

مراد فرشتے ہیں، جو رگ جان سے بھی قریب ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۱۳۶۶)

ہم کہتے ہیں اگر فرشتوں کے متعلق یہ عقیدہ شرک نہیں، تو اگر واقعی رحمة

اللعالمین ﷺ کو "النسی اولی بالمؤمنین من انفسہم"۔ (تراب: ۲۹) جان سے بھی

زیادہ قریب، اپنے حال سے باخبر جانے، تو کیسے شرک ہو سکتا ہے؟

(مزید: "تکفیر مسلمین کے دو پہلی حدیث"، اور "دعا پکار" عنوان دیکھیے)



عنوان: ۲۲

داتا، غریب نواز وغیرہ کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں:

لکھا: "داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز اور بابا فرید گنج شکر کے معبود، مشکل کشا، و گنج

بخش ہونے کی کوئی دلیل ان لوگوں کے پاس نہیں، یہ سب نام اپنے تجویز کردہ اور خود ساختہ

ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۶۵۱، ۴۳۱)

کاش کہ صالحین کے متعلق اپنے تئیں باطن کے اظہار کی بجائے، قرآن پاک

کے ان مقامات (اعراف: ۱۷، یوسف: ۴۰) پر بھی اپنے امام ابن کثیر (اور دیگر سلفی مفسرین) کی

تفسیر قبول کی ہوتی، (جو "سعودی تفسیر" کا بنیادی ماخذ ہے) کیوں کہ ان آیات میں بتوی

کے پوجاریوں مشرکوں کے، بتوں کے گھرے ہوئے ناموں اور القابات کی تردید و مزمت مقصود ہے۔ یعنی ایسی آیات مشرکوں اور بتوں کے متعلق ہیں، نہ کہ مسلمانوں اور ان میں مشہور صالحین کے نام والقاب کے متعلق۔

ہم پوری نجدی برادری سے مطالبہ کرتے ہیں: کہ اگر مسلمانوں میں صالحین کے معروف القاب کی کوئی دلیل و سند نہیں۔ تو پھر محمد بن عبدالوہاب، ابن تیمیہ، ابن قیم، اسماعیل دہلوی، ثناء اللہ وغیرہ کے شیخ الاسلام، مجدد الف ثانی، مجدد الدعوة، علامہ مولانا مفتی، حافظ، فضیلہ الشیخ۔

اور سودی (زندہ، مردہ) حکمرانوں کو "السَّيِّك" (جیسا کہ غلاف و دروازہ کعبہ شریف، حرمین شریفین کی تعمیرات پر جا بجا اور سودی کرنسی وغیرہ پر لکھا ہوا ہے) اور "یزید" کو "رضی اللہ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ"، (جیسا کہ ذاکر نائیک اور باقی نجدیوں کا مسلک ہے) کہنے کی تمہارے پاس کون سی سند و دلیل ہے؟۔۔۔۔۔ ما ہو جو اہکم لہو جو اہنا!

قارئین کے لیے حیرت کی بات ہے کہ ان کے مردے بھی والی ہیں۔

لکھا: سلطان عبدالعزیز والی نجد و حجاز۔ (سودی تفسیر: ۱۴۹۳)

نجدی مفسر نے صالحین کو اہلسنت کا "معبود" (الہ) بھی لکھا ہے جو قطعاً جھوٹ اور بکواس ہے۔

اسی طرح عام طور پر وہابی مولوی اپنی تقریروں میں "الہ" (معبود) کی تشریح اس طرح کرتے ہیں: "لا الہ الا اللہ"، کوئی داتا نہیں، الا اللہ۔۔۔ کوئی غوث اعظم نہیں، الا اللہ۔۔۔ کوئی گنج بخش نہیں، الا اللہ۔۔۔ کوئی غریب نواز نہیں، الا اللہ۔۔۔ کوئی پکار کے لائق نہیں، الا اللہ وغیرہ۔

”اللہ“ کے یہ معنی و تشریح کرنا گویا، ”اولیاء اللہ“ کو ”عبد اللہ“، اور ”حزب اللہ“ کو ”حزب الشیطان“ ثابت کرنے کی خبیث لعنتی کوشش، اور خدا تعالیٰ اور صالحین کی شان میں کمال بے ادبی، غلو اور افترا ہے۔

اور دنیا کی کسی لغت میں، (سوائے وحابیوں کی لغت کے) ”اللہ“ کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں۔ (حرید ”الوہیت“ عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

یہ بھی خوب یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں، اپنی طرف سے اضافہ کرنا، جیسا کہ نجدی لوگ داتا، گنج بخش، غریب نواز وغیرہ ناموں کو اللہ تعالیٰ کے نام بتاتے ہیں، ”الحاد فی الاسماء“ کی ایک صورت ہے، جس کی (اعراف: ۱۸۰) سورہ سودی تفسیر: ۴۶۹ پر بھی) حرمت کی گئی ہے۔

اسی لیے ہمیں خدا تعالیٰ کے وہی نام ذکر کرنے کی اجازت ہے، جو قرآن و سنت میں مذکور ہوئے ہیں۔

اور پھر یہ بات بھی قابل غور ہے، کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے بعض معانی ناموں کا مفہوم، داتا، غریب نواز وغیرہ بنتا ہے، مگر یہ اسماء قرآن و حدیث میں خدا تعالیٰ کے لیے مذکور نہیں ہیں۔ کیونکہ ان میں سے اکثر نام فارسی و ہندی وغیرہ زبان کے ہیں، مثلاً داتا، گنج بخش وغیرہ۔

اور جو اسماء الحسنیٰ شرع شریف میں مذکور ہیں، ان کو وہابی اپنے بڑوں کے لیے بلا دھڑک بولتے رہتے ہیں، مگر شرک کا ذرا بھی وہم نہیں گزرتا۔ (تفصیل آگے آئے گی)

حتی الامکان ”عرف عام“ کا لحاظ ضروری ہے:

عرف عام (عوام کی زبان) میں یہ القاب صرف بزرگان دین کے لیے مشہور و معروف ہیں۔ عرف عام، اور عوام کے جائز نظریات کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ خواہ مخواہ، بلا دلیل مسلمانوں سے بدگمان ہونا گناہ کبیرہ، اور فتنہ و انتشار کا سبب ہے۔۔۔ الفتنۃ اشد من القتل!

نجدی مفسر نے خود بھی ”عرف عام“ کو احکام میں معتبر تسلیم کیا، لکھتا ہے:
 ”عرف عام میں قسم تاکید اور شک کو دور کرنے کے لیے کھائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں قسم اسی شک کو دور کرنے کے لیے کھائی ہے۔۔۔ الخ“۔ (ص: ۱۲۵۰، ۱۲۵۱)

لہذا عوام میں صرف بزرگوں کے مشہور و معروف، وہ بھی فارسی و ہندی زبان کے القاب کو اللہ تعالیٰ کے مخصوص صفاتی نام قرار دے کر، صالحین کو اہل سنت کا ”معبود“، اور ان کو مشرک اور ان کا پجاری کہنا، ظلم عظیم اور الحاد فی الاسماء ہے۔
 وہابیوں کا شرک فی الصفات:

مخالفین کے لیے شرم کی بات ہے، کہ خدا تعالیٰ کے جو صفاتی نام قرآن و حدیث میں مذکور ہیں، مثلاً ”الملك“ (ط: ۱۱۳، مومنون: ۱۱۶، حشر: ۲۳، الناس: ۲)۔

”مولانا“ (بقرہ: ۲۸۶، توبہ: ۵۱)۔ ”علام“ (مائدہ: ۱۰۹، ۱۱۶) اور اسی طرح حافظ، عالم، حکیم، وکیل، غنی وغیرہ ان سارے ناموں کو یہ لوگ اپنے حکمرانوں اور مولویوں کے لیے سر عام بولتے ہیں، مگر پھر بھی مشرک نہیں ہوتے، اور نہ کبھی شرک کا گمان گزرتا ہے۔

اسی سعودی قرآن کے پہلے صفحات پر مردہ ”شاہ فہد“ کو کئی مرتبہ ”الملك“ لکھا گیا۔ حالانکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”انا الملك ابن ملوک الارض“،

”میں بادشاہ ہوں، آج دنیا کے بادشاہ کہاں ہیں؟“۔ (بخاری شریف)

نہ جانے اس وقت یہ لوگ کیا جواب دیں گے؟

سعودی قرآن کے مقدمہ میں اس کے مترجم، جونا گڑھی اور مفسر، صلاح الدین کو ”مولانا“ لکھا گیا۔

قرآن کریم میں فتویٰ دینے کا ذکر خدا تعالیٰ کے لیے آیا ہے۔ (اسماء: ۱۲۷)
 باوجود اس کے یہ لوگ ”ابن باز“ کو مرنے کے بعد بھی صرف مفتی نہیں، بلکہ مفتی اعظم لکھتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں اگر غیر اللہ کو داتا، گنج بخش، غریب نواز کہا شرک ہے، حالانکہ قرآن وحدیث میں ان ناموں کا ذکر تک نہیں ہے۔ تو جن اسماء کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے قرآن میں بیان فرمایا، الملک، مولانا، علام، عالم، حافظ، حکیم، وکیل وغیرہ تو ایسے ناموں کو غیر اللہ کے لیے بولنا بطریق اولیٰ شرک ہونا چاہیے؟۔

یا پھر مانو کہ ہمارے پاس دو شریعتیں ہیں، ایک عام مسلمانوں کو شرک بنانے کے لیے۔ اور دوسری اپنے حکمرانوں ومولویوں کی کبریائی بیان کرنے کے لیے۔

اہلسنت، اللہ والوں کی تعظیم وعظمت کے اظہار کے لیے کچھ بھی کریں، وہ تو ہر صورت شرک وبدعت ہے۔ لیکن تم اپنے بڑوں، کعبۃ اللہ، صفا مروہ (سال میں دو مرتبہ حرق گلاب وعطر سے غسل دینا) وغیرہ کی تعظیم کے لیے جو چاہے کرو، سب جائز، کارِ ثواب، توحید اور سنت ہے۔

عداوت و بغض کی حد ہے کہ وصال یافتہ صالحین کو مردہ، بے بس، بے حیثیت کہتے ہیں۔ جبکہ اپنے مردوں کو بھی الملک، مولانا، مفتی اعظم لکھتے ہیں، اور ان کے

مردے بھی والی ہیں۔ لکھا: سلطان عبدالعزیز والی نجد و حجاز۔ (سعودی تفسیر: ۱۴۹۴)

حقیقی و مجازی صفات کی تقسیم: (شرک وہابیہ)

یہ لوگ صفات میں حقیقی و مجازی، عطائی و ذاتی کی تقسیم کو شرکانہ فعل قرار دیتے ہیں۔ اللہ والوں کے لیے مجازی و عطائی صفات و اختیار ثابت کرنا بھی شرک کہتے ہیں۔

(تقویۃ الایمان: ۳۵، ۳۴، نعمانی کتب خانہ، وغیرہ)

اسماعیل دہلوی نے لکھا: ”کسی بزرگ کو حقیقتہً نخی اور جواد نہیں کہا جاسکتا۔“

(صراط مستقیم: ۳۹)

یعنی مجازاً جواد کہا جاسکتا ہے۔۔۔ یہ لکھ کر اپنے ہی فتویٰ سے شرک ٹھہرا۔

اسی سعودی قرآن کے مترجم جو ناگڑھی نے خدا تعالیٰ کی صفت ”الملك“ کا

ترجمہ کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے بادشاہ ہونے کے ساتھ ”حقیقی“ کی قید لگائی۔

(ط: ۱۱۳، ص: ۸۷۶)

وہ لیے کہ یہ سعودی اپنے زندہ و مردہ حکمرانوں کو بھی ”الملك“ کہتے ہیں، تو

”بادشاہ“ کے ساتھ ”حقیقی“ کی قید لگانے کا مقصد یہ تھا کہ ”شاہ فہد“ وغیرہ کو ”الملك“

لکھنا شرک نہیں، کیونکہ خدا تعالیٰ حقیقی طور پر ”الملك“ ہے، جبکہ ہمارے یہ حکمران مجازی

الملك ہیں۔

یہ ہے ان لوگوں کی توحید کی حقیقت، اور صالحین دشمنی، کہ جب اپنوں کی باری

آئے تو تاویلات اور توجیہات کی گنجائش نکال لیتے ہیں۔ لیکن جب محبوبان خدا کی

عظمت کی بات آتی ہے، تو وہاں بغیر کسی گنجائش، تاہل اور سوچ و بچار کے فوراً شرک کا

ہم پوچھتے ہیں، کہ ان ہستیوں کو اکبر، عظم، اور غنی۔۔۔ کہنے کی کون سی دلیل ہے؟

یعنی کس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر کو ”صدیق اکبر“ کہا ہو،۔۔۔ حضرت عمر کو ”قاروق اعظم“ کہا ہو،۔۔۔ اور حضرت عثمان کو غنی کہا ہو۔ حالانکہ ”اکبر“ اور ”عظیم“ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، اور ”اعظم“ کا معنی ہے بہت بڑا۔۔۔ ”غنی“ بھی اللہ کی صفت ہے۔

لیکن کسی منکر کو خطرہ نہیں گزرتا کہ شرک ہو جائے گا۔ ابھی اسماعیل دہلوی کا فتویٰ گزرا کہ: ”کسی بزرگ کو حقیقۂ سخی اور جواد نہیں کہا جاسکتا“۔ (مرآۃ المستقیم: ۳۹)

القاب اولیاء کا مفہوم، اور وجاہت و عظمت: اس حقیقت کا کسی کو انکار نہیں، کہ حقیقی و ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ ہی خزانوں کا مالک، دینے والا، نوازنے والا، مشکل کشائی کرنے والا ہے، لہذا یہ ایک واضح حقیقت ہے، کہ کوئی جاہل سے جاہل سنی بھی اللہ والوں کے لیے یہ ساری شانیں اور اختیار من دون اللہ، یعنی اللہ تعالیٰ کے مقابل اور مستقل تسلیم نہیں کرتا، بلکہ ہاذا اللہ ہی مانتا ہے۔ اور بے سند بھی نہیں، کیونکہ ”مؤمنین صالحین“ کے لیے ان ساری صفات، مثلاً دینے والا، خزانوں والا، خزانے بخشنے والا، مصیبت دور کرنے والا، مشکل آسان کرنے والا وغیرہ، کا مفہوم قرآن و سنت اور مسلمانوں کی گواہی اور شہادت سے ثابت ہیں۔ اور جو بات شرع شریف سے ثابت ہو، اس کو شرک و بدعت کہنا، خود بے دینی

آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر کثرت سجود سے، اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔

(مسلم، کتاب الصلوٰۃ، ۲۳۵، ۱۱۶۶)

علامہ سنوسی مالکی، ملا علی قاری، عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے اس حدیث پاک سے یہ استدلال کیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کا آپ ﷺ کو (بشرط موافقت تقدیر) مختار بنا دیا ہے۔

(کمل اکمال المعلم: ۳/۳۱۱، مرقاۃ: ۲/۳۲۳، لمعات: ۱/۳۹۶، ۱۷۲/۱)

ورنہ نہ ہی آپ ﷺ حضرت ربیعہ سے مطلق (بلا کسی قید کے) فرماتے: ”کہ جو چاہے مانگ لے“۔ اور اگر صحابی نے آخرت کی عظیم نعمت مانگ لی تھی، اور آپ ﷺ کو بقول وہابیوں کے کچھ اختیار نہ تھا۔ تو خبردار فرمادیتے کہ یہ کیا مانگ رہے ہو، میں تو بے اختیار ہوں، کو دنیا کی کوئی عام چیز مانگ لو۔

جبکہ وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ صرف مبلغ تھے اور بس، آپ ﷺ کے پاس اس سے زیادہ اختیارات نہیں تھے۔ (سعودی تفسیر: ملخصاً: ۲۸۱)

اسی مفہوم کو ہم اہلسنت آپ ﷺ کے لیے ”مختار کل“ سے بھی تعبیر کرتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو احکام اور باقی مخلوقات میں (ساری مخلوق سے زیادہ) تصرف کرنے کا اختیار دیا ہے، جس پر متعدد دیگر دلائل بھی گواہ ہیں، جو ”حضور مالک و مختار ہیں“، از علامہ ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی دام ظلہ۔ ”نور انیت و حاکیت“، از علامہ کاشف اقبال رضوی دام اقبالہ، وغیرہ کتب اہل سنت میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

۔ خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے، قبضہ و اختیار میں

❖ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے تقسیم کرنے والا، اور خزانے جمع کرنے والا ہوں، اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ (بخاری، کتاب الہجۃ)

❖ فرمایا: ”پس تمہیں اللہ اور اس کا رسول کافی ہیں۔“

(طبرانی کبیر: ۷۲۲، مجمع الزوائد: ۷۷۷)

❖ فرمایا: اور بیشک مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں۔

(بخاری، ۵۸۸۱، مسلم، ۵۸۸۱)

❖ فرمایا: یعنی زمین کے خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں رکھی گئیں۔

❖ زمین اللہ کے نیک بندوں کی ہے۔ (ابراہیم، ۱۱۲)

(مزید: ”چند آیات من دون اللہ“ کی وضاحت ”۱۱۲“ کے تحت آج کے روزنامہ)

مزید آیات و احادیث مبارکہ:

اولیاء اللہ، اور ان کے خزانے اللہ تعالیٰ ان کے لیے جمع فرماتا ہے۔
خزن ہوتی ہیں۔ فرمایا: ”میرا کیا حوالہ ہے؟“ اس (سیدنا محمد ﷺ) کے لیے
رکھی ہیں۔ (بنی اسرائیل)

سودی خسرتے لکھا: ”یہ ملازمت قربانی عمروں عماروں کی کڑی عیب ہے۔“
ہونے کے علاوہ ملا ہے، اس لیے اسے باہر کٹ قرار دیا گیا ہے۔“ (۱۱۲)

لامترقی نے لکھا: اس مسجد کے ارد گرد انجاء کرام اور اولیاء عظام و عظام
ان کے ساتھ و حضرات کی بیعت ہو گئے۔ ان کی امانت ہو گئی۔ یہ عہد و عہد

❖ اس لیے کہ یہ عہد و عہد ہے۔

فرمایا ہے۔ (توبہ: ۱۱۹)

..... انہیں کے ساتھ موت مانگنے کی تعلیم دی ہے۔ (آل عمران: ۱۹۳)

..... کیونکہ اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے لائق) ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ (بقرہ: ۱۹۳)

..... ان کی بیماری، بھوک اور پیاس کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ (مسلم: ۳۸۸/۲)

..... اور اس کی رحمت بھی ان کے قریب ہوتی ہے۔ (اعراف: ۵۶)

..... یہی وجہ ہے کہ ان کی طرف جانے والا، گویا اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والا ہوتا

ہے۔ (مسلم: کتاب التوبہ)

..... ان کی مجلس میں حاضر ہونے والا، اگر بد بخت بھی ہو تو خوش بخت ہو

جاتا ہے۔ (بخاری: کتاب الدعوات)

..... سو آدمیوں کا قاتل ان کے قرب میں توبہ کرنے کے ارادے سے، ان کی

طرف چل پڑا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے بہانہ بنا کر بخش دیا۔ (مسلم: کتاب التوبہ)

جس سے ان کے قرب، معیت اور آستانوں کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔

..... ان کے وسیلے سے دعائیں قبول ہوتی ہے۔

(ابن ماجہ: کتاب المساجد، بخاری: کتاب الاستسقاء)

..... کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں، تو وہ انہیں ضرور عطا فرماتا ہے۔

(بخاری: کتاب الادب) چاہے وصال یافتہ ہی کیوں نہ ہوں۔

..... اور اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں، تو ضرور پوری کر دی جاتی ہے۔

(بخاری: کتاب الصلح)

..... ان کی دعاؤں سے مردے بھی زندہ ہو جاتے ہیں۔ (الہدایہ: کتاب ۲۹۲/۶)

✽..... ان کے رقعہ سے رکے دریا جاری ہو جاتے ہیں۔

(تفسیر قرطبی: ۱۰۳/۱۳، ابن کثیر: ۳/۶۵۳، کبیر: ۱۱/۸۸)

✽..... انہیں کے صدقے بادل برستے ہیں، فتح ملتی ہے، عذاب دور ہوتے ہیں،

رزق ملتا ہے۔ (مسند احمد: ۱۲۲/۱، طبرانی کبیر: ۱۰/۶۳، ۸/۶۵، مجمع الزوائد: ۱۰/۶۳)

✽..... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ہمیشہ تیس (۳۰) آدمی (ابدال و

غوث) رہیں گے جن کے صدقے یہ زمین قائم رہے گی، انہیں کے تصدق سے تم پر

بارش برسائی جاتی ہے، اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۰/۶۳، کتب جامعہ، ج ۱، ص ۱۰۰)

سیر اعلام النبلاء: ۵/۵۷۳، تہذیب الکمال: ۶/۱۰۹، تفسیر ابن کثیر: ۳/۳۰، نوادر الاصول: ۲/۱۰۰، مسند احمد: ۱۰/۶۳،

۵۵۰/۶، مسند فردوس: ۸/۸۳، کشف الخفاء: ۲/۱۵۸، عون المعبود: ۸/۱۵۸، از عظیم آبادی: ۱/۱۵۸)

اگر اعلیٰ حضرت نے یہ کہہ دیا کہ: ”بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ

سکتے۔“ (ملفوظات، حصہ اول)۔۔۔ تو کیا وہابیوں کی طرح بلا دلیل کہا؟۔۔۔ وہابی اس

پر اپنی جہالت، عداوت اور شقاوت سے خواہ مخواہ جتن بچیں ہوتے ہیں۔

✽..... ان سے دشمنی کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔

(بخاری: کتاب الاوب)

✽..... کیا ایک مسلمان پر یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی ہر طرح

سے مدد کرے، اس کا حاجت رواء، مشکل کشا، داتا اور غوث بنے؟۔ (بخاری: ۳۳۰۸)

مسلم: ۳۳۵/۲، حلیۃ الاولیاء: ۳/۲۲۵، معجم الکبیر: ۱۲/۳۵۸، ۱۰/۲۱۷، ۱۱/۱۷۷، مسند صحاب: ۲/۱۱۷، ترمذی: ۳/۲۶۲

۲/۲۶۲، مجمع الزوائد: ۸/۱۹۲، ۱۰/۱۳۲، مسند ابویعلیٰ: ۹/۱۷۷، مسند الفردوس: ۱۰/۳۳۰)

✽..... اللہ تعالیٰ نے ان کو خدائی کی حاجت روائی کے لیے خاص فرما دیا ہے۔ (علیہ

الاولیاء: ۳/۲۲۵، طبرانی کبیر: ۱۲/۳۵۸، مسند صحاب: ۲/۱۱۷، ترمذی: ۳/۲۶۲، مجمع الزوائد: ۸/۱۹۲)

❖۔۔۔۔۔ کبھی ان کو اس کی بھی خبر ہو جاتی ہے کہ ماں کے پیٹ میں بیٹا ہے یا بیٹی۔ (موطا امام مالک: وغیرہ)

❖۔۔۔۔۔ ان کو اللہ جل و علیٰ کا اتنا قرب حاصل ہوتا ہے، کہ ان کی سماعت، بصارت وغیرہ میں اللہ کا نور جلال شامل ہوتا ہے۔ (منہوم، بخاری: کتاب الادب)

❖۔۔۔۔۔ اسی وجہ سے یہ دور و نزدیک سے سُن اور دیکھ لیتے ہیں۔ جیسے انس بن برخیا نے شام سے یمن کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے نہاوند کو دیکھ لیا۔

(تفسیر کبیر: ۲۱/۸، دلائل النبوة: ۱۱۱)

❖۔۔۔۔۔ دنیا میں رہتے ہوئے ان کو جنت میں گھر دیکھا دیا جاتا ہے۔

(محرک اللیٰ کم: ۲/۵۲۸، مسند علی: ۲۱۶)

مسلمانوں کی ولایت و موالات کا یہ رشتہ ہمیشہ قائم رہتا ہے۔

❖۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نَحْنُ أَوْلِيَاءُ كُمُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ، ہم تمہارے دوست ہیں، دنیا اور آخرت کی زندگی میں۔ (م اہمہ: ۳۱)

❖۔۔۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهَذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔۔۔۔۔ "جس کا میں مولا (محبوب و مددگار)

ہوں، اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہیں۔" (ترمذی، باب مناقب علی رضی اللہ عنہ)

❖۔۔۔۔۔ مزید فرمایا: عَلِيٌّ مَتْنِي وَالْأَمْنَةُ وَهُوَ وَلِي كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي، "علی مجھ سے

چاہ اور میں علی سے ہوں، ماور وہ میرے بعد بھی، ہر مومن کا ولی ہوگا۔" (ایضاً)

❖۔۔۔۔۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے: "فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ"

الخ، ان کا مددگار تو اللہ تعالیٰ، جبریل، میک مو من ہیں۔ (تحریم: ۴)

سعودی مفسر نے: "لبس المولیٰ"۔۔۔۔۔ (ج: ۱۳) کی تفسیر میں لکھا: "مولا" کے معنی ولی اور مددگار کے ہیں۔۔۔۔۔ مددگار اور ساتھی تو وہ ہوتا ہے، جو مصیبت کے وقت کام آئے۔ (ص: ۹۱۳)

منکرین بتائیں! کہ وہ بھی حضرت علی شیر خدا کو اپنا "مولا" مانتے ہیں یا نہیں؟۔۔۔ اور "مولا" کے معنی خود "مددگار" کے کیے ہیں۔

اب یا تو علی المرتضیٰ کو اپنا مددگار مانیں، یا پھر اپنے کو مؤمنین کی صف سے خارج سمجھیں!۔۔۔ وہ کیا خارج جانیں گے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بدعتیہ کیوں کی وجہ سے، ان کو پہلے ہی دین سے خارج فرما دیا تھا۔ (بخاری: کتاب المغازی)

..... علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: کہ رسول اللہ ﷺ اور علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خواب میں آکر فرمایا: وعظ کیونکہ نہیں کرتے؟۔۔۔ عرض کی کہ زبان و ذہن میں رکاوٹ ہے۔ تو انہوں نے منہ میں لعاب دہن ڈال کر مشکل کشائی فرمائی دی، جس سے ان کے سینے سے زبان پر علم و حکمت کے چشمے جاری ہو گئے۔ (روح المعانی: ۵۱/۲۲)

..... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ "ناد علی" کا وظیفہ کرتے تھے۔

(ملاحظہ کریں عنوان "کیا خود رو دساعت فرمانے کا عقیدہ فاسد ہے؟")

..... شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (اسامیل دہلوی کے عم محترم) لکھتے ہیں: حضرت علی اور ان کی اولاد پاک کو تمام افراد امت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتے ہیں، اور نگوئی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ مانتے ہیں۔ (تختہ اشاعرہ: ۳۹۶)

تضادات و ہابیہ:

۱: ایک طرف لکھا: ”مولا“ کے معنی بولی اور مددگار کے ہیں۔۔۔ مددگار وہ ہوتا ہے

جو مصیبت میں کام آئے (یعنی قیامت کو کافروں کی ولایت کام نہ آئے گی)۔ (سودی تفسیر: ۹۱۳)

ایک جگہ ”مولیٰ“ کے معنی ”مددگار“ کیے۔ (س: ۱۳۳۲)

مزید لکھا: مومنین بھی مددگار ہیں۔ (س: ۱۵۹۹)

جبکہ دوسری طرف لکھا: ”کیونکہ اس (اللہ) کے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا ہے

عی نہیں“۔ (س: ۱۵۸۸، ۵۷۱، ۳۲) کیا مشکل کشائی اور مددگاری دونوں متضاد چیزیں ہیں؟

۲: ایک طرف لکھا: ”اگر کسی کو اختیار حاصل ہے تو وہ عطائی اور عطا دہی ہے۔“

(سودی تفسیر: ۱۵۸۳)

اسماعیل دہلوی نے بالکل ہی عجیب لکھ دیا: ”جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا عطا

نہیں“۔ (تقویۃ الایمان: ۴۷)

دونوں میں سے کون جھوٹا ہے؟ مکتبہ کی پلانٹام؟۔۔۔ وہابی فہمہ کریں!

۳: ایک طرف لکھا: ”بعض کام ہم (مکرمی) یعنی مافوق الاسباب امور میں تصرف،

بعض دفع بہ اذن الہی فرشتے ہی کرتے ہیں۔ (سودی تفسیر: ۸۲۳)

”فالمقتضات امراً“ (ذاریات: ۴) اور ”فالمحدثات امراً“، (ذاریات: ۵)

کے تحت لکھا: فرشتے، مکرمی (مافوق الاسباب) امور کو آپس میں تقسیم کرتے ہیں۔

اور مدد یعنی تدبیر بھی کرتے ہیں۔ (س: ۱۶۷۲، ۱۶۷۹)

جبکہ دوسری طرف جھوٹ لکھا: ”کسی کے پاس تصرف کا ادنیٰ سا بھی اختیار نہیں۔“

(س: ۱۶۷۲، ۱۶۷۹)

اور جھوٹ لکھا؛ ”وہ بغیر کسی کی مشارکت کے ان کی حفاظت اور تہذیب پر کر رہا ہے۔“

(ص: ۱۲۰۵، ۱۳۰۹)

۴: نجدی مفسر نے ایک جگہ لکھا: کہ معاملہ اب طبیعوں کے ہاتھ میں نہیں رہا۔

(ص: ۱۷۰۵)

دوسری طرف لکھ دیا: اور تمام معاملات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ (ص: ۳۶۰)



باب: ۲۳

مشہور حدیث قدسی کا صحیح مفہوم:

اپنے خود ساختہ دین کی بنیادوں کی حفاظت کے لیے، سعودی تفسیر میں اس مشہور حدیث قدسی کی تشریح یہ کی گئی، کہ مقام محبوبیت کے بعد، بندہ اپنے اعضاء سے وہی کچھ کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ (ص: ۷۴۹)

جبکہ یہ تشریح تحصیل حاصل اور قرآنی تعلیمات اور خود اس حدیث پاک کے ابتدائی الفاظ سے بہت بعید اور متضاد ہے۔ اس حدیث شریف کے شروع میں ہے کہ پہلے جب بندہ فرائض اور نوافل کی پابندی کرتا ہے، یعنی کامل اتباع کرتا ہے، تو پھر جا کر اس کو دو (۲) انعام حاصل ہوتے ہیں۔

ایک محبوبیت کا، اور دوسرا اس کی سماعت اور بصارت کو اپنی سماعت و بصارت کا مظہر بنالیتا ہے، اور اس کی نسبت اپنی طرف فرماتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے: فاتبعونی یحبکم اللہ، میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو محبوب

بنالے گا۔ (آل عمران: ۳۱)

یعنی مقام محبوبیت اتباع رسول کریم ﷺ کا ثمرہ ہے۔ مومن کو مقام محبوبیت ملا ہی تب، جب اس نے محبوب خدا ﷺ کی کامل اتباع کی۔

۔ جس کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ

ایسے عید طریقت پہ لاکھوں سلام

لہذا اس حدیث قدسی کا یہی مفہوم صحیح ہے، کہ جس بندہ مومن کے لیے اللہ

تبارک و تعالیٰ چاہے، اس کو اتباع رسول ﷺ کے انعام کے طور پر دور و نزدیک سے

تصرف کرنے کی قدرت دے دیتا ہے۔ جس کی قوی اور بہترین مثال قرآن کریم میں

حضرت آصف بن برخیا کی کرامت ہے۔ (جس کا کچھ بیان آگے آ رہا ہے)

اس حدیث قدسی کا ان ائمہ اسلام نے یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

امام فخر الدین رازی، علامہ محمود آلوسی (۱۲۷۰ھ)، علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر

البقاعی (۸۵۵ھ)، ملا علی قاری، شیخ عبدالقادر جیلانی، امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد

سرہندی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہم الرحمۃ۔ (مغیر کیر: ۲۱/۹، تفسیر روح المعانی: ۱۱۳/۱، سعودی

تفسیر: ۸۱۵، ۲۰۹ پر روح المعانی کے حوالے دیے گئے، نظم القرآن: ۳۲۶/۵، مرآۃ المفہم: ۳۲۶/۵، خزائن: ۳۲۶/۵، سعودی

تفسیر: ۳۶۹ پر حوالہ دیا، فتوح الغیب مقالہ: ۴۰، دفتر دوم، مکتوب: ۱۱، شرح، فتوح الغیب مقالہ: ۴۰)

وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی نے بھی یہی مفہوم بیان کیا۔ (مرآۃ مستقر)

یہ حدیث قدسی قرآنی واقعے کی تفسیر ہے:

جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ پاک میں تشریف فرما ہو کر (کئی میل

دور) نہاد میں مصروف جہاد لشکر اسلام کو دیکھ بھی لیا، اور آواز بھی پہنچا دی، اور صورت

حال کے مطابق مشورہ دے کر دور سے مشکل کشائی فرما دی۔ (احمد بن حنبل فی فضائل صحابہ: ۲۱۰/۱، بیہقی فی دلائل النبوة: ۳۷۰/۶، ابونعیم فی دلائل النبوة: ۲۱۰/۳، تفسیر کبیر: ۸۷/۲۱، مشکوٰۃ: ۴۱/۲، شرح عقائد نسلی: ۱۰۶، حجة الله: ۸۶۰/۲، تاریخ الخلفاء: ۸۵)

مکرین اپنے عقل کی تقلید میں اپنے خود گھڑے عقائد اور اصولوں کے بچاؤ کے لیے، مذکورہ بالا حدیث قدسی کے صحیح مفہوم کی طرح، حضرت عمر کی اس مشہور کرامت کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ باوجود قرآن فہمی اور محبت رسول ﷺ کے دعوائے کے، انہیں قرآن مجید کا یہ مشہور واقعہ بھی دیکھائی نہیں دیتا، جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا کی قدرت کا بیان ہے کہ انہوں نے سینکڑوں میلوں سے تحت کوڈیکہ بھی لیا اور پلک جھپکنے سے پہلے حاضر بھی کر دیا۔ (نمل: ۴۰)

علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی (۸۵۵ھ) نے آصف بن برخیا کے تصرف کی اسی حدیث قدسی سے توضیح کی ہے۔ (للم الدرر: ۴۲۶/۵)

یہ مسئلہ عقیدہ ہے کہ جیسے ہمارے نبی ﷺ افضل الرسل، سید الانبیاء ہیں، اسی طرح آپ ﷺ کی امت کے اولیاء بھی سابقہ امتوں کے اولیاء سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ تو کیا سید الکونین ﷺ کے وزیر معظم، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قدرت و طاقت، سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا کی طاقت کے برابر بھی نہیں ہو سکتی؟

کیوں نہیں بلکہ یقیناً اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

۔ کلمہ بھی پڑھیں تیرا رتبہ کے بھی ہیں مگر

اقرار کے پردے میں بد بخت مکرے ہیں

(مزید "اسامیل دہلوی اور حدیث قدسی کا مفہوم" کا عنوان ملاحظہ کریں)



باب: ۲۴

کیا "سمع موتی"، کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے؟

آیت: "انک لا تسمع الموتی"، آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ (نمل: ۸۰) کے تحت

لکھا: "قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ سماع موتی کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔ مردے کسی کی بات نہیں سنتے۔ البتہ وہ صورتیں مستثنیٰ ہیں، جہاں سماعت کی صراحت کسی نص سے ثابت ہو۔ جیسے بخاری میں ہے کہ مردہ دفن کرنے والوں کی جوتوں کی آواز سنتا ہے، یا کلیب بدر کے کافروں کا سننا وغیرہ"۔ (سودی تفسیر: ۱۰۶۳، ۱۲۲۳، ۱۱۳۹)

چونکہ نجدیوں کی ساری جنگ ہی وصال یافتہ بزرگوں کے ساتھ ہے، ان کی توحید کو سارا خدشہ و خطرہ انہیں سے ہے، ان کے دین میں صرف قوت شدہ ہی کے لیے کوئی قوت ماننا اس کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا اور شرک اکبر ہے۔

اسی لیے شیخ نجدی نے اپنے دین اور مشن کا آغاز حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس کی مسامری سے کیا۔

لہذا جو بات بھی ان فوت شدہ حضرات سے تعلق کا سبب بنے، (سماع موتی، فوت شدگان کا وسیلہ، طلب شفاعت، قبرستان میں تلاوت، گنبد، عرس، وغیرہ) اس کو مٹانا توحید جانتے ہیں۔ اور وہ بات ان کے خود ساختہ، ماڈرن اور باطل و حرم میں شرک اکبر سے کم نہیں ہوتی، خواہ اپنے موقف پر ایک بھی صریح نص نہ ہو۔

ہاتوا ہر مالکم ان کنتم صادقین۔۔۔۔۔

اب موضوع کی طرف آتے ہیں۔ نجدی مفسر کا مقصد یہ ہے کہ قرآن نے زندہ کافروں کی مردوں کے ساتھ مثال اس لیے دی، کہ جیسے وہ بالکل نہیں سننے ایسے ہی یہ زندہ کفار بھی حق نہیں سننے۔

میں کہتا ہوں کہ کفار کے صرف حق نہ سننے سے مردوں کا بالکل نہ سننا کیسے ثابت ہو گیا؟۔۔۔ اور یہ تو قیاس ہے اور وہ بھی بعید۔۔۔ نص نہیں۔ جبکہ ہم سے ہر بات پر نص کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

جیسے لکھا: ”البتہ وہ صورتیں مستثنیٰ ہیں، جہاں سماعت کی صراحت کسی نص سے ثابت ہو، جیسے بخاری میں ہے کہ مردہ دفن کرنے والوں کی جوتوں کی آواز سنتا ہے، یا قلب بدر کے کافروں کا سنتا وغیرہ۔“

لہذا مخالفین بھی اہل قبور کے مطلقاً نہ سننے پر نص پیش کریں!

یہ منہ اور مسور کی دال!

اور لکھ یہ دیا کہ: ”قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ سماع موتی کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔“

ہم کہتے ہیں؛ کہ پہلے اس آیت کو حقیقی مردوں کے لیے تو ثابت کرو! پھر تمہارا یہ دعویٰ بجا ہوگا۔ اور خود تم نے بھی اس آیت سے کفار مراد لیے ہیں، نہ کہ مردے۔

جیسے لکھا: ”یعنی جس طرح مردے فہم و شعور سے عاری ہوتے ہیں، اسی طرح یہ آپ ﷺ کی دعوت کو سمجھنے اور قبول کرنے سے قاصر ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۱۱۳۹)

اور لکھا: احياء سے مؤمن اور اموات سے کافر یا جاہل مراد ہیں۔“ (ص: ۱۲۲۳)

یعنی حقیقی مردے مراد نہیں۔

اسی طرح ان مقامات پر بھی دل کے مردہ یعنی کافر مراد لیے۔ (ص: ۲۸۷، ۱۲۳۲)

اسی حقیقت کا اقرار ممدوح وہابیہ مولانا عبدالحی نے بھی کیا ہے، لکھا: کہ قرآن و سنت میں کوئی ایک بھی صریح نص نہیں ہے، جو مردوں کے شعور کی نفی کرے، بلکہ سنن صحیحہ صراحۃً ان چیزوں کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ (شرح وقایہ: ۲/۲۵۳)

یہ لوگ منہ شکافی کرتے وقت یہ احساس بھی نہیں کرتے کہ ہم ایسی بات کر کے امت کی کتنی عظیم ہستیوں، سلف کرام کو مخالف قرآن ثابت کر رہے ہیں۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں حقیقی مردوں کی تو بات ہو ہی نہیں رہی، یہاں تو دل کے مردوں کی بات ہے، کیونکہ قرآن زندوں کے لیے نازل ہو رہا تھا، اور رسول اللہ ﷺ کو زندوں کو تبلیغ کرنے بھیجا گیا تھا۔

اسی لیے اگلی آیت (نمل: ۸۱) میں اندھوں کا مقابلہ بیناؤں سے نہیں، بلکہ ایمان والوں سے کیا گیا۔ اور کئی بظاہر بیناؤں نے بھی شرف صحابیت حاصل کیا۔

اسی لیے امام عاشقان امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا:

۔ اک دل ہمارا کیا ہے، آزار اس کا کتنا

تم نے تو چلتے پھرتے مردے چلا دیے ہیں

اس کی وضاحت قرآن کریم نے اس آیت میں کی، ”فَانْهَآ لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ

وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُورِ“، ”بات اصل یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی

نہیں ہوتیں، بلکہ دل (بھی) اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں“۔ (ج: ۴۶)

اسی طرح، ”نَحْمِ اللّٰہَ عَلٰی قُلُوبِهِمْ“ اللہ تعالیٰ نے مہریں لگا دیں، ان کے

دلوں پر۔ (بقرہ: ۷)

ایک جگہ کسی مسئلے کے بارے لکھا: ”قرآن کا سیاق اس (مفہوم) کی تائید نہیں

کرتا۔“ (سودی تفسیر: ۳۲)

ہم بھی کہتے ہیں کہ تمہارے مفہوم کی بھی ان آیات کا سیاق تائید نہیں کرتا۔

”انك لاتسمع الموتى“، کے متعلق مفسرین کی وضاحت:

امام ابن کثیر نے اس آیت (نمل: ۸۰) کی تفسیر میں کہا: ”یعنی جس طرح آپ

مردوں کو کوئی ایسی چیز نہیں سنا سکتے، جو ان کے لیے نفع رساں ہو، اسی طرح یہ بد بخت ہیں ان دلوں پر پھوٹے پڑے ہوئے ہیں۔“

(فاطر: ۲۴) کے تحت بھی اسی طرح ہی لکھا کہ ”وہ مردوں کی طرح نفع نہیں اٹھا

سکتے نہ یہ کہ مردے سن نہیں سکتے۔“

علامہ نسفی، آیت ”وما انت بمسمع من فی القبور“، ”اور تم نہیں سنانے

والے جو قبروں میں ہیں۔“ (فاطر: ۲۲) کے متعلق لکھتے ہیں: ”زندہ کفار کو مردوں کے ساتھ

اس لیے تشبیہ دی، کہ جیسے وہ اب سننے سے کوئی نفع نہیں اٹھا سکتے، ایسے ہی یہ بھی۔“

(مدارک: ۳۳۹/۳، نمل: ۸۰ کے تحت بھی اسی طرح ہی فرمایا: ۲۲۲/۳)

سودی مفسر نے خود بھی لکھا: ”مطلب یہ ہوا کہ جس طرح مرنے اور قبر میں دفن

ہونے کے بعد مردہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اسی طرح کافر و مشرک جن کی قسمت میں بد بختی لکھی

ہے، دعوت تبلیغ سے انہیں فائدہ نہیں ہوتا۔“ (ص: ۱۲۲۳)

یعنی یہ لکھ کر اپنے دعوے کو خود ہی باطل کر دیا۔

”سماع موتی“ پر اجماع امت:

حافظ ابن کثیر اور ابن قیم کو یہ لوگ امام اور سلف مانتے ہیں، ”تفسیر ابن کثیر“، سعودی تفسیر کا بنیادی مأخذ ہے، ان دونوں حضرات نے سماع موتی پر سلف امت کا اجماع نقل کیا ہے۔

امام ابن کثیر (تحت روم: ۵۲) فرماتے ہیں: ”امت کے لیے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جب وہ اہل قبور کو سلام کرنا چاہیں تو انہیں کا سا سلام کریں، اور یہ کہا کریں، ”السلام علیکم دار قوم مؤمنین الخ“۔ (مسلم، کتاب الجنائز) یہ خطاب اس شخص کے لیے ہی ہو سکتا ہے، جو سنتا بھی ہے اور سمجھتا بھی ہے۔ اگر خطاب مقصود نہ ہو تو پھر ان سے خطاب کرنا، ایسے ہی ہوتا جیسے معدوم اور جماد سے خطاب کیا جاتا ہے۔“

اس حدیث کا یہی مفہوم، ابن قیم اور علامہ نووی نے بیان کیا ہے۔ (کتاب الروح: ۵۳، شرح مسلم: ۱۱/۷۰۹)

جبکہ وہابی حضرات اس استدلال کا مذاق اڑاتے، اور انکار کرتے ہیں۔ نجدی مفسر خود لکھتا ہے: ”حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی ہلاک شدہ قوم سے خطاب فرمایا۔“ (ص: ۴۳۳)

ابن کثیر مزید لکھتے ہیں: ”سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے، اور متواتر روایات

سے یہ مسئلہ ثابت ہے (ابن قیم اور وحید الزماں نے بھی یہی لکھا، ”کتاب الروح“: ۵۴)۔“

تیسرے الباری: ۴، ”لغات الحدیث“: ۲، ”حدیث الہدی“: ۶۰) کہ میت اپنے زیارت کرنے والے کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔ ابن ابی اللہ نیانے کتاب القبور میں حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کے لیے

جاتا ہے، اور اس کے پاس بیٹھتا ہے، تو قبر کو اس سے بڑی تسکین ہوتی ہے، اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، یہاں تک وہ وہاں سے اٹھ جائے۔“

(شرح الصدور، الحاوی للفتاویٰ: ۳۰۲/۲، اتحاف السادة المتقين: ۳۶۵/۱۰)

اس کے بعد ابن کثیر نے اسی مضمون کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ سے

مروی بھی نقل کی، جسکے مزید حوالہ جات یہ ہیں۔ (کتاب الروح: ۵۵، کنز العمال: ۱۵/۱۵۵۶)

۱۳۲۵۵۶، الجامع الصغير: ۸۰۶۲/۲، اتحاف السادة المتقين: ۳۶۵/۱۰، شرح الصدور: ۲۰۲، شعب الایمان

۴: ۹۲۹۶، قاضی شوکانی نے اس کو صحیح کہا: نیل الاطوار: ۲۸۲/۳)

پھر اس کے بعد حافظ ابن کثیر نے ارواح کا جنت اور دیگر مقامات پر ہوتے

ہوئے بھی زندوں کی خوابوں میں آنا، اور برزخ کے حالات بیان کرنے کے کئی واقعات

نقل کیے۔ مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ نے سماع موتی کے انکار

سے رجوع کر لیا تھا۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بھی لکھا۔ (فتح الباری: ۳۰۳/۷)

اور ویسے بھی آپ نے مردوں کے صرف سننے نفی کی، جبکہ ”انہم لیعلمون“،

کہ مردوں کے جاننے کا ذکر وارد کیا۔ (مسلم، کتاب الجنائز)

اور علماء اسلام نے صریح دلائل کے پیش نظر آپ کی تاویل قبول نہیں کی، جیسا

کہ امام ابن کثیر نے لکھا؛ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بالکل صحیح ہے، اور اس کے

متعدد شواہد موجود ہیں، ان میں سے ایک مرفوع اور مشہور روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی

ہے کہ، ”جو آدمی اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر سے گزرتا ہے، جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا،

اور اسے وہ سلام دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے

سلام کا جواب دیتا ہے۔ (کتاب الروح: ۱۰، الاستذکار: ج ۲ ص ۱۶۵، احیاء العلوم: ج ۶ ص ۱۲۷، اس

حدیث کو ابو محمد عبدالحق الاشمیلی نے صحیح قرار دیا، احوال القبر: ص ۱۴۲، فیض القدر: ج ۱۰: ۵۳۳۸، تاریخ بغداد: ج ۶ ص ۱۳۷، الجامع الصغیر: ج ۲: ۸۰۶۲، شرح الصدور: ص ۲۰۳، کنز العمال: ج ۱۵: ۳۲۵۵۶ (۳۲۵۵۶)

اور آپ کا یہ فرمانا بھی دلیل ہے، کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روضہ اقدس میں دفن ہونے کے بعد اچھی طرح پردہ کر کے جاتی ہوں، ”حیاء من عمر“، حضرت عمر سے حیا کی وجہ سے۔ (مسند احمد: ۲۰۲/۶، شرح الصدور: ص ۲۰۳، مشکوٰۃ: ص ۱۵۴، مجمع الزوائد: ۴۰۶/۹، امام بیہقی نے صحیح فرمائی)

اب قارئین ہی انصاف کریں! کہ حافظ ابن کثیر اور دیگر سلف امت جن کا اس مسئلے پر اجماع ہے۔ وہ بقول نجدی مفسر کے مخالف قرآن ہیں،۔۔۔ کیا کہ یہ گنتی کے چند نجدی؟۔

اور پھر (سودی تفسیر: النساء: ۱۱۵) کے تحت اجماع امت کی مخالفت کو کفر کہا گیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا سلفی کھلوانا دھوکا دہا ہے۔

فوت شدہ کی ارواح کا زندوں کی ارواح سے رابطہ ممکن ہے:

نجدی مفسر نے یہ بھی جھوٹ لکھا کہ: ”مرنے کے بعد۔۔۔ حتیٰ کہ نبی و رسول ہو، اسے دنیا کے حالات کا علم نہیں ہوتا“۔ (ص: ۵۷۱)

وہابی اس کو شرکیہ اور ہندوانہ عقیدہ بھی کہتے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

(”اسلام میں شفاعت کا مفہوم“، ص ۱۳۳، الرياض، وغیرہ)

..... سلیمان منصور پوری غیر مقلد وہابی، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے

مزار پر انوار پر گئے، ان کی بیداری میں حضرت مجدد سے بات ہوئی، اور وہ دل کے خیال

سے مطلع ہوئے۔ (کرامات الہیہ: ۱۹)

قاضی سلیمان، اور کتاب لکھنے والا وہابی مولوی بھی مشرک ٹھہرے یا نہیں؟

✽۔۔۔ حضرت سلیمان فارسی اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما نے آپس میں وعدہ کیا، کہ ہم میں سے جو بھی پہلے فوت ہو جائے وہ دوسرے کو برزخ کے حالات کی خبر دے۔

ایک نے پوچھا: کیا زندے اور مردے بھی باہم مل سکتے ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا: کیوں نہیں! مومنوں کی روہیں زمینی برزخ میں ہوتی ہیں، وہ جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ (کتاب التہذلول: ۱۴۴، شرح الصدور: ۲۳۳، کتاب الروح: ۳۳، حلیۃ الاولیاء: ۲۰۵/۱، احیاء العلوم: ۵۲۷/۳)

✽۔۔۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں، کہ ہم آپ ﷺ کے پاس حاضر تھے، کہ آپ نے اچانک اپنا سر انور اوپر اٹھایا اور فرمایا: وعلیکم السلام ورحمة اللہ! ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے کس کے سلام کا جواب دیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جعفر طیار رضی اللہ عنہ فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اوپر سے گزرے ہیں، اور انہوں نے مجھے سلام کہا، تو میں نے اس کا جواب دیا۔ (المستدرک: ۲۰۱/۲، المعجم الاوسط: ۶۹۳۲، مجمع الزوائد: ج ۹ ص ۲۷۵ حافظ بخاری نے کہا اس کی سند حسن صحیح ہے)

✽۔۔۔ سلف وہابیہ ابن قیم نے لکھا: ”ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیٹی رحمۃ اللہ علیہا بیان کرتی ہیں: کہ جنگ یمامہ میں شہادت کے بعد ایک مسلمان نے میرے والد کی ”زرہ“ اتار لی، آپ ایک سوئے ہوئے مسلمان کو خواب میں ملے، اور کہا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں محض خواب سمجھ کر ضائع نہ کر دینا، پھر زرہ اتارنے والے آدمی کے گھر کا پورا پتہ بتایا: کہ آبادی کے آخر میں ہے، اس کے خیمے کے پاس ایک گھوڑا اپنی رسی کے بندھا ہوا چر رہا ہے، اس شخص نے زرہ کے اوپر ہنڈیا لٹی رکھ دی ہے، اور ہنڈیا کے اوپر

پلان رکھا ہوا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے عرض کریں، تاکہ وہ آدمی بھیج کر زرہ منگوالیں، اور مدینہ شریف پہنچ کر خلیفۃ الرسول ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کریں: کہ مجھ پر اتنا قرض ہے وہ اتنا دیں، اور میرے غلاموں میں سے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں۔ چنانچہ ابو بکر صدیق نے ثابت بن قیس کی وصیت نافذ کر دی۔

(کتاب الروح، لابن قیم: ۱۲، ۱۳)

امام ابن کثیر نے (روم: ۵۳، کے تحت) کئی روایات و واقعات بیان کیے ہیں جن میں صراحت ہے، کہ فوت شدہ کی ارواح کا زندہ کی روحوں سے رابطہ ہوتا ہے۔ اسی طرح کی بہت روایات و واقعات، ابن قیم نے بھی لکھے، اور یہ بھی لکھا: کہ روح کے لیے قرب و بعد نہیں ہوتا، بلکہ اس کی مثال سورج کی طرح آسمان پر ہوتے اس کی روشنی زمین پر ہوتی۔

اس عقیدے کو شرکیہ اور ہندوؤں کے لئے غور کریں کہ کون کون مشرک ٹھہرا؟

..... صحابی رسول ﷺ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں:

”آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے دفن کرنے کے بعد آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا، پھر قبر کے پاس اتنی دیر کھڑے رہنا، جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے گوشت تقسیم کیا جاتا ہے،“ حتی استانس بکم وانظر ماذا اراجع به دسل دہی، تاکہ میں تم سے سکون پا سکوں، اور دیکھوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوؤں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

(مسلم، کتاب الایمان: ۷۶۱)

..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک آدمی نے انجانے میں، ایک

قبر پر خیمہ لگایا، قبر سے سورۃ ملک تلاوت کرنے کی آواز آرہی تھی، حتیٰ کہ سورۃ مکمل ہوگئی۔۔۔ (ترمذی: ۲۸۹۰، شعب الایمان: ۲۵۱۰، المسند رک: ۴۹۸/۳)

✽۔۔۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک نوجوان خشیت الہی کی شدت سے وصال کر گیا، آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے، اور فرمایا: اے نوجوان! جو اپنے رب سے ڈر جائے اس کو دو جنتیں ملتی ہیں۔۔۔ کیا تجھے بھی ملیں؟

اس نوجوان نے قبر سے جواب دیا: اے امیر المومنین! ہاں میرے رب نے مجھے وہ دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق: ۱۱۳ ج ۱۹ ص ۱۹۰، تفسیر ابن کثیر: اعراف: ۲۰۱، شرح الصدور: ۲۱۳، کنز العمال: ۵۱۶/۲، ابن عساکر: ۲۸/۳۰، شعب الایمان: ۴۶۸)

✽۔۔۔ نیشاپور کے قاضی ابوالبراہیم بیان کرتے ہیں:

کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ ہوا ہے۔ قاضی کے پوچھنے پر بتایا: کہ میں کفن چور تھا، اور قبروں سے کفن چراتا تھا۔۔۔ ایک عورت (عام طور پر رابعہ بصریہ کہا جاتا ہے، مگر یہ صحیح نہیں) فوت ہوگئی، میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، تاکہ میں اس کی قبر دیکھ لوں۔ رات کو میں نے اس کی قبر کھودی، اور اس کا کفن اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، تو اس عورت نے کہا: سبحان اللہ! جلتی، جلتی کا کفن اتار رہا ہے؟۔

پھر اس عورت نے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم نے میری نماز جنازہ پڑھی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو بخش دیا ہے، جنہوں نے میری نماز جنازہ پڑھی تھی (سبحان اللہ)۔ (رسالہ تشریہ: باب کرامات، شعب الایمان: ج ۷: ۹۲۶۱، شرح الصدور: ۲۰۸)

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۔ ولی اللہ دے مردے نہیں، کردے پردہ پوشی
کی ہو یا ہے دنیا اتوں ٹر گئے نال خاموشی



باب: ۲۵

فوت شدہ صالحین کی مدد کا مطلب؟ (دہلوی کی بغاوت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: ”اس زمانے میں ایک فرقہ پیدا ہوا ہے، جو ان اولیاء سے استمداد کا منکر ہے، جو دار فناء سے دار بقا کی طرف متوجہ ہوئے، یہ منکر ان کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک کہتے ہیں، اور بت پختوں میں شمار کرتے ہیں، اور جو منہ آتا ہے بک دیتے ہیں، (یعنی کچھ خوف و حیا چھٹی کر دیتے)۔ (مدد الممعات؛ ۳/۴۰۲۔ ولعات للعقیق)

ہم کہتے ہیں وصال یافتہ صالحین کے مدد کرنے کی کئی صورتیں ہیں:

۱: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور شفاعت کرتے ہیں۔

۲: بعض صالحین کی ارواح فرشتوں کی طرح مدد کرتی ہیں، امام فخر الدین

رازی اور علامہ اسماعیل حقّی علیہ الرحمۃ نے: ”فائدہ بہرات امراء“ (ذاریات: ۵)، کی تحت لکھا: کہ اسکی مصداق صالحین کی ارواح مقدسہ بھی ہو سکتی ہیں، جو کائنات میں تصرف کرتی ہیں، دوستوں کی مدد کرتی ہیں، خواب میں آکر مدد کرنے کا بھی ذکر کیا۔

(تفسیر کبیر: ۱۱/۳۱، روح البیان: ۱۰/۳۷۳)

وہابیوں کے امام ابن قیم نے لکھا: بہت دفعہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو معہ

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے خواب میں دیکھا کہ ان کی روحوں نے کافروں اور ظالموں کے

لشکر کو شکست دے دی۔ (کتاب الروح: ۱۸۱)۔ (ایسے متعدد مستند واقعات ہیں، جن میں ارواح نے زندوں کی رہنمائی فرما کر مشکل حل کر دی، ”فوت شدہ کا وسیلہ“ عنوان ملاحظہ کریں)

ایک جیسے نبی کریم ﷺ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے منہ میں لعاب مبارک ڈال کر مشکل کشائی فرمائی۔ (روح البانی: ۵۱۲۲)

نواب وحید الزماں حیدر آبادی غیر مقلد نے لکھا: الہی اس کتاب (حدیۃ الہدی) کی تالیف و اتمام میں انبیاء و صالحین اور ملائکہ مقربین کی ارواح مقدسہ سے میری مدد فرما، بطور خاص ہمارے امام حضرت حسن بن علی اور ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانی اور ابن تیمیہ اور احمد مجدد الف ثانی کی ارواح سے میری مدد فرما۔ (حدیۃ الہدی: ۳)

شیخ شمس شوبری شافعی لکھتے ہیں: اولیا کی کرامات ثابت ہیں اور ان کا تصرف موت سے ختم نہیں ہوتا اور ان کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں تو سل پکڑنا جائز ہے، اور انبیاء رسول و صالحین سے ان کی موت کے بعد بھی مدد طلب کرنا جائز ہے، کیونکہ موت کے بعد ان کی کرامات ختم نہیں ہوتیں۔ (شواہد الحق: ۹۵)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو جسموں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ زمین و آسمان جنت جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں، اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔

(تذکرۃ الموتی والقبور: ۴۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، (اسامیل دہلوی کے دادا جان، ”پپر پوترا اپنے دادا سے دی راہ چھڑ گیا سی“) نے بھی لکھا: کہ نیک لوگوں کی ارواح بعد وصال فرشتوں کی مانند ہو جاتی ہیں، اور ان کی طرح تصرف کرتیں ہیں، بلکہ وہ اپنے کمال میں قوی تر ہو جاتا

ہے۔ (مفہوم، ج۲: ۳۵، فیوض الحرمین: ۱۳۳)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (اسامیل کے چچا جان اور استاذ) پر بھتیجا اپنے چاچے اور استاد دی راہ وی چھڈ گیا سی، اور اہل شرک دے فتویاں نال اہل دادا اور چاچا دی شرک ٹھہرے، ”تقویۃ الایمان“ پڑھ کے دیکھ لو (لکھتے ہیں: ور کامل لوگوں کی روحیں، جنہیں اللہ کے ہاں ان کی زندگی میں قرب و منزلت حاصل تھی اور کرامات و تصرفات اور لوگوں کی مدد کرتے ہیں، انہیں بعد از وفات بھی یہ قدرت اور تصرف حاصل رہتا ہے اور اسی طرح اب بھی اسی طرح تصرف کرتے ہیں۔۔۔ بلکہ بعد وصال قوت بڑھ جاتی ہے، ان مدد مانگنے سے انکار کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ (فتاویٰ عزیزی: ۱۰۸، ۱۰۹)

مزید فرماتے ہیں: (قوت شدہ) ولی سے استمداد کی صورت اس کے سوا کچھ نہیں، اللہ والے کار و حافی تو سل اختیار کرے، اور یوں کہے اللہ! اپنے اس بندے کی برکت سے میری حاجت پوری فرما۔۔۔۔۔ یا اس بندے سے التجا کرے کہ آپ میرے لیے دعا کریں، تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے، (جیسے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ سے استمداد کرنے کی تعلیم ہے) اس صورت میں بندہ صرف وسیلہ ہے، قادر و دینے والا اور جس سے سوال کیا گیا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اس صورت میں شرک کا شائبہ تک نہیں، جیسا کی منکر (نجدی کو) وہم ہوا۔ اس طرح کا تو سل اگر ان کی زندگی میں بالاتفاق جائز ہے، بعد وصال کیوں جائز نہیں؟۔۔۔ کیونکہ کامل لوگوں کی ارواح میں زندگی اور بعد از وفات میں صرف یہ فرق ہے کہ وفات کے بعد روحوں کو ترقی مل جاتی ہے۔ (فتاویٰ عزیزی: ۱۰۸، ۱۰۹)

کیا کوئی منکر یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے، یہ سب حضرات تو قرآن و سنت کی

تعلیمات سے نا آشنا، اور مخالف تھے۔ جبکہ دین کو صحیح طرح سے ابن تیمیہ، شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی نے سمجھا؟

ہم پوچھتے ہیں کہ جس دین کی اسماعیل دہلوی کو سمجھ آئی، اس کے دادا اور چچا (اور باقی سلف امت کو کیوں نہ آئی) جن کو وہابیوں کے سارے فرقے اپنا استاذ اور پیشوا مانتے ہیں۔ اور ان ہستیوں کی تعلیمات کے سامنے اسماعیل دہلوی اور دیگر نجدیت زدہ مولویوں کے فہم اور تھوک کے حساب سے شرک و بدعت کے فتوؤں (وہ بھی ایسے کہ جن سے سلف کرام بلکہ پوری امت مشرک و گمراہ ٹھہرے) کی تھوک جتنی بھی حیثیت نہیں۔

اور کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ قبوری دین مولوی احمد رضا بریلوی (رضی اللہ عنہ) نے پھیلایا ہے؟۔ ("فیضانِ حزاراتِ اولیاء"، ترجمہ کشف النور" ملاحظہ کریں)

نجدی ہندوؤں کو کیا جواب دیں گے؟

حزاراتِ اولیا کی حاضری اور ان کو وسیلہ بنانے کی وجہ سے مسلمانوں کو ہندوؤں سے ملانے والے نجدی ہندوؤں کے اس سوال کا کیا جواب دیں گے۔

کہ مسلمان دوسروں کو تو پتھر کے خداؤں کی پرستش سے روکتے اور کافر قرار دیتے ہیں، جب کہ خود پتھر کی بنی ایک عمارت خانہ کعبہ کو سجدہ کرتے اور پوجتے ہیں۔۔۔ اور اسی طرح حجر اسود پتھر کو چومتے ہیں؟۔ مقام ابراہیم اور قربانی کی جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ ہمیں تو گنگا جمنہ کے پانی کی تعظیم سے روکتے ہیں، اور خود آب زم زم کی تعظیم کرتے ہیں۔

ہندوؤں کے ان اعتراضات کا جو جواب تمہارا، مزاراتِ اولیاء کے متعلق وہی

گواہ ہوتے ہیں، جبکہ ہندوؤں جن کو روحانی مانتے ہیں، سیٹلا مثانی وغیرہ، وہ وہی چیزیں ہیں۔

۲: اگر ہیں تو خبیث روحمیں ہیں، جو تکلیف دیتی ہیں، جبکہ اولیا کی ارواح طیب و نفع رساں ہیں۔

۳: اور اولیا سے بطریق دعا مدد چاہی جاتی ہیں۔ لہذا ہندوؤں کی نظریے اور مسلمانوں کے عقیدے میں بہت فرق ہے، مسلمانوں کو ہندوؤں سے ملانا ظلم و فتنہ پروری ہے۔ (فتاویٰ عزیزی مترجم: ۱۵۴)

معلوم ہوا کہ وہابی ہندوؤں کی بولی بولتے ہیں، جبکہ اہلسنت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی زبان استعمال کرتے ہیں۔



باب: ۲۶

رسول اللہ ﷺ اور باقی صالحین مردہ، مجبور اور بے خبر ہیں؟

نجدی مفسر نے لکھا: ”لیکن جب یا علی مدد رضی اللہ عنہ، یا رسول اللہ ﷺ دکھا جائے، اور اسی طرح دیگر ”مردوں“ سے استمداد و استغاثہ کیا جائے، مثلاً یا شیخ عبدالقادر ضعی اللہ وغیرہ، تو پھر انکے دل کی کلیاں کل اٹھتی ہیں“۔ (ص: ۱۳۰۵)

کس قدر واضح الفاظ میں امام الانبیاء ﷺ، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور دیگر صالحین کو مردہ لکھا۔

ایک اور جگہ لکھا: ”کہ یہ آیت جمادات کی بجائے صالحین پر زیادہ صادق آتی ہے، کہ وہ ”مردہ“ ہی نہیں بلکہ مزید وضاحت فرمادی کہ ”وہ زندہ نہیں ہیں“ اس سے قبر پرستوں کا بھی واضح

رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ قبروں میں مدفون (انہما) مادلہاء کرام (مردہ نہیں، زندہ ہیں۔) (خس: ۷۳)۔ (۷۳)۔ (اس تفسیر کا رد "آیات من دون اللہ کی وضاحت" کے تحت ملاحظہ کریں)

قرآن مجید نے شہداء کے حلقہ صراحت کی ہے کہ ان کو "مردہ" مت کہو، "ہل احياء ولكن لا تشعرون" بلکہ وہ زندہ ہیں، اور لیکن تمہیں شعور نہیں"۔ (برقہ: ۱۸۳)

ایک اور جگہ فرمایا: انہیں مردہ گمان بھی نہ کرنا "ہل احياء عند ربہم یرون"، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں۔ (آل عمران: ۱۶۹)۔ ان دونوں آیتوں کی تعلیم، "کہ شہداء کو نہ ہی زبان سے مردہ کہا جائے نہ ہی دل سے مردہ گمان کیا جائے"، سے یہ نکتہ عیاں ہوتا ہے، کہ ان کی حیات حقیقی سے اقرار کیا جائے، اور دل سے تصدیق کی جائے۔

گویا "اقرار باللسان و قصد بقلب"، کا اہتمام کیا جائے۔ سودی مفسر نے خود ہی یہ بھی لکھا ہے کہ: "شہداء کی یہ دعویٰ حقیقی ہے یا جھوٹی؟ یقیناً حقیقی ہے"۔ (ص: ۱۸۸)

اللہ والوں کو مردہ کہنا بے ادبی اور سب سے بڑی گستاخی ہے:

یہ بھی خود ہی لکھا: "شہداء کو مردہ کہنا اور ذکرِ کریم کے لیے ہے"۔ (ص: ۱۸۷)

باوجود اس کے اسی تفسیر میں کہ رسول اللہ ﷺ اور باقی صالحین کی مصافحہ طویل پر مردہ، بے خبر، بے حیثیت لکھا۔ اب بقول وحابی مفسر کے اگر شہداء کی عمر یہ ہو کہ تعلیم کا یہ تقاضا ہے، کہ ان کو "مردہ" نہ کہا جائے، کیونکہ انہیں مردہ کہنا ان کی توہین و سب سے بڑی گستاخی ہے، تو پھر رسول اللہ ﷺ اور باقی بزرگوں کو صراحتاً مردہ کہنا، یقیناً ان کی بہت بڑی گستاخی ہے۔ جس سے اس غلط فہمی کو لے لے اپنے گستاخ و بے ادب ہوئے گا۔

اقرار کر لیا۔ ع مدی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری!

اللہ تعالیٰ تو فرمائے کہ شہید زندہ ہے، اور رسول اللہ فرمائیں: ”ہی اللہ ہی
سرور“ کہ اللہ کی نبی زندہ ہیں، انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔ لیکن وہابی کہے کہ ”مردہ“
ہیں۔ (استغفر اللہ!)

یہی زبان ان کے امام اسماعیل دہلوی نے استعمال کی، اور رسول اللہ ﷺ پر
جھوٹ باندھا: ”یعنی میں بھی ایک دن ”مر“ کر مٹی میں ملنے والا ہوں“۔ (تقویۃ الایمان)

خاک ہونہ میں تیرے کہتا ہے کسے خاک کا ڈھیر

مٹ گیا دین ملی خاک میں عزت تیری!

اس آیت کے شان نزول میں ہے، کہ لوگ کہتے تھے فلاں مر گیا، فلاں
مر گیا، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ راہ خدا میں مرنے والوں کو مردہ مت کہو۔ (تفسیر کبیر، ۲/۳۵)
تو جب اللہ تبارک و تعالیٰ کو شہید کو مردہ کہنا گوارا نہیں، تو باعث تخلیق کائنات
فخر موجودات ﷺ کو ”مردہ“ کہنا اور گمان کرنا کس طرح گوارا ہو سکتا ہے، جن کی طفیل شہید
کو یہ مرتبہ ملا؟ لیکن بے ادبوں پر حکم الہی کا کچھ اثر نہیں، وہ پھر بھی صالحین کو بمع رسول
اللہ ﷺ مردہ کہتے جا رہے ہیں۔

عام ماحول میں لفظ ”مردہ“ اور ”مردار“ عام ہے، جو جانوروں کے لیے بھی
استعمال ہوتا ہے، قابل احترام ہستیوں کے لیے وفات اور وصال کے الفاظ بولے جاتے
ہیں۔

ایک سعودی حکومت کا پالتو تو صیف راشدی کہتا ہے: ”اگر کہیں کہ ”نبی
مر گئے“، تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ گستاخی ہے، حالانکہ فرشتے حوض پر آپ ﷺ سے کہیں

کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے مرجانے کے بعد انہوں کی کائناتی چیزیں پیدا کیں۔ (بخاری کتاب الرقاق)۔۔۔ کیا فرشتے بھی وہابی ہیں؟۔ (یوٹیوب، موضوع ”میلاد النبی کی شرعی حیثیت“)

یعنی نجدی دجال نے اپنی بدتمیزی پر اصرار کے لیے معصوم ملائکہ کو بھی معاف نہیں کیا، ان پر بھی بہتان باندھا، اور اپنی طرح کا گستاخ ثابت کرنا چاہا۔

حالانکہ اس حدیث شریف میں ”موت“ کا لفظ ہی نہیں ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ”فَيَقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أُخِذُوا بِعَدِكَ“، ”تو کہا جائے گا، آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا نئی چیزیں پیدا کیں۔“ (ترجمہ احمدی ۶۹۵/۵)

یہ ترجمہ فقیر اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

ایک اور سنی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: ”تو کہا جائے گا، آپ کس جانتے آپ کے ”وصال“ کے بعد انہوں نے کیا نئی چیزیں پیدا کیں۔“ یہ ترجمہ مفتی محمد ابراہیم خنی چشتی حفظہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ (بخاری مترجم ۶۵۴/۳)

یہ ہے ادب کی وہ توفیق جو صرف اہلسنت کا ہی نصیب ہے، کہ ”مرنے“ کا لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ ”وصال“ کا لفظ استعمال کیا۔ سبحان اللہ!

مر گئے اونہاں دے جڑے کہن مر گئے

ساڈا ہے ہر اک تاجدار زعمہ!

خود رب محمد عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ گوارہ نہیں ہے کہ کوئی میرے

صیبِ شکر کی بارگاہ میں عامیانہ الفاظ استعمال کرے، فرمایا: ”لَا تَقُولُوا رَاعِدًا يُولُوفُلُوهَا

النَّظْرُ“، راعداً کہو، بلکہ کہا کرو، نظر کرم فرمائیے۔ (بخاری ۱۰۴۱)

اسی آیت کی تفسیر میں نجدی مفسر نے خود لکھا ہے: ”اپنے الفاظ جن میں جنتیں

واہانت کا شائبہ ہو، ادب واحترام کے پیش نظر اور سد ذریعہ کے طور پر ان کا استعمال صحیح نہیں۔ (ص: ۲۳)

اور یہ بھی لکھا کہ: ”ادب کے تقاضوں کا خیال نہ رکھنا بے عقلی ہے۔“ (ص: ۱۳۵۶)
مزید لکھا: ”نہی و علماء کی توہین، اللہ اور اس کے دین کی توہین ہے۔“ (ص: ۶۲۹)
معلوم ہوا وہابی بے عقل قوم ہے! جو ادب کے تقاضوں سے نا آشنا ہے۔
اور بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اور دیگر صالحین کو ”مردہ“ کہہ کر نجدی
اللہ تعالیٰ اور دین کی توہین کرتے ہیں۔ ان الوہابیۃ قوم لا یعقلون!

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے آرہا ہے، کہ آپ بارگاہ مصطفوی ﷺ میں
عام الفاظ کے استعمال کو مکروہ جانتے۔ (شفا شریف)

پھر ایک دو جگہ نہیں بلکہ متعدد مقامات پر اسی طرح کی گندی زبان استعمال کی
۔ (ملاحظہ کریں، ص: ۶۱۶، ۷۳۱، ۷۳۱، ۷۳۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۳۶، ۹۳۶، ۱۰۰۳، ۱۱۳۵، ۱۱۹۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۳۰۵)

اور ان ساری آیتوں میں دشمنانِ خدا بتوں اور شیطان وغیرہ کی مذمت گئی
ہے، جبکہ ان نجدیوں نے خوارج کی اتباع میں ان کا مصداق محبوبانِ خدا کو ٹھہرا ہے۔
سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہمیشہ یاد رکھیں، کہ کفار کے متعلق آیات کو
مسلمانوں پر لگانے والے بدترین مخلوق ہیں۔ (بخاری، کتاب الاستیخارۃ المرتدین)

اللہ والوں کی موت کا معنی:

قرآن وسنت میں ”عدم“ (نہ ہونے، وکتتم امواتاً، بقرہ: ۲۸، مومن: ۱۱) اور ”نیند
“ پر بھی لفظ موت کا اطلاق کیا گیا ہے، فرمایا: ”وہو الذی يتوفاکم باللیل“ اور وہی
تو (معبود) ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے۔ (انعام: ۶۰)

سوتے وقت کی دعا میں ہے: "اللہم باسئدك اصوت واحبہ" اے اللہ!

میں تیرے نام ہی (کی برکت) سے مرنا (میتا) اور جیتا (جاگتا) ہوں۔ (بخاری: ۹۳۶۲)

سودی مفسر "موت" کا معنی بیان کرتا ہے: "انسان کی موت پر دعائے موت کا لفظ بولا

جاتا ہے، تو اسی لیے کہ اس کے جسمانی اختیارات مکمل طور پر سلب کر لیے جاتے ہیں۔" اعتبار سے

موت، اس کے معنی کی مختلف صورتوں میں سے محض ایک صورت ہے۔ نیز اس کے جسمانی

اختیارات عارضی طور پر محض کر دیے جاتے ہیں، اس لیے خیز پر بھی قرآن سے موت کے لفظ کا

اطلاق کیا ہے۔ (ص: ۱۳۹)

اسی لیے لو انہیں قبر میں فرشتے کہتے ہیں: "تم کو موت عارضی طور پر

جا جس طرح دلہن سوتی ہے۔ (ترمذی: ۲۵۱۱) لا ھاب عذاب قرآن کے معنی میں اور

ایک حالت ہے، اور پہلی رات کی دعا میں سوتی کب ہے، اس کے بعد دوبارہ دعا

ہے، کیا شکر کو نیندا سکتی ہے۔

اور چونکہ خیز پر گئی موت کا لفظ بھی آیا ہے، لہذا ایمان والوں کی موت کو خیز

کے معنی میں سمجھا جاتا ہے۔ (اس بات پر مبنی ہے کہ موت عارضی اور موت حقیقی کا

ف: یہاں یہ بات کہہ سکتی ہیں کہ ایمان والوں کا نام پر صرف موت عارضی

ہوئے، اور آپ ﷺ کے لیے "میتا" "میتا" "میتا" کے لفظ کو بھی یہاں

میتوں کو "مردہ" کہنا، باطل اور حماقت ہے۔

اور اس اصول سے تو شہداء کو بھی مردہ کہا جاتا ہے، کہ موت عارضی پر بھی

موت عارضی ہوئی؟

مگر میں کا اہستہ سے مرنا کہتا ہوں، کہ جسے کہتے ہیں کہ

وفات کے سرے سے قائل ہی نہیں ہیں۔ لکھا: ”لیکن یہاں وفات کی عید تو کجا، سرے سے وفات و ممات ہی کا انکار ہے۔ یعنی وفات نبوی ﷺ کا انکار کر کے نص قرآنی کا انکار تو کرتے ہی ہیں۔“ (سودی تفسیر: ۸۳۶)

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق نبیوں، ولیوں پر بھی موت ضرور طاری ہوتی ہے، لیکن اسکے بعد انکو دوبارہ انتہائی پاکیزہ اور اعلیٰ حیات عطا کی جاتی ہے، اور وہ فرشتوں کی مانند ہوتے ہیں، کہ وجود و حیات تو ہے مگر نظر نہیں آتے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ اہلسنت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

۔ انبیاء کو بھی اجل آتی ہے، مگر ایسی کہ فقط آتی ہے

پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے

روح تو سب کی ہے زندہ، ان کا جسم ہر نور بھی روحانی ہے

اگر کوئی کہے کہ شہدا کو مردہ کہنے سے تو روک دیا گیا، لیکن اولیاء اللہ کے متعلق

یہ حکم نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے، اولیاء کرام کو علماء اسلام نے شہداء کے حکم میں داخل کیا

ہے۔ اور ان کے لیے یہ صفت، انعام یافتہ گروہ کی معیت و سنگت کی وجہ سے ثابت کی

ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، وہ نبی، صدیق، شہید اور

صالحین ہیں۔ (نسا: ۶۹) (یہی بات، علامہ یوسف بھائی کے حوالے آگے آرہی ہے)

ارشاد خداوندی ہے: ”جو بھی اچھے عمل کرے چاہے مرد ہو یا عورت، پرہو

مومن، ”فلنحیہ حیا طیبہ“، پس ہم اسے پاکیزہ زندگی کے ساتھ ضرور زندہ رکھیں

گے۔ (نمل: ۹۷)

مومن کی وفات کے وقت فرشتے خوشخبریاں دیتے ہیں، روح کو بڑے احترام سے نکالتے ہیں، وہ قبر کی طرف جاتے خوشی محسوس کرتا ہے، اور جلدی جانا چاہتا ہے، نکیرین بڑے ادب سے سوال کرتے ہیں، کامیابی کے بعد جنتی فرش، لباس اور جنت کی طرف سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے، قبر جنت کا باغیچہ بن جاتی ہے، اسے دلہن کی طرح ناز و نیاز میں پرسکون سلایا جاتا ہے، روح کو آزاد کر دیا جاتا ہے، پھر قیامت کے دن بھی اس کو خاص عزتیں عطا کی جائیں گی۔

یعنی ایک ثواب و رحمت میں ہے، دوسرا عذاب و غضب میں۔ ایک قید، اور دوسرا آزاد۔ ایک جنت میں، دوسرا جہنم میں۔

سیدنا فاروق اعظم کا عقیدہ حیات اولیاء:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک صالح نوجوان خسیث الہی (کی تلوار سے) سے جاں بحق ہو گیا، اسے رات کو ہی دفن کر دیا گیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اطلاع ملی، تو آپ رضی اللہ عنہ اس اللہ کے وتی کے مزار پر تشریف لے گئے۔ اور اس سے پوچھا: اے نوجوان! جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر جائے، اُس کو دو جنتیں ملتی ہیں۔ (الطہ: ۴۶) کیا تمہیں بھی دو جنتیں ملیں؟

اس نوجوان نے قبر سے جواب دیا: اے امیر المومنین! بیشک مجھے دو جنتیں عطا

ہوئیں۔ (ابن کثیر، اعراف ۲۰۱، کنز العمال، ج ۲، ابن عساکر، ۴۸، شرح الصدور، ۲۱۳، شعب الایمان ۴۶۸۰)

امام فخر الدین رازی اور ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں: اسی لیے کہا

جاتا ہے، ”اولیاء اللہ لا یموتون ولكن یتقلون من دار الی دار“، ”کہ اللہ تعالیٰ کے

دوست مرتے نہیں، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تبدیلی کرتے ہیں۔

(التفسیر الکبیر، پ ۴، آل عمران، تحت الایہ: ۱۶۹: ۳۲۷/۳، ص ۱۲۷/۳)

بزرگان عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ:

۔ ولی اللہ دے مردے نہیں کر دے پردہ پوشی

کی ہو یا جے دنیا اتوں ٹر گئے نال خاموشی

(اولیاء اللہ کی حیات کے مستند واقعات ملاحظہ کرنے کے لیے ”سماع موتی“ عنوان جامعہ شرح

الصدور، ”فیضان مزارات اولیاء“ مکتبۃ المدینہ، کتب کا مطالعہ کریں)

حیات شہداء کی کیفیت اور اجسام کی سلامتی:

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حیات شہدا کی کیفیت کے متعلق لکھتے ہیں:

”شہدا کی حیات کی کیفیت میں علما کا اختلاف ہے، اکثر محدثین نے لکھا

ہے، کہ شہدا کی حیات حقیقی ہے، اور جسم و روح کے ساتھ، لیکن ہم اس زندگی میں اس کا

ادراک نہیں کر سکتے، ان کا استدلال اس آیت سے ہے: ”عند ربهم یوزقون“۔

نیز صرف روحانی حیات میں شہدا کی کوئی تخصیص نہیں ہوگی، کیونکہ یہ حیات تو

عام مسلمانوں بلکہ کفار کو بھی مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ پھر ان کا دوسروں سے کیا

امتیاز ہوگا؟

بعض علما نے کہا کہ شہدا کی حیات صرف روحانی ہے۔۔۔ لیکن یہ تمام اقوال

نہایت ضعیف، بلکہ باطل ہیں۔ اور شہدا کی حیات جسمانی والا قول ہی صحیح ہے، حضرت

ابن عباس، قتادہ، مہذب حسن، عمرو بن عبیدہ، واصل بن عطا، جبائی، رباعی، اور مفسرین رضی اللہ

عنہم کی ایک جماعت کا یہی عقار ہے، اربع۔ (روح البانی: ۲۰۷/۲)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امام مالک بیان کرتے ہیں، عمرو بن جموح انصاری اور عبداللہ بن عمرو انصاری ان دونوں کی قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا، یہ دونوں غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے، اور ایک قبر میں مدفون تھے ان کی قبر کھودی گئی، تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جاسکے۔

جب ان کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسم بالکل متغیر نہیں ہوئے تھے، یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں، ان میں سے ایک زخمی تھا اور دفن کے وقت اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا اور اس کا ہاتھ اب بھی اسی طرح زخم پر تھا، جب اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ پھر اسی طرح زخم پر آ گیا۔ غزوہ احد اور اس قبر کو کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔ (المرقات: ۲/۴۷۳۔ موطا امام مالک: ۴۸۲) (سبحان اللہ)

ایسے ہی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد اپنے والد کو قبر سے نکال کر علیحدہ دفن کیا، تو سوائے ایک کان کے پورا جسم اسی طرح تروتازہ تھا، جیسے ابھی دفن کیا ہو۔ (سنن کبریٰ: ۵۸۷۳، ۵۷۵)

ولید بن عبد الملک اموی کے دور حکومت میں جب روضہ انور کی دیوار گر گئی، تو ناگہاں ایک مبارک قدم نظر آیا۔ لوگ گھبرا گئے، اور سب نے یہی سمجھا کہ یہ رسول اکرم ﷺ کا پائے اقدس ہے، لیکن عروہ بن زبیر نے دیکھا تو قسم اٹھا کر کہا: کہ حضور انور ﷺ کا مقدس پاؤں نہیں بلکہ یہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں شریف ہے۔ تب جا کر لوگوں کو سکون ہوا۔ (بخاری: کتاب البنائن)

خیال رہے کہ ولید کا دور (۵۸۶ء سے ۵۹۶ء) تک ہے، اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت (۶۳۳ء) کو رو نما ہوئی۔ یعنی آپ کی شہادت کو تریسٹھ ۶۳ سال سے زیادہ

عرصہ گزر چکا تھا، جب یہ واقعہ پیش آیا۔

سیدنا سہیلی نے "دلائل النبوة" میں بعض صحابہ سے نقل کیا ہے کہ (عائنا شہید احدی) ایک قبر کھل گئی تو صحابہ کرام نے دیکھا کہ اس قبر میں ایک شخص تخت پر بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔ (کشف النور: ۷۹، ترجمہ تمام فیضانِ حزاراتِ اولیاء: ۹۷، مکتبۃ المدینہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ پاک میں ابو موسیٰ اشعری نے تسبیح کا ذکر کیا، تو حضرت دانیال علیہ السلام کی کا جسد مبارک ایک تابوت میں پایا گیا۔ اس وقت آپ کی حالت یہ تھی کہ آپ کے جسم مقدس اور گردن مبارک کی تمام ہڈیاں پھیل چکی تھیں۔ (البدیع، ۴۹۲، مصنف ابن ابی شیبہ، ۲/۱۳۷، دلائل النبوة للشیخ، ۱/۳۸۲، سنن ابی یوسف، ۲/۲۵۲، بیروت: ابن اسحاق، ۶۶۱، النجلی لابن حزم، ۵/۳۸۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دریا پار کرنے لگے، تو حکم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر قریب ہے۔ ان کا مبارک جسم ساتھ لے لیں، تو آپ نے ساتھ لے لیا۔ (جو یقیناً تروتازہ اور جبرک تھا) (طبرانی، ۳۷۸، مجمع الزوائد، ۱۰/۷۷، کنز العمال، ۵۱۶/۱۱، صحیح ابن حبان، ۴۳۲/۲، مستدرک، ۵/۱۲، قیصر و مشور، ۶/۳۰۲)

(حضرت دانیال اور یوسف علیہما السلام کے وصیوں کی قبریں کھلی گئیں)

مفتی دعوتِ اسلامی کی قبر ساڑھے تین سال بعد بارشوں کی وجہ سے کراچی میں کھل گئی، دیکھنے والے دیکھا کہ جسم سلامت ہے، اور قبر سے خوشبو آ رہی ہے۔

(سی ڈی، "جب مفتی دعوتِ اسلامی کی قبر کھلی")

سچ کہہ رکھی ہے: زمین میں نہیں ہوتی، زمین میں نہیں ہوتی

مردم کے غلاموں کا کفن میں نہیں ہوتا

اس موضوع کے متعلق اتنے واقعات اور شواہد ہیں، کہ احاطہ کرنا دشوار ہے۔

(”شرح الصدور“، اور ”فیضانِ مزاراتِ اولیاء“، مکتبۃ المدینہ، کا مطالعہ کریں)

علامہ قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ہم نے ”تذکرۃ“ (ص: ۱۸۵) میں لکھا ہے: ”کہ انبیاء، شہداء، علماء، حفاظ اور ثواب کے لیے اذان دینے والوں کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی“۔ (الجامع لاحکام القرآن)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ حیات النبی:

نجدی مفسر نے لکھا: ”انہی آیات (آل عمران: ۱۴۴، زمر: ۳۰) سے استدلال کرتے

ہوئے ابوبکر صدیق نے بھی لوگوں میں آپ ﷺ کی موت کا تحقق فرمایا تھا“۔ (ص: ۱۳۰۰)

لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی وفات کو اس طرح نہیں

سمجھا تھا، جیسے وہابیوں کا عقیدہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وصال مصطفیٰ ﷺ پر بھی عرض

کیا تھا: یا لہی اللہ!۔ (بخاری: ۱۶۶۱)

اور عرض کیا: ”اذکرنا یا محمد عند ربك“، اے محمد ﷺ اپنے رب کے ہاں

ہمیں بھی یاد رکھنا۔ (المواہب لدنیہ، زرقانی، ۲۸۲/۸، نسیم الریاض، ۳۵۶/۱)

آپ نے وصیت فرمائی، کہ میرے جنازے کو روضہ رسول ﷺ پر لے جانا،

پہلو میں دفن کی اجازت طلب کرنا، اگر مل جائے تو فیہا ورنہ بقیع میں دفن کر دینا۔ دنیا

جانتی ہے، کہ صحابہ کرام کے بہت بڑے اجتماع نے مزار اقدس پر حاضر ہو کر اجازت

طلب کی تو مل گئی، آواز آئی حبیب کو حبیب سے ملا دو۔ (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر: ۴۳۶/۳۰)

خصائص کبریٰ: ۴۹۲/۲، تفسیر کبیر: ۸۷/۲۱، نور الابصار، شوہد النبوۃ، سیرت حلبیہ: ۴۹۳/۳)

کیا منکرین کا بھی حیات النبی ﷺ کے بارے میں عقیدہ ہے؟

قبر انور میں آپ کی حیات مبارکہ:

ہم نے ”فوت شدہ کا وسیلہ“، اور ”شفاعت“ عنوانات کے تحت بھی کچھ روایات نقل کیں ہیں، جن میں وضاحت ہے کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ اپنی قبر اقدس میں زندہ ہیں۔ جو غلام شفاعت کی التجا کرے، آپ شفاعت فرماتے ہیں، اپنے محبت کے خواب میں تشریف لا کر اپنے دیدار پر انوار سے مشرف بھی فرماتے ہیں۔

مزید احادیث ملاحظہ فرمائیں، جن میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک کا تعلق قبر انور میں جسم مطہرہ کے ساتھ بھی ہے، اور آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں، اُمت کے احوال سے باخبر ہیں۔

نہ کہ جیسا منکرین جھوٹ بولتے ہیں: کہ آپ قبر میں زندہ نہیں ہیں۔ میں زندہ ہیں، اور دنیا کے احوال سے بے خبر ہیں۔ (ص: ۵۷۱) ان کے امام ابن قیم نے اس شبہ کے جوابات دیے ہیں، کہ روح کے لیے قرب و بعد نہیں ہوتا، وہ سورج کی مانند ہے۔ (کتاب الروح)

✽..... رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: ”ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء، فنبى الله صلى الله عليه وسلم في رزق“، اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے، پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے، اور رزق بھی دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب البخار، الترغیب، ۳۲۸/۲، تفسیر ابن کثیر، ۵/۳، ۴۹۳/۳، فیض القدیر، ۸/۲، کتب الخلاء، ۱۹۰/۱)

رواہ ابن ماجہ باسناد صحیح، امام منذری نے بھی صحیح کہا، امام مناوی نے فرمایا کہا امام دیمیری نے اسے صحیح کہا، امام مجلونی نے اسے حسن کہا۔

✽..... آپ ﷺ نے قبر انور میں جسم کی سلامتی کو بیان کر کے حیات فی القبر کو ثابت

فرمایا۔ کہ جب قبر میں میرا جسم سلامت رہے گا، تو تمہارا درود سلام بھی وہاں پہنچتا رہے گا۔

_____ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”الانبياء احياء في قبورهم يصلون“، انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز

پڑھتے ہیں۔ (اس روایت میں بھی حیاتِ قبر کی وضاحت ہے)

(مسند ابو یعلیٰ، ۱۳۷/۶، اکمال، ۳۲۷/۲، مسند الفردوس، ۱۱۹/۱، فتح الباری، ۳۸۷/۶، لسان المیزان، ۱۷۵/۲، مجمع الزوائد، ۲۱۸/۸، فیض القدير، ۱۸۳/۳، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی رقم الحدیث: ۶۲۱، نیل الاوطار، ۱۷۸/۵، شرح موطا زرقانی، ۳۵۷/۳، شرح نسائی سیوطی، ۱۱۰/۳، المطالب العالیہ، تاریخ دمشق الکبیر، ج ۱۵) امام ابن عدی، امام بخاری نے اسے صحیح کہا۔ امام زرقانی اور امام الوہابیہ قاضی شوکانی نے کہا کہ امام بیہقی نے حیاتِ انبیاء پر ایک لطیف کتاب تالیف کی، جس میں اس روایت کو اسناد صحیح کے ساتھ بیان کیا۔ امام بن حجر عسقلانی نے بھی امام بیہقی کی کتاب کا ذکر کیا اور مزید تحقیق کی ہے۔

_____ شبِ معراج آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر مبارک میں نماز

پڑھتے دیکھا، فرمایا: ”وہو قائم یصلیٰ فی قبرہ“۔ (مسلم، کتاب الفعائل، نسائی، احمد، ابن ابی شیبہ وغیرہم) نماز پڑھنا جسم کی صفت ہے۔

_____ ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ، ثابت بنانی نے حمید الطویل سے پوچھا: کیا آپ کو یہ علم ہے کہ انبیاء کے سوا بھی کوئی اپنی قبروں میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں!۔ (طیۃ الاولیاء، رقم الحدیث ۲۵۶۷)

_____ موسیٰ علیہ السلام کے ویسے سے ہی پینتا لیس نمازیں معاف ہوئیں۔

فرمایا: ”مردت علی موسیٰ“، میرا گزر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ہوا۔ یہ نہیں فرمایا کہ دوح موسیٰ کے پاس سے۔ (بخاری: کتاب الصلوٰۃ)

•۔۔۔ آپ ﷺ نے، حضرت یوسف، موسیٰ، عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کا حلیہ بیان فرمایا۔ (مسند رک، ۶۲۳/۲، بخاری: کتاب الاطعمہ) حلیہ جسم کا ہوتا ہے روح کا نہیں۔

•۔۔۔ جب سیدنا عمر فاروق حجرہ مقدسہ میں دفن ہوئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”حياء من عمر“، آپ سے حیا کی وجہ سے اب میں مکمل پردہ کر کے نماز پڑھتی ہوں۔ یعنی آپ باشعور جانتی تھیں۔ (مسند احمد، ۲۰۲/۶، مسند رک للحاکم، ۳۰۳/۲، مسند ابی داؤد، ۶۸/۱، مجمع الزوائد، ۲۶۸/۹، ۳۷۷/۲) امام حاکم، امام بیہقی اور امام زرکشی نے اس روایت کو ”صحیح علی شرط صحیحین“ کہا۔

•۔۔۔ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) مدینہ پاک پر نبی کریم ﷺ کے دنوں میں، قبر رسول ﷺ سے آذان و اقامت کی آواز سنتے۔ (دلائل النبوة، ۱۰۱/۱، شرح سنن ابن ماجہ، ۲۹۱/۱، وفی خصائص کبریٰ، ۲۸۰/۲، ۲۸۱/۲، حواشی للفتاویٰ، ۲۹۶/۲، حواشی علی دلائل النبوة، ۳۹۶/۲، المیزان فی تفسیر القرآن، ۶۱۵/۳، ۶۱۶/۳، شرح مواہب، ۳۶۵/۳، جذب المطلب، ۲۴/۳، طبقات الکبریٰ لابن سعد، ۱۳۲/۵)

•۔۔۔ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:۔۔۔ ”حياتي خير لكم“ میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے، کہ تم میری احادیث سنتے ہو، ”ووفعني خير لكم“، کیونکہ مجھے تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، جب اچھے عمل کو دیکھتا ہوں حمد بیان کرتا ہوں، اور جب کسی بری چیز کو دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ (مسند بزار، ۳۰۸/۵، مسند شاشی، ۲۵۳/۲، المحضی فی فضل الصلاة علی النبی، ۳۸۱/۱، طبقات الکبریٰ لابن سعد، ۱۹۳/۲، مسند الفردوس، ۱۸۳/۱، مجمع الزوائد، ۲۳۹/۲، سیر اعلام النبلاء، ۱۰۶/۱، محمد یب الکمال، ۵۵۸/۱۳، غیر لیکن کثیر، ۵۱۶/۳، شرح المواہب، ۳۷۷/۲) امام بیہقی اور زرکشی نے فرمایا: اس کے رجال صحیح ہیں، سند صحیح ہے۔

•۔۔۔ اسی لیے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: کہ آپ ﷺ اور نبوت سے ہر امتی کے مرتبہ دین اور ایمان کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔۔۔ آپ ﷺ کھاتے ہیں۔۔۔

اخلاص و نفاق کو۔ (تفسیر عزیزی، ۵۱۸/۱)

وہابی مولویوں نے بھی امت کے اعمال سے آگاہی کے متعلق لکھا۔ نواب صدیق الشمامہ العنبر یہ۔ قاضی شوکانی؛ نبل الاطار۔ عبداللہ روپڑی؛ فتاویٰ اہل حدیث۔ شمس الحق؛ عون المعبود۔

❖ مقصود کائنات ﷺ نے فرمایا: ”ما من احد یسلم علی الارادة اللہ علی روحی حتی ارادة“، ایسا کوئی شخص نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری روح کو لوٹا نہ دیا ہو، یہاں تک کہ میں ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (مسند احمد، ۵۲۷/۲، مجمع الزوائد، ۱۶۲/۱، المعجم الاوسط، ۲۶۲/۳، سنن کبریٰ للبیہقی، ۲۳۵/۵، شعب الایمان، ۱۲۷/۲، مسند ابن رحمویہ، ۱۶۲/۱)

❖ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں: ان احادیث کا تقاضا ہے، کہ آپ ﷺ کی روح مبارک (مستقل) لوٹا دی گئی ہے، آپ سلام سن کر جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ (شفاء القام، ۱۳۳)

❖ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کی آوازیں سننے کی قوت عطا فرمائی ہے، ”لہو قائم علی قبری“، وہ میری قبر پر (غلاموں کی طرح) کھڑا ہے، پس قیامت تک جو بھی مجھ پر درود پڑھے گا، وہ فرشتہ اس درود پڑھنے والے کا نام اور اس کے والد کا نام مجھے پہنچائے گا، اور عرض کرے گا، یا محمد ﷺ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ (مسند بزار، ۲۵۵/۳، البخاری فی التاریخ الکبیر، ۳۱۶/۶، ابن حبان، ۷۶۲/۲، الترغیب، ۳۳۶/۲، بیان الخیر ان لعسقلانی، ۲۳۹/۳، مجمع الزوائد، ۱۶۲/۱، مسند حارث، ۹۶۲/۲)

ان تمام احادیث پاک سے بھی یہی متحقق ہوتا ہے کہ آپ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں، روح مبارک کا جسم اطہر سے تعلق قائم ہے۔

11

李德全 (1874-1911)

1952



Abstract



۱) بھارت میں

قبری ومنہوی روضة من ریاض الجنة“، میری قبر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے۔ (مسند احمد، ۶۳/۳، مسند ابویعلیٰ، ۴۹۶/۲، المعجم الاوسط، ۱۹۲/۱، تاریخ الکبیر بخاری، ۳۹۲/۱، سیر اعلام النبلاء، ۷/۱۲۷، مجمع الزوائد، ۸/۳) امام بخاری نے فرمایا: رجالہ رجال الصحیح۔

معلوم ہوا اس انداز سے بھی آپ ﷺ کی قبر انور کی حیات، جنت ہی کی حیات ہے، آپ آج بھی جنت میں ہی ہیں۔

جنت کی ہوا پائیں، جو در پہ تیرے جائیں
خوش بخت ہیں، جو تیرے کوچے سے گزرتے ہیں

خلیفہ راشد عمر ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خصوصی قاصد بھیج کر روضہ اقدس پر اپنا سلام بھیجا کرتے، اور جو کوئی مسافر مدینہ مل جاتا اسے بھی کہتے، کہ درجائیں ﷺ پر میرا سلام عرض کرنا۔ (شعب الایمان، ۳۹۱/۳، شفا شریف، ۵۸۵، تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، ۲۰۴/۶۵، ابن حزم المحلی، ۵۱۶/۹، تفسیر درمنثور، ۵۷۰/۱)

امام مالک رضی اللہ عنہ اس کو مکروہ جانتے کہ کوئی یہ کہے: ”زنا قبر النبی“، کہ میں نے قبر نبوی ﷺ کی زیارت کی ہے، کیونکہ یہ عامیانہ الفاظ ہیں۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں عامیانہ الفاظ استعمال کرنا خلاف ادب اور مکروہ ہے۔

لہذا مستحب یہ ہے کہ خاص طور پر یہ کہا جائے: ”سلمنا علی النبی ﷺ“، کہ ہم نے سرکارِ دو عالم کی بارگاہ اقدس میں سلام عرض کیا ہے۔ (شفا شریف، ۵۸۴)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) نے تو اپنے دور میں یہ فرمایا تھا: ”انہ لم یقل احد۔۔۔۔۔ وارواحہم غیر متعلقہ باجسامہم“، بے شک کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا۔۔۔ کہ ان کی ارواح کا ان جسموں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور جو کوئی ان پر سلام

پیش کرتا ہے وہ اسے نہیں سنتے۔ تو ایسا ہی انبیاء کے بارے میں آیا ہے، کہ بیشک انبیاء علیہم السلام تبلیغ کہتے، حج کرتے ہیں، اور ہماری سرکار ﷺ کے لیے تو یہ کرامات بدرجہ اولیٰ ثابت ہیں۔ (جمع الوسائل فی شرح شمائل، ۲۰۰-۲۰۲۔ اور ای طرح المواہب، ۶۹۵/۲، وشرح مواہب، ۳۶۵/۷، میں بھی ہے)

یعنی ملا علی قاری کے دور تک کسی کلمہ گو کا یہ عقیدہ نہیں تھا، کیونکہ یہ کلمہ گو کی پیداوار، فتنہ نجدیت کی ہی بدعت مذمومہ ہے، یہ شوشا انہوں نے ہی چھوڑا ہے۔

علامہ یوسف بن اسماعیل بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”فقید صبح انہ علیہ السلام حتی فی قبرہ“، یہی صحیح ہے، کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں مدفون ہیں۔

امام زرقانی، امام ابن حجر عسقلانی، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہم، امام ابو نعیم حاکمی شوکانی نے کہا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حیات انبیاء“ پر ایک لطیف کتاب تالیف فرمائی۔ (فتح الباری، ۶/۳۸۷، شرح موطا زرقانی، ۳/۳۵۷، الحاوی للفتاویٰ، ۲/۲۶۳، مکمل الموطا، ۵/۱۷۸)

علامہ شرنبلالی، علامہ سیوطی علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا: آپ ﷺ حسی و جسمانی حیات سے زندہ ہیں، آپ کے وفات کا صرف اثنا مطلب ہے، کہ فرشتوں کی طرح ہماری نظروں سے اوجھل ہیں، آپ ﷺ کو فضیلت مقامات عالیہ والے لوگ دیکھ سکتے ہیں، ابن قیم نے بھی یہی لکھا۔ (نور الایضاح، ۳۹۱، الحاوی للفتاویٰ، ۲/۱۹۰، ۲۵۱، کتاب الروح، ۵۱)

شیخ عقیف الدین یافعی فرماتے ہیں: اولیاء کرام پر حقائق مشکف ہوتے ہیں، اور وہ انبیاء کرام کو مردہ نہیں، بلکہ زندہ دیکھتے ہیں، جیسے نبی اکرم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں زندہ دیکھا۔ (الحاوی، ۲/۲۶۸)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ صوفیا کرام (صرف نیند ہی میں نہیں بلکہ) بیداری میں (بھی) فرشتوں اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ فرماتے ہیں، آوازیں سننے ہیں، ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ (المحکم من العمال، ص ۵۰)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ سے عالم روحانی میں دینی سوال کرنے اور فیض لینے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ (تہذیبات الہیہ، ۲/۳۰۰)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے توحید کردی، فرماتے ہیں: ”حیۃ النبی فی قبرہ۔۔۔“ کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارکہ میں زندہ ہیں، یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے، اس کے دلائل متواتر ہیں۔ (الحادی للفتاویٰ، ۲/۲۶۳)

یعنی اس عقیدے کا منکر اگر کافر نہیں، تو شدید گمراہ ضرور ہے۔

مزید فرماتے ہیں: آپ ﷺ جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں، تصرف فرماتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں، تشریف لے جاتے ہیں، آپ باکل اسی ہیئت پر ہیں، جس پر قبل وفات تھے، کوئی تبدیلی نہیں ہوئی صرف ملائکہ کی طرح آنکھوں سے غائب ہیں۔

(ایضاً، ۲/۴۵۳)

ایسے ہی تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے۔ (ایضاً، ۲/۲۶۷)

ایسے ہی علامہ محمود آلوسی نے فرمایا ہے۔ (روح المعانی، پارہ ۲۳، ص ۱۳، پارہ ۲۳، ص ۳۳ ج ۲۲ ص ۳۷)

علامہ اسماعیل حقی نے امام غزالی کے حوالے یہی کچھ لکھا ہے۔ (روح البیان، ۹۹۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تو حضور پاک ﷺ کو دل میں جلوہ گر

جان کر عرض کیا کہ، ”السلام علیک ایہا النبی الخ“، اور یقین رکھا کہ میرا سلام آپ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے۔ اور آپ اس سے بہتر جواب سے نوازتے ہیں۔ (احیاء علوم، ۱۲۹۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ کے لیے اب کوئی موت و وفات نہیں ہے، بس ایک حال سے دوسرے حال میں، اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا ہے۔ (مرقاۃ، ۱۱/۲۵۶)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: حیات انبیاء علیہم السلام کا اتفاق ہے، کسی ایک نے بھی انکار نہیں کیا، (یعنی یہ انکار دالاجدی ثولہ بحکمہ علیہ السلام) اور یہ حیات جسمانی دنیاوی اور حقیقی ہے، نہ کہ روحانی و معنوی۔ (مدحہ علیہ السلام)

علامہ یوسف بن اسماعیل فرماتے ہیں: ”حیات انبیاء علیہم السلام ثابتہ بادلہ کثیرہ بہا اہل السنۃ و کلمۃ حیات الشہداء و لا ولایت حیات انبیاء کثیرہ دلائل سے ثابت ہے، جن سے اہل سنت نے استدلال کیا ہے، اور ایسے ہی شہداء اللہ ہولیا کی حیات بھی ثابت ہے۔ (شواہد اہل بیت، ۱۴۳)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا فرمایا ہے: کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے اور حج کرتے ہیں۔ (مجموعہ تحریریں، ۸۴)

تحت آیہ: ”وہکون الرسول علیکم شہداء“ (۱۴۳) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ آپ ﷺ نور نبوت سے ہر امتی کے مرجع دین اور ایمان کی حقیقت سے آگاہ ہیں، اور یہ کہ کون سا پردہ اس کی ترقی ایمان میں رکاوٹ ہے، پس آپ پہچانتے ہیں تمہارے گناہوں، ایمان کے درجات اور اخلاص و نفاق کو۔ (تفسیر مزنی، ۵۱۸)

کیا یہ سارے سلف کرام جاہل، بدعتی، مشرک اور گمراہ تھے؟ یا کہ ان کے مسلک اور طریقے سے انحراف، بغاوت کرنے والے بدعتی اور بے دین ہیں؟

شاہ عبدالعزیز پر انہی کے ناخلف شاگرد اور پیچھے کا فتویٰ شرک ملاحظہ کریں، لکھا: ”جو یہ سمجھے کہ کسی کو میرے دل کی حالت کی خبر ہو جاتی ہے، سوان باتوں سے بندہ مشرک ہو جاتا ہے۔“ (تقویۃ الایمان، ص ۳۲، پہلا باب، مکتبہ خلیل)

دہلیہ کے امام العصر، محمد ابراہیم میرسیا لکھنوی لکھتے ہیں: کہ پرانے اہل دہلی میں تو یہ بھی مشہور تھا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو حضور ﷺ کی حضوری کا مرتبہ حاصل تھا۔ (سراج منیر: ۳۰، حاشیہ)

اسی ابراہیم میرسیا لکھنوی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے علم و فضل کی تحسین کی اور ان سے عقیدت کا اظہار کیا۔ (تاریخ الہدیت، ص ۲۷۴)

نواب صدیق حسن غیر مقلد نے بھی شیخ محقق کی خدمات حدیث کی تعریف کی۔ (المجلد، ص ۱۶۰)

انور شاہ کاشمیری دیوبندی کو بھی لکھنا پڑا: انبیاء کرام کے زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ زندوں جیسے کام بجالاتے ہیں، ارواح تو کافروں کی بھی زندہ ہیں۔

(فیض الباری، ۴/۳۵۵، سعودی تفسیر: ۹۷ پر فیض الباری کا حوالہ دیا گیا)

قارئین ہی فیصلہ کریں، کہ ان بزرگوں کے پیچھے چلنا چاہیے، یا کہ ان گمراہ لوگوں کے پیچھے، جن کے بدعت و شرک کے فتوؤں سے ایسی پاکباز ہستیاں بھی محفوظ نہ رہ سکیں؟۔

نجدیوں کے اکابرین کا مسلک:

نواب صدیقی نے لکھا ہے: کہ بیک آپ اپنی وفات کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں، جیسے حدیث میں ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اسے امام بیہقی نے صحیح کہا ہے۔ (السراج الوہاج، ج ۱۔ اشعۃ الاسمریہ، ص ۵۸)

قاضی شوکانی نے "نیل الوطار" ج ۳، ص ۵، تحت: الزاکرین: ۲۸۔ بخاری ص ۱۱۱ نے "فتاویٰ نذیریہ" ج ۱، ۲۔ فتاویٰ علمائے اہل حدیث، ج ۹۔ وحید الزماں، مترجم سنن ابن ماجہ، ج ۱۲۔ شمس الحق، عون المعبود، ج ۱۔ علامہ حنیف، تعلیقات السلفیہ، ج ۱۔ حافظ محمد علی، احصاء ۲ شمارہ نمبر ۸ بحوالہ فتاویٰ علمائے اہل حدیث، ج ۹۔

عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی نے (بحوالہ احوال: ۲۸۵) یہی لکھا ہے: کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

کیا اس عقیدے کی بنیاد یہ ہمارے اکابرین وہابیہ بھی گمراہ ہیں یا کہ صرف ہم ہی؟۔۔۔ نجدی انصاف کریں!۔

۔۔۔ تو زندہ ہے واللہ، زندہ ہے واللہ!

میری خیم عالم سے چھپ جانے والے

(تفصیل کے لئے "واللہ آپ زندہ ہیں" از علامہ محمد عباس رضوی، ملاحظہ کریں)



صالحین کو اختیار تو کجا، شفاعت کے مفہوم سے بھی بے خبر ہیں:

نجدی مفسر نے لکھا: ”یعنی شفاعت کا اختیار تو کجا، انہیں تو شفاعت کے معنی و مفہوم کا بھی پتہ نہیں، کہ وہ پتھر ہیں یا بے خبر، (اگلے صفحے پر رسول اللہ ﷺ حضرت علی، عبدالقادر جیلانی کو صراحتاً مردہ کہا)۔ (ص: ۱۳۰۴)

مزید لکھا: ”آخرت میں پیروں، گدی نشینوں کی بے بسی اور بے وفائی پر مشرکین حسرت کریں گے۔“ (ص: ۶۶)

مزید ان مقامات پر شفات صالحین کا انکار کیا۔ (ص: ۳۳، ۳۰۰، ۵۶۶، ۱۱۱۴، ۱۲۱۲)

دوسری طرف ان مقامات پر لکھا کہ: شفاعت صالحین ہوگی۔ (ص: ۸۸۹، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶) جو واضح تضاد ہے۔

اور ان مقامات پر مسلمانوں کے عقیدہ شفاعت کو مشرکوں کے عقیدہ شفاعت کے ساتھ ملایا۔ (ص: ۱۲۹۰، ۱۳۲۵)

اسماعیل دہلوی نے بھی جھوٹ لکھا: مشرکین مکہ بتوں کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے، ان کا شرک یہی تھا، پکارنا، نذر و نیاز کرنا، وکیل و سفارشی سمجھنا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے، وہ ابو جہل جیسا مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)

دہلوی نے لکھا: ”اسی (اللہ) کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام“ (قیامت کو پہنچنے کا)۔ (تقویۃ الایمان: ۴۸)

سعودی نجدی صالح بن فوزان افتراء علی اللہ کا ارتکاب کرتے لکھتا ہے:

”اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہیں دی کہ فرشتوں، نبیوں یا بتوں سے شفاعت طلب کی

جائے۔ (حقیقت توحید: ص ۳۶، دعوتِ وارث اور ریاض)

مزید لکھا: ”شفاعت اللہ تعالیٰ سے طلب کی جاتی ہے، مردوں سے نہیں“

۔ (ایضاً: ص ۳۵)

اسی لیے حسین احمد مدنی دیوبندی نے لکھا تھا: ”وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم (نہ ہونے کے برابر) پہنچاتے ہیں“۔ (اشہاب الثاقب: ۸۳)
دیوبندیوں (تبلیغی وغیرہ) کا بھی یہی عقیدہ ہے، کیونکہ یہ بھی شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی کے مقلد ہیں، ”تقویۃ الایمان“ پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔

سعودیہ سے شائع ہونیوالی ایک کتاب میں ”ابن تیمیہ“ کے (مجموع الفتاویٰ: ۱۵۵/۱۲، ۱۳) حوالے سے لکھا ہے: ”کہ صالحین کو پکارنے والے مشرک ہیں، کیونکہ یہ ان کی عبادت ہے، ان کو صالحین کی دوستی اور محبت، شفاعت کے متعلق کام نہیں آئے گی، ایسے لوگوں کا غیر اللہ (صالحین) کو اپنا دوست بنانا شرک ہے، وہ مشرک ہیں۔ ان کی شفاعت کرنا تو دور کی بات ہے، وہ ان سے الگ ہو جائیں گے۔“

(ملخص، اسلام میں شفاعت کا مفہوم: ۱۳۳، ۱۳۱، ۱۵۳، ۱۵۵)

محمد بن عبدالوہاب نجدی نے مسلمانوں کے عقیدہ شفاعت کے متعلق اپنی بدعتیdgی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ: ”تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان (علمائے المسلمین) کا توحید رنویت کا اقرار کرنا انکو اسلام میں داخل نہیں کرتا اور جو ملائکہ اور انبیاء کا قصد کرتے ہیں، اور انکی شفاعت کا ارادہ کرتے ہیں اور اس سے اللہ کا تقرب چاہتے ہیں، یہی وہ چیز جس نے انکی جانوں و مالوں کو (وہابیوں، نجدیوں پر) حلال کر دیا ہے، اب تم نے اس میں توحید (وہابیہ) کو جان لیا ہوگا کہ جس کی رسولوں نے دعوت دی ہے، (یہ انبیائے کرام

پر شیخ نجدی کا کھلا بہتان اور غلو ہے، خواہ اس کا انکار کرنے سے مشرکوں نے انکار کیا ہو۔
(کشف المشبات: ج ۹، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ)

اسی شیخ نجدی کی اندھی تقلید میں امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے
زمانہ کتاب میں بھی اسی طرح لکھا، (تقویۃ الایمان کی عبارت گزر چکی)

سعودی مفسر نے خود ہی لکھا: ”یعنی شفاعت کی نفی اہل کفر و شرک کے لیے ہے، اور
اثبات ان کے لیے جو گنہگار مومن و موحد ہوں گے، اس طرح دونوں قسم کی آیات میں کوئی تعارض بھی
نہیں رہتا۔ (ص: ۲۵۸)

معلوم ہوا کہ نجدی برادری کا عقیدہ شفاعت کی وجہ سے مسلمانوں کو ابو جہل
جیسا مشرک، واجب القتل کہنا، تعارض، تحریف اور غلو ہے۔

اسماعیل دہلوی نے شفاعت بالوجاہت کا معنی یہ کیا کہ، کسی کے رعب سے
اُسکی سفارش مان لینا۔ شفاعتِ محبت کا معنی یہ کیا کہ، کسی کی محبت سے لاچار ہو کر اُسکی
سفارش مان لینا۔ اور اسی طرح شفاعت باذن اللہ کا بھی معتزلہ کی پیروی میں معنی بگاڑ
دیا۔ (تقویۃ الایمان)

جبکہ ”شفاعت بالوجاہت“ کا صحیح معنی یہ ہے کہ، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب
بندوں کو خود اپنی بارگاہ میں جو قرب اور مقام عطا فرمایا ہے اُسکی وجہ سے اُنکی عزت افزائی
کرتے ہوئے، گنہگاروں کے حق میں اُنکی شفاعت قبول فرماتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کے متعلق فرمایا: ”وجیہا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین“، وہ دنیا و آخرت میں
ذی عزت ہے، اور وہ میرے مقربین میں سے ہے۔ (آل عمران: ۴۵۔ نجدی مفسر نے اس
آیت کی تفسیر نہیں کی، جو اس کی بدہاطنی پر دال ہے)

مفسرین کرام نے اخروی وجاہت کو شفاعت پر محمول کیا ہے۔ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی وجاہت دنیا میں نبوت ہے اور آخرت میں شفاعت۔ (بیضاوی مع حیات القاضی: ۵۱۳)

۔ آپ درگاہ خدا میں ہیں وجہ ہاں شفاعت بالوجاہت کیجئے

اسی طرح ”شفاعت بالمحبت“ کا صحیح معنی یہ ہے کہ محبت کا قائل ہے کہ محبوب کی رضا جوئی، دلداری اور اس کی خوشی لحاظ رکھا جائے، اس میں یہ امر ملحوظ رہتا کہ اگر محبوب کی فرمائش نہ مانی گئی تو وہ ناراض ہو جائیگا۔ اور یہ حال اسی شخص سے پوچھا جاسکتا ہے جو محبت کو جانتا ہو، اور یہ حقیقت عقلاً و قلباً ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”ولسوف يعطيك ربك فريضاً“ ترجمہ ہر ایک بہت جلد (انعام) دے گا اور تو راضی (و خوش) ہو جائیگا۔ (المائدہ: ۵)۔ (مفسر بیان القرآن: ۴۷۸، ۴۷۹)

۔ حق تمہیں فرما چکا اپنا محبوب اب شفاعت بالوجاہت کیجئے

ثابت ہوا کہ یہ نجدی تو خوارج اور معتزلہ سے بھی نمبر لے گئے جو صرف اہل کبار کے لیے شفاعت کے منکر تھے، جبکہ انہوں نے تو مسلمانوں کے عقیدہ شفاعت کو صالحین کی عبادت اور شرک قرار دے کر سرے سے ہی انکار کر دیا۔ اور اس میں اپنے گھر سے خود ساختہ قیدی اور شرطیں لگا کر مسلمانوں کے اس مقدس عقیدے کو ان مشرکین کے عقیدہ شفاعت کیساتھ ملا دیا جو خود اقرار کرتے تھے کہ: ”ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے نزدیکی کے سبب ہم تک ہماری رسائی کر دیں۔“ (زمر: ۳)

جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے مل کر فرمایا: ”وان لم یصلنا ربنا“

و حسن ماب۔“ اور بے شک ان کے لیے ضرور ہمارا قرب، اور بہترین ٹھکانہ ہے۔“

(سورۃ ص: ۴۰)

یعنی وہ بت اور دشمنان خدا ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہے۔

اسی طرح مشرکوں کے متعلق فرمایا کہ: ”اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کے عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں الخ۔“ (یونس: ۱۸) ان دونوں آیات میں کس قدر وضاحت ہے کہ یہ مشرکین اپنے سفارشیوں کی عبادت کرتے تھے، جبکہ کوئی مسلمان بھی کسی نبی، ولی کی عبادت کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

اس ظلم کے باوجود بھی یہ لوگ منافقین کی طرح اس فساد کو اصلاح کا نام دیتے ہیں، کہ چونکہ دور رسالت کی طرح آج بھی دنیا شرک سے بھر گئی ہے، آج لوگ کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی مشرک ہیں، رب تعالیٰ کی توحید کو بڑا خطرہ ہے، لہذا اہم نجدی لوگ دنیا سے شرک کو مٹا کر خدا تعالیٰ کی توحید کو قائم کر رہے ہیں۔

”لعنة الله المنافقين والكاذبين“

ہو سکتا ہے کہ نجدیوں کی رگ شر پھڑ کے اور کہیں کہ ہم تو صرف فوت شدہ سے طلب شفاعت کو شرک کہتے ہیں۔

تو ہم کہتے مطالبہ کرتے ہیں، کہ پوری شریعت اسلامیہ میں سے کوئی ایک صحیح صریح نص لے آؤ، جس میں مسئلہ شفاعت میں شفیع کے متعلق زندگی اور موت کی قید لگائی گئی ہو، اور فوت شدہ کو شفیع جاننے کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہو۔

سعودی قرآن کے مترجم (جو ناگزرمی) نے، ”ام اتخذوا من دون الله

شفعاء، (زمر: ۲۳) کا ترجمہ یہ کیا: ”کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا (اوروں کو) سفارشی مقرر کر رکھا ہے۔“

یعنی اس ترجمے میں صرف اللہ تعالیٰ کو ہی سفارشی ثابت کیا گیا، جو کہ یقیناً خود گمراہی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کس کے ہاں سفارشی ہوگا؟ اس سے بڑا اور کون ہے؟ بلکہ اسکی عطا سے اُسکے محبوب بندے اُسکے ہاں گنہگار مسلمانوں کی شفاعت کریں گے۔ جب کسی زبان میں ترجمہ کیا جائے تو اُسکے محاورے کا لحاظ رکھنا اچھائی ضروری ہوتا ہے، تاکہ کوئی قرآن کا مفہوم غلط نہ سمجھ لیا جائے۔

اسی لیے امام اہلسنت مجدد دین و ملت الشاہ احمد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کے خزانے ترجمے ”کنز الایمان“ میں اس مذکورہ بالا آیت کا ترجمہ یوں فرمایا: ”کیا انہوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں۔“

سبحان اللہ!۔۔۔ یہ ہے قرآن بھی جو صرف اہلسنت کا نصیب ہے۔

اس ترجمے میں کس طرح قرآن کے مفہوم اور مدعا کو واضح فرمادیا گیا کہ، ”من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه“، یعنی وہ کون ہے جو اُسکے ہاں سفارش کرے بغیر اُسکے حکم کے۔ (بقرہ: ۲۵۵)

آپ آج بھی شافع ہیں: (تضاد)

قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کے حیات ظاہری میں شفع ہونے کی صراحت ہے: ”ولو انهم اذ ظننوا انفسهم جازا الخ“، اور جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، آپ کے پاس آجاتے، اللہ سے معافی مانگتے، اور رسول بھی ان کی شفاعت

کرتے، تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔ (المائدہ: ۶۴)
 اور اس آیت کو سوائے نجدیوں کے پوری امت نے قیامت تک کے لیے عام سمجھا ہے، یہ بدعت ابن تیمیہ کی ایجاد کردہ ہے، اس کی مذموم تقلید میں شیخ نجدی پھر اس کے سارے تبعین کا یہی دین ہے۔ اور کہتے ہیں: اس آیت کا حکم صرف ظاہری حیات طیبات تک ہی تھا، آپ ﷺ سے اب شفاعت طلب کرنا شرک اکبر ہے۔
 (ابن تیمیہ، شیخ نجدی، اسماعیل دہلوی تینوں کی عبارات گزر چکی ہیں)

سعودی مفتی ابن باز مد اخلت فی الدین کا ارتکاب کرتے ہوئے لکھتا ہے:
 ”آپ کی زندگی میں شفاعت کا مطالبہ جائز تھا، اور قیامت کو بھی جائز ہوگا، کیونکہ آپ کی استطاعت میں تھی اور ہوگی۔“ (یعنی شرک اس لیے ہے کہ اب شفاعت کرنا آپ کی استطاعت میں نہیں رہا)۔ (مخلصا، زیارت مدینہ منورہ: ص: ۲۰، پریزیڈنسی جنرل (سعودیہ)
 سعودی نجدی مولوی صالح بن فوزان نے اسی آیت کے تحت سلف مفسرین کے نقل کردہ ”امام عتبی“ کے واقعے، اور اس آیت کے مقید ہونے کے متعلق دلیل ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے: ”یہ قصہ اور کہانی ہے، آیت سے مراد زندگی میں آنا ہے، قبر کے پاس نہیں۔ دلیل یہ ہے کہ صحابہ و تابعین میں سے کسی نے بھی قبر کے پاس آکر شفاعت کا سوال نہیں کیا۔“ (یہ سفید جھوٹ ہے، بالفرض یہ کام کسی نے نہیں کیا، تو غالباً شرک کس نے کہا؟)۔ (حقیقت توحید: شخص: ۶۰، ۵۹، ۵۸، دعوت دار شادر یا ض)

سعودی مفسر نے (بقرہ: ۲۰۷)، کے تحت لکھا: ”لیکن یہ آیت عام ہے،۔۔۔۔۔، کیونکہ اس قسم کی تمام آیات کے بارے میں، جو کسی خاص شخص یا واقعہ کے بارے میں نازل ہوئیں یہ اصول ہے: (العبرة بعموم اللفظ، لا بخصوص السبب) یعنی لفظ کے عموم کا اعتبار ہوگا، سبب نزول کے

خصوص کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔“ (ص ۸۳، ۷۵۹)

ع مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری!

حرید مفتی اعظم سعودی عرب ابن باز کا فتویٰ بھی پڑھ لیں: ”قرآن کے ظاہر عموم سے اس وقت تک عدول نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ کتاب و سنت میں کوئی ایسی دلیل نہ ہو جسے اس طرف پھیرنا واجب ہو، رہا اس کے مخالف قیاس تو اٹھنے والا نہ سمجھا جائیگا۔“ (فتاویٰ ابن باز، اردو: ۲۳۵، دارالسلام الریاض)

ہم پوچھتے ہیں کہ نجد میں کے پاس (ص ۶۳) کے عموم کو خاص کرنے کی کون سی خاص دلیل ہے؟

سعودی مفسر نے (احماء: ۶۵) کو عام رکھا۔ (ص ۱۱۶۶) مگر (احماء: ۶۳) کو جو دلیل مقید کر کے بعد وصال آپ ﷺ کے وسیلہ کو شرک کہا۔ (ص ۵۱۶، ۱۱۶۶)

حجرات: ۳، کو بھی حکم کے اعتبار سے عام رکھا۔ (ص ۱۴۵۶)

صالح بن فوزان نے لکھا: ”ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ آیت (ی: ۵۷) عام ہے۔“ (حقیقت توحید ص ۵۱)

سعودی مفسر نے ان مقامات پر آیات میں عموم ذکر کیا۔ (ص ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱)

امام ابن حجر کی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”علمائے اس آیت (احماء: ۶۳) کا حکم تمام آنے والے امتوں کے لیے عام سمجھا ہے۔“

(شفاء القام: ۸۱، جواہر المعظم: ۶، شواہد الحق: ۶۱)

وہابیوں کے پاس (النساء: ۶۴)، کو خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں:

منکرین شفاعت نجدیوں کے پاس النساء: ۶۴ کو مقید کرنے کی کوئی دلیل نہیں اسی لیے انہیں، گھر سے قید لگانے کے لیے کئی جھوٹ گھڑنے پڑتے ہیں۔

سعودی مفتی نے یہ دلیل دی جو ابھی گزری: ”کہ اب شفاعت کرنا آپ کی استطاعت میں نہیں رہا۔“

صالح بن فوزان (النساء: ۶۴) کے مقید ہونے کی دلیل پیش کرتا ہے: ”اس آیت سے مراد زندگی میں آنا ہے، قبر کے پاس نہیں۔ دلیل یہ ہے کہ صحابہ و تابعین میں سے کسی نے بھی قبر کے پاس آکر شفاعت کا سوال نہیں کیا۔“

(حقیقت توحید: ۶۰، ۵۹، ۵۸، دعوة وارث اور یا ض)

قارئین کرام! آپ اہل سنت کو بدعتی کہنے والوں اور ان سے ہر میت کے متعلق نص کا مطالبہ کرنے والوں کی اپنی غربت اور غلو ملاحظہ کریں؟ کہ جس عقیدے کو شرک اکبر کہتے ہیں، اس کی ممانعت کے متعلق کتاب و سنت سے ایک دلیل بھی نہیں دیکھا سکے، سوائے قیاس فاسدہ، گمان خبیثہ کے۔

ورنہ۔۔۔ ہاتوا ہرہانکم ان کتمہ صاقلین!

لیکن پھر بھی مسلمانوں کو عقیدہ شفاعت کی وجہ سے مشرکین مکہ جیسا مشرک کہتے ہیں۔

ابھی ان کے مفتی کا فتویٰ بھی گزرا کہ: ”رہا اس (یعنی عموم) کے مخالف قیاس

تو اسے فاسد سمجھا جائیگا۔" (تاریخ القرآن ص ۲۲۵، دار السلام اریاض)

ابن خوزان بھی لکھتا ہے: "کہ مجاہد و تابعین میں سے کسی نے لکھی تفسیر کے پاس آکر فتاویٰ کا سوال نہیں کیا۔" صاحب کتاب ابن عربی، تہذیب و تمدن عرب، ص ۱۰۷، دار الفکر، بیروت۔ یہ اور ان اصول بدعت کے مطابق بدعت کی ہے۔ مگر یہ کہ "تفسیر" کا لفظ "تفسیر" سے مشتق ہے۔ (تفسیر ابن عربی ص ۱۰۷)

اور یہ جو لکھا کہ: "یہ (ابن عربی کا فتاویٰ) قصہ اور کہانی ہے۔" سودی قرآن کے حوالہ دے کر لکھتے ہیں: "یہ تفسیر ابن عربی کی ہے۔" یہ واقعہ غیر مستحکم ہے کہ کسی حدیث کی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ یہ واقعہ کے لیے یہ شرط لگانا، منکرین کے لیے یہ شرط لگانی خود بدعت ہے۔ اور کیا ابن عربی کثیر بھی تفسیر لکھتے ہیں۔ جن کی تفسیر لکھ کر ان کے حوالے کیا ہے۔ کیا ان کے حوالے میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔ کیا ان کے حوالے میں بھی ان واقعہ کو نقل کیا ہے۔ ابن عربی نے لکھا کہ ایک حدیث میں ہے: "تفسیر ابن عربی کے حوالے سے" واقعے کا ذکر کیا ہے۔ "ابن عربی نے لکھا کہ ایک حدیث میں ہے: "تفسیر ابن عربی کے حوالے سے" دلائل کے ایک غیر مستند واقعے پر ایسا حوالہ دینا کہ لکھتے ہیں: "ابن عربی نے اس اصول پر (جن کا ذکر سودی طبر اور سودی طبر کے حوالے سے لکھا ہے) ان کے حوالے سے لکھا ہے۔" سبب نزول کے مخصوص کا اعتبار نہیں) کے پیش نظر اس آیت مقدسہ کے حکم کی تعمیل کے لیے ہم اس واقعہ پر غور کریں کہ اس کو اس وقت بھی نقل کر دیا، جس سے اس کے مخصوص کے لیے راحت ہوتی ہے۔

(النساء: ۶۴) کے متعلق مسک سلف کرام:

ابن کثیر اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں: ”اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ گنہگاروں سے ارشاد فرماتا ہے: کہ جب ان سے کوئی غلطی ہو جائے، انہیں چاہیے کہ (وہ آج بھی) رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں الخ“۔۔۔ مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے، ان شیخ ابو منصور صباغ بھی ہیں، انہوں نے اپنی مشہور کتاب ”الشامل“ میں عقی سے روایت کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: کہ میں نبی کریم ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور عرض کی، ”السلام عليك يا رسول الله“، میں نے قرآن کریم کی ایک آیت سنی ہے، ”ولو انهم اذ ظلموا۔۔۔“ میں اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں اور آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں شفع بٹاتا ہوں، پھر اس نے یہ اشعار کہے۔۔۔ عقی کہتے ہیں کہ یہ شعر کہنے کے بعد وہ لوٹ گیا، اور مجھے نیند آگئی، میں نے خواب میں نبی پاک کی زیارت کی کہ آپ فرما رہے تھے کہ اے عقی! جاؤ اعرابی کو خوشخبری دے دو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش

دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳۰۶/۳، تفسیر قرطبی: ۲۶۵/۵، الجامع الاحکام القرآن: ۲۶۵/۵، البحر المحیط: ۳/۲۹۳، امارک التقریل علی ہامش الحازن: ۳۹۹/۱، تفسیر نسفی: ۲۳۳/۳، درمنثور: ۵۷۰/۵، شعب الایمان: ۳۹۵/۳، مفتی، لا بن قدامہ: ۳/۵۵۷، امام عزالدین حدادیہ السالک: ۱۳۸۴/۳، ابن جوزی، مشیر لغراما لساکن: ۳۰۱/۲، امام صاکنی، سبل الہدی والارشاد: ۳۸۰/۱۲، امام سمودی، وقفا الوفاء: ۱۳۶۱/۳، امام ابوالحسن ابن عساکر، اتحاد الزائر: ۶۸، ۶۹، امام ابن نجار، الدرۃ الشمینہ: ۲۲۳/۱، شواہد الحق: ۶۱، مصباح الظلام: ۵۳، علامہ محمد بن موسیٰ مراکشی، القریۃ: ۱۶۱/۱، امام ابن بشکول، ایضاح: ۳۵۳، معارف القرآن: ۲۵۹/۲، مفتی شفیع دیوبندی، تسکین الصدور: ۳۶۵، سرفراز گھکھووی دیوبندی)

..... مقتدی باللہ کے وزیر ابو شجاع محمد حسین کی دنیا سے رحلت کا وقت آیا، انہوں

نے بھی روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہو کر یہی طریقہ اختیار کیا۔

(مصباح الاطلاق، (اردو ترجمہ) پکارو یا رسول اللہ: ۵۶، امام محمد بن موسیٰ مراغشی)

✽۔۔۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”قبر انور کی زیارت تمام قبرتوں سے بڑھ کر اہم ترین قربت ہے۔۔۔ پھر آپ کی ذات سے توسل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنے حق میں شفاعت طلب کرے۔“ (المجموع: ۸/۲۰۲)

✽۔۔۔ امام ابن قدامہ فرماتے ہیں: ”روضہ رسول ﷺ پر حاضری دینے والا یہی آئینہ (رشاء: ۶۳) پڑھ کر آپ سے شفاعت طلب کرے۔“ (المغنی: ۳/۲۹۸)

✽۔۔۔ امام ابن حجر کی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”علمائے اس آئینہ (رشاء: ۶۳) کا حکم تمام آنے والے امتوں کے لیے عام سمجھا ہے۔“

(شفاء القام: ۸۱، جواہر المصالح: ۶، شواہد الحق: ۶۳)

اور چونکہ یہ عقیدہ ان بدعتوں کے دین میں شریک ہے لہذا ہمارے ساتھ ان کے یہ امام ابن کثیر اور دیگر سلف ائمہ بھی مشرک ٹھہرے۔

۲۔ تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام، سب پہ حرف

✽۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ پانچ چیزیں عطا کیں جو سابقہ نبیوں میں سے کسی کو نہیں ملیں، (اُن میں سے ایک) ”اعطیت الشفاعۃ“ کے مجھے شفاعت دے دی گئی۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ)

اس فرمان مصطفیٰ کریم ﷺ میں موت و حیات کی کوئی قید نہیں، تو جب آپ ﷺ کو شفاعت دے دی گئی، تو پھر آپ سے طلب کرنا شرک کیسے ہو سکتا ہے؟

لطف کی بات ہے کہ آج بھی مسجد نبوی شریف کی دیوار قبلہ پہ جہاں شافع مقرر

ساقی کوثر علیہ السلام کے اسماء مبارکہ لکھے ہوئے ہیں وہاں آپ کا نام ”صاحب الشفاعۃ“،
”شفاعت والے“ بھی لکھا ہوا ہے۔

✽۔۔۔ آپ ﷺ نے نبی صہابی کو جو دعا سکھائی، اس میں یہ الفاظ ہیں: ”اللہم
فسفہ فی“ یعنی اے اللہ! میری اس حاجت کی متعلق اپنے نبی ﷺ کی شفاعت قبول فرما
لے۔

✽۔۔۔ دور عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں بھی اس روایت کے راوی صحابی عثمان بن حنیف
رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو یہی دعا سکھائی، اور آپ سے نداء بالغیب، مافوق الاسباب
نداء کے ساتھ استمداد اور استشفاء کیا۔ (”مساجد میں استغاثہ“ عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)

۔۔۔ نالے حشر و اشفاق مندے نہیں، نالے آکھن کچھ نہیں کر سکتا
ذرا دیکھو عقل بے عقلاں دی، اقرار دی اے انکار دی اے

”باب فاطمہ“ رضی اللہ عنہ: (امام یوسفی پر فتویٰ کفر)

محبوب دو عالم ﷺ کے روضہ (حجرہ) پاک کا آپ کے قدموں کی طرف جو
”باب فاطمہ“ (رضی اللہ عنہا) ہے، اس کو سنہری تالہ لگا ہوا ہے جس پر آج (۲۰۱۰ء) بھی
قصیدہ بردہ کا یہ شعر کندہ ہے: ۔۔۔ هو الحبيب الذي ترجى شفاعته

لکل هول من الاحوال مفتحم

ترجمہ: اے اللہ! وہ جو تیرے محبوب ﷺ ہیں، جن سے شفاعت کی امید کی جاتی
ہے، مصیبتوں اور بلاؤں کے وقت، جو اچانک آپڑتی ہیں۔

یہ شعر قصہ نجدیت پر صواعق محرقہ کی طرح ہے، کیونکہ یہ عقیدہ ان کے دین میں
شرک اکبر سے کم نہیں ہے۔ اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ بعد از وصال آپ ﷺ

سے شفاعت طلب کرنا، یہ عقیدہ حرمین شریفین میں بھی جاری و ساری نہ تھا۔ اور وہاں سے ہی یہ عقیدہ پورے عالم اسلام میں شائع ہوا۔۔۔ ان جیسے اشعار کی وجہ سے نجدی حضرات امام بصری رحمۃ اللہ علیہ کو کافر، گمراہ اور جھوٹا کہا ہے، جن کے عقیدہ مردہ شریف کو پوری دنیا کے مسلمان پڑی عقیدت سے پڑتے ہیں۔ (دیکھیں سعودی اسلام و ایمان، ص ۱۶۲، ۱۶۶، ۱۷۳، محمد بن جمیل زین نجدی، مکتبہ البالیات بانیم الریاض)

ہمارے لیے یہ آسان ہے کہ ہم امام بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسی کسی تکفیر کرنا اور جھوٹا کہنے کی بجائے، ان جیسے کافر، گمراہ اور جھوٹا مان لیں۔

خلق کے دادوں سب کے فریادوں

کہتے رہے: "پاکوں سلام"



باب: ۲۸

رسول اللہ

آیت: "قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْمَلِكُ الْقَدِيمُ لَا يَغْلِبُهُ أَحَدٌ"۔ کہے ہو پورا

دیتے کہ میں اپنی ذات کے لیے (کوئی) طرح و نقصان ۷ احقر نہیں دیکھتا کہ اللہ ہوا ہے۔" (یونس: ۲۹)

کے تحت سعودی مفسر نے لکھا: "جب الفضل الخالقی، سید ازل، محمد بنی اللہ ﷺ

تک کسی کو فتح و نقصان پہنچانے پر قادر نہیں، تو آپ کے بعد کوئی ہستی عاجز و برآں نہ ہو سکتی ہے۔" (خمس: ۱۷۷)

مردہ والی حاجت پوری کی جاتی ہے کون سا اس کا یہ عقیدہ ہے۔

کتابوں میں موجود ہے۔ ("شریعت یا جہالت" ۴۰۱، ۴۰۰، پر یہی کچھ لکھا ہے، اس کتاب پر ذکر یا کا دعویٰ تبلیغی کی تصدیق موجود ہے) اور یہ یہود اور خوارج کا طریقہ استدلال ہے، جو ان نامرادوں کو ورثہ میں ملا ہے۔

یہود کی اسی بری عادت کی مذمت کی گئی: "الکفر منون ببعض الكتاب و نکفرون ببعض"، کہ کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟۔ (بقرہ: ۸۵)

اور خوارجیوں نے صرف "ان الحكم الا لله"، "حکم صرف اللہ کا ہے"۔ (انعام: ۵۷، یوسف: ۶۷، ۴۰) کو دلیل بنا کر حضرت علی شیر خدا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کفر و شرک کا فتویٰ لگایا، لیکن انہیں آیت، "واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل"۔ (نساء: ۵۸) نظر نہ آئی۔۔۔۔ گویا: "بیٹھا بیٹھا ہپ۔۔۔ کڑوا کڑوا تھو!

تو جس طرح کلمہ شریف میں "لا الہ"، الفاظ ہونے کے باوجود بھی، الوہیت خداوندی کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ اس سے غیر اللہ سے الوہیت کی نفی کرنا مقصود ہے۔ اور آگے "الا اللہ" بھی موجود ہے۔۔۔ اسی طرح اس آیت مقدسہ میں بھی، "لا املک لنفسی ضرًا ولا نفعًا" سے رحمت دو عالم ﷺ کی نفع بخشی کی نفی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس سے مقصود کفار کے بطور مذاق و آزمائش مطالبات پر ان سامنے الوہیت اور ذاتی و حقیقی قدرت و اختیار کی نفی کرائی جا رہی ہے: کہ میں اللہ نہیں، رسول اللہ ہوں۔۔۔ میری قدرتیں اللہ تعالیٰ کی چاہت کے تابع ہیں۔ اور ساتھ "الا ما شاء اللہ"، "مگر جو اللہ چاہے" کے الفاظ کی وضاحت بھی موجود ہے۔ اور جیسا کہ مفسرین کرام نے اس کو استثناء متصل مانا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے محبوب کی رضا چاہتا ہے: "ولسوف يعطيك ربك فترضى

”اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ (حنی: ۵)“
اور فرمایا: سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی
ہیں۔ (بقرہ: ۱۴۴)۔ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضا محمد ﷺ

منکرین کی ایسی مت ماری گئی ہے، انہیں عداوت رسول کی شدت بھی یہ بھی
خیال نہیں رہتا، کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے نفع رسائی کی نفی کر کے، حقیقت میں خود کو
کافروں کی صف میں شامل کر کے اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

کیونکہ وہ تو کفار ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ سے کامل نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔
(سباء: ۴۲، لقمان: ۳۳، متحدہ: ۳، مدثر: ۴۸) جیسے خود لکھا: ”اس لحاظ سے آپ ﷺ کی ان
(کافروں) کے حفظ و امان کا سبب تھا۔“ (سورہ تیسیر: ۴۸۸)

مومنوں کو تو قیامت کے دن صدق و سچائی بھی نفع دے گی۔ (المائدہ: ۱۱۰)
اور باپ بیٹے بھی نفع دیں گے۔ (انعام: ۸۱، طور: ۲۱ وغیرہ)
بچہ کے جنازہ پر پڑھی جائے والی دعا میں بھی نفع کا ذکر ہے۔ تمام حقوق بھی
نفع دیتی ہے۔ (بقرہ: ۱۶۳، نمل: ۵، حج: ۲۸، یوسف: ۱۰۰)

نجدی مفسر نے خود لکھا کہ وہ بت ہیں جن سے نفع نہیں: ”میں تمام جنوں اور
معبودوں سے بیزار ہوں۔۔۔ ان کے اہل ربہ قدرت ہی نہیں کہ کسی کو مافوق اسباب کے طریقے سے
نفع یا نقصان پہنچا سکیں۔ (ص: ۲۱۶)

ورنہ ایک ایسا انسان جس کو رسول اللہ ﷺ کے طفیل دنیا میں ایمان کی دولت
نصیب ہوئی ہو، قبر و حشر میں آپ کے صدقے سے چھٹکارہ و نجات حاصل ہوگی، اور
جنت کا استحقاق ٹھہرے گا، کبھی بھی تک عذابوں کی طرح نہیں کہہ سکتا کہ آپ ﷺ کو مشکل

کشائی پر قدرت نہیں یا آپ کسی کو کوئی نفع نہیں دے سکتے۔

اور قرآن پاک نے شفاعت کو نفع فرمایا ہے: ”ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا

لمن اذن له“۔ (سبا: ۲۳)

لہذا آقائے دو عالم ﷺ کی نفع رسانی کا منکر درحقیقت آپ کی شفاعت

اور رسالت کا منکر ہے، جو کہ زندیق ہے۔

اسی لیے، علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۲۳ھ) فرماتے ہیں: ”اللہ

تعالیٰ نے اپنے خزانوں کی چابیاں آپ ﷺ کو عطا کی ہیں، جس نے یہ گمان کیا کہ آپ

عام لوگوں کی طرح ہیں، کسی چیز کے مالک نہیں، آپ سے کوئی نفع نہیں، نہ ظاہری نہ

باطنی تو وہ کافر ہے، اس کے لیے دنیا آخرت میں خسارہ ہے“۔ (تفسیر صاوی: ۱۵۸/۱)

محقق العصر علامہ غلام رسول سعیدی نے اس مقام پر بڑی خوبصورت بات

فرمائی: ”رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی سے کون انکار کر سکتا ہے، کہ انسان محمد رسول اللہ

ﷺ کہے تو جنت کا مستحق ہو جاتا ہے، بلکہ اُس وقت تک کوئی شخص جنت کا مستحق نہیں ہو

گا، جب تک محمد رسول اللہ ﷺ نہ آکر۔

جسکے نام کی نفع رسانی کا یہ عالم ہے، اُنکی ذات کی نفع رسانی کا عالم کیا ہوگا!

اور میں تو یہ کہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی کا انکار کرتا ہے وہ آپ کا نام نہ لے، اور

ہمیں جنت میں جا کر دکھلا دے!“۔ (تبیان القرآن: ۳۶۷/۳)

۔ آج لے اُنکی پناہ آج مدد مانگ اُن سے

پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

تضاد ملاحظہ کریں، کہ کئی جگہ آپ ﷺ کی نفع رسانی تسلیم بھی کی۔ لکھا: ”جو

پڑھا کریں۔ کہ یہ نفع موسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے حاصل ہوا۔

ان لوگوں کی بے دینی و حماقت دیکھیے کہ شیطان مردود کے لیے تو گمراہ کرنے

کی قدرت مانتے ہیں۔ (ملاحظہ کریں، سعودی تفسیر: ۱۷۵۷)

مگر رسول اللہ کے لیے ہدایت دینے کی قدرت نہیں مانتے۔

جیسے دیوبندی نجدی زمین کا محیط علم شیطان کے لیے تو نص سے ثابت شدہ

مانتے ہیں، مگر رسول اللہ ﷺ کے لیے اتنا ہی علم ثابت کرنا، شرک سمجھتے ہیں۔

(مفصّل، براہین قاطعہ: ۵۱)

منکرین پر سوال:

اگر نجدی یہ کہیں ظاہری حیات میں بھی نفع دیتے تھے اور قیامت کو بھی نفع دیں

گے، جبکہ ہماری مراد وصال رسول ﷺ سے لے کر قیامت تک ہے۔ جیسے سعودی مفتی

ابن باز نے لکھا: آپ ﷺ کی زندگی میں بھی آپ سے شفاعت طلب کرنا جائز تھی اور

قیامت کو بھی جائز ہوگی، کیونکہ آپ کی استطاعت میں تھی اور ہوگی، (یعنی اب اس لیے

شرک ہے کہ آپ کی استطاعت میں نہیں)۔

(زیارت مدینہ منورہ، ص ۲۰، زیر اہتمام پریزیڈنسی جنرل، الرياض)

ہم کہتے ہیں: کہ یہ آیت (یونس، ۴۹) تو آپ پر ظاہری حیات طیبہ میں نازل

ہوئی تھی، نہ کہ وصال کے بعد، اور نہ ہی اس میں کسی زمانے کی قید ہے، جبکہ یہ لوگ مطلقاً

آپ ﷺ سے نفع پہنچانے کی قدرت کی نفی کرتے ہیں۔ (ص: ۵۷۸)

اصل میں ان وحابیوں کی شیطانی توحید کی یہی حقیقت و مجبوری ہے کہ کفار و

دشمنان خدا کے متعلقہ آیات کو بنیاد بنا کر اللہ والوں کو بے بس، بے نفع ثابت کرنا، ورنہ

ان کی توحید، شرک کا شکار ہو جاتی ہے۔۔۔ مجھے بتاؤ کسی۔۔۔ اور کافری کیا ہے؟

سچ فرمایا تھا عالم ماکان و مکون نے: "بیتلون کتاب اللہ رطبا لا یجاوز

حنا جرہم"، وہ (گمراہ ٹولہ) کتاب اللہ کی تلاوت سے زبان تر رکھے گا، لیکن قرآن

انکے حلق نے نیچے نہیں اترے گا (یعنی فیضان سے محروم رہیں گے)۔ (بخاری، کتاب التہجد)

۔ مغز قرآن، روح ایمان، جان دین، ہست خست رحمت اللعالمین

صحابہ کرام وصال رسول کریم ﷺ کے بعد بھی آپ کو نفع رساں، حلال کسب،

حاجت روا سمجھتے تھے۔ ("اے نبی یا رسول اللہ"، "فوت شدہ کا وسیلہ"، عنوانات ملاحظہ کریں)

نجدی مردہ مولویوں اور کتابیوں کا نفع رساں ہوتا:

ایک نجدی نے لکھا: "فاضل موقف۔ (کی) اس کوشش کو صحیح مصداق دیں۔"

(حقیقت توحید: ۸)

ایک کتاب کا نام "مفید مجموعہ"، (یعنی فائدہ پہنچانے والا) لکھا۔ (المروی)

ایک جگہ لکھا: "جو (کتابچہ) ائمہ مساجد۔۔۔ سرمد خانہ ان۔۔۔ طالب علم کے لیے،

مفید ثابت ہو"۔ (اہم دروس: ۳، مطالعہ انجمن ارباب مذہب عبدالرحمن بن عبدالعزیز (نجدی)

صالحین کے متعلق تو لکھا: "فوت شدہ واعمال نفع نہیں پہنچا سکتے"۔ (ص: ۷۸)

جبکہ اپنے مفتی کے متعلق لکھا: "شیخ عبدالعزیز بن باز، اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے، اور ان

کے اجر و ثواب کو عظیم بنائے، اور ان کی ذات سے اسلام اور مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔"

(ایضاً، اہم دروس: ۵، عبدالعزیز بن داود القاریہ (نجدی)

اس مفتی کے مرنے کے بعد بھی اس کی تصانیف سے پوری دنیا کی نجدی نفع حاصل کر

رہے، جو کہ اس کی ذات ہی سے نفع ہے۔

تقویۃ الایمان کے متعلق لکھا: ”کہ اللہ تعالیٰ اس کو نافع بنائے۔“ (تقویۃ الایمان: ۵، مکتبہ خلیل)

قاضی شوکانی کی دورنگی، اور عداوت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ ضرر دے سکتا ہے نہ نفع، اگر رسول اللہ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

(بخاری: ۱۵۹۷، مسلم: ۱۲۷۰، ابوداؤد: ۱۸۷۳، ترمذی: ۸۶۰، نسائی: ۲۹۳۷، ابن ماجہ: ۲۹۳۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن حجر اسود اس حال میں آئے گا، کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھ رہا ہوگا، اور اس کی ایک زبان ہوگی جس سے کلام کرے گا، اور یہ ان لوگوں کے حق میں گواہی دے گا جو اس کی حق کے ساتھ تعظیم کریں گے۔

(ترمذی: ۹۶۱، ابن ماجہ: ۲۹۳۳، مسند احمد: ۲۳۷، دارمی: ۱۸۳۶)

قاضی شوکانی نے اپنی تفسیر میں (جو سودی تفسیر کا بنیادی مأخذ ہے)، (یونس: ۴۹) کے

تحت رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی کی مطلقاً نفی کر دی۔ (فتح القدیر: ۶۳۱/۲)

اور دوسری طرف حضرت ابن عباس کی روایت کی وجہ سے ”کہ حجر اسود قیامت

کو نفع دیگا“، حجر اسود کی نفع رسانی ثابت کرنے کے لیے حضرت عمر کے قول کہ ”حجر اسود

تو ایک پتھر ہے، ضرر اور نفع نہیں دے سکتا“، میں بالذات کی قید لگائی، کہ عمر فاروق کا

مقصد یہ تھا کہ حجر اسود بالذاتہ (ذاتی طور پر) نفع اور ضرر نہیں دے سکتا، مگر چونکہ قیامت کو

اللہ چاہے گا، لہذا وہ پھر نفع دے گا۔ (نیل الاوطار: ۶۷: ۱۳۳)

ایک جگہ میت کے لیے ایصالِ ثواب کا، چاہے تلاوتِ قرآن ہو، نفع بخش ہوتا

لکھا۔ (ایضاً: ۹۹/۳)

ہم پوچھتے ہیں، کہ اگر حجرِ اسود قیامت کو اپنی تعظیم کرنے والوں کو نفع دے گا، ایصالِ ثواب نفع بخش ہو سکتا ہے، تو کیا رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر جنت کا حقدار بننا، نفع نہیں ہے؟۔۔۔ کیا قیامت کو آپ کا شفاعت کرنا نفع نہیں؟

یقیناً ہے، تو پھر آپ کے لیے اس آیت میں بالذات کی جی کتنی گلی گائی گئی، اور آپ کی نفع رسانی کا مطلقاً انکار کیوں کیا گیا؟

دال میں کچھ ضرور کالا کالا ہے جس کو قرآن نے: "کَلِمَاتٍ مُّسَوِّمَاتٍ"۔۔۔ ان کے دلوں میں مرض ہے، کہا ہے۔

۔۔۔ اور کیا ہے؟ محبت حبیب کی

جس دل میں یہ سہارا ہے جو خاک و تر کی ہے

اگر دل میں محبوبِ خدا کی عزت و محبت کا کچھ بھی طاق ہو، تو نامِ الٰہیہ کا منہ شوکانی کبھی بھی یہ دور غی اختیار نہ کرتے۔۔۔

میں کہتا ہوں اصل میں معاملہ کچھ اور ہے، اور وہ یہ ہے کہ حجرِ اسود صرف اس کی گواہی دے گا، جو دنیا میں اس کی تعظیم کرے گا۔ اور کیونکہ ان لوگوں نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی تعظیم نہیں کی، بلکہ حتی المقدور بے ادبیاں کرتے رہے، جس سے ان کو یقین ہو گیا ہے کہ اب میں آپ کی شفاعت نصیب نہیں ہو سکتی، جو کہ یقیناً نفع ہے۔

اس وجہ سے یہ منکر کہتے ہیں: "لکھا آپ ﷺ نفع اور ضرر دینے کی قدرت نہیں

رکھتے۔ اور اس سے مراد ”اہلسنت“ نہیں ہوتے، بلکہ صرف ”وہابی“ ہوتے ہیں۔ یعنی اب نجدیوں کو بے ادبیاں کرنے کی وجہ سے آپ ﷺ سے کوئی نفع نہیں پہنچے گا۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے، قیامت میں اگر مان گیا



باب: ۲۹

فوت شدہ بزرگوں کا وسیلہ شیطانی فلسفہ، مشرکوں کا فعل ہے؟

الایۃ: ”وابتغوا الیہ الوسیلہ“ اور اس کی طرف وسیلہ اختیار کرو۔ (مائدہ: ۳۵)

کے تحت لکھا: ”جاہلوں نے اس حقیقی وسیلہ (اعمالِ صالحہ) کو چھوڑ کر قبروں میں مدفون لوگوں کو اپنا وسیلہ سمجھ لیا ہے، جس کی شریعت میں کوئی بنیاد نہیں۔ (مس: ۳۰۰)

مزید لکھا: ”سنت یہ ہے کہ کسی کا وسیلہ اختیار نہ کیا جائے۔“ (مس: ۲۰)

صالحین کے وسیلے کو شیطانی فلسفہ کہا۔ (مس: ۵۶۸)

بزرگوں کے وسیلہ کو مشرکین کا طریقہ کہا۔ (مس: ۱۳۲۵، ۱۲۹۱، ۷۳۶، ۵۶۶)

فوت شدہ صالحین کو بے علم اور بے نفع کہا۔ (مس: ۱۲۲۳، ۱۲۲۲، ۷۳۸)

اللہ تعالیٰ اور قبور صالحین کا مقابلہ کروایا۔ (مس: ۷۳۷)

ایک جگہ لکھا: امت شرک میں پھنسی ہوئی ہے، اللہ کی طرف رجوع کی بجائے، فوت

شدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (مس: ۵۶۹)

لکھا: اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میں نے کسی فوت شدہ بزرگ، ولی یا نبی

کو اختیارات دے رکھے ہیں، تم ان کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرو۔ (مس: ۹۵۷)

نجدیوں کا اہل سنت پر بہتان:

اہلسنت کا موقف یہ ہے، کہ ارکان اسلام، اطاعت خداوندی اور اعمال سے کنارہ کش اور بے پرواہ ہو کر حاجات دنیوی اور نجات اخروی کے لیے، صرف صالحین کے وسیلے کو کافی جان لینا، لائق تحسین نہیں، اور خود کو دھوکے میں رکھنا ہے، بلکہ وہ بندہ قابل سزا ہے۔

لہذا وہابی مولوی غوام کو گمراہ کرنے کے لیے ایک چال چلتے ہیں، کہ اہلسنت خدا تعالیٰ کے قرب، دعا کی قبولیت اور طلب حاجات میں صرف صالحین کے وسیلے کو ضروری سمجھتے ہیں، کہ اسکے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی ناممکن ہے، بلکہ محام کو بے عملی پر اکساتے ہیں۔۔۔ جبکہ یہ اہلسنت پر صریح بہتان ہے۔

محقق العصر علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں: ”جس چیز سے غیر کا قرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔ (صحاح جوہری: ۱۸۴/۵) ایمان، اعمال صالحہ، فرائض کی ادائیگی، اتباع سنت، اور محرمانہ مکروہات سے بچنا، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔

اور جس مرد صالح اور مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک مسلمان گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کا عہد کرتا ہے، جو اس کو مسلسل نیکی کی تلقین کرتا ہے، اور اس کی روحانی تربیت کرتا ہے، اس شیخ کے وسیلہ اور قرب الہی کا ذریعہ ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے؟ شاہ ولی اللہ دہلوی ”قول جمیل“ میں لکھتے ہیں: کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ (”و کونوا مع المرشد“ (توبہ: ۱۱۹) بھی اس مفہوم کی تائید اور اس آیت کی تفسیر کرتی ہے) اور اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں: اہل سلوک اس آیت کو راہ حقیقت کے سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں، اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے

ہیں، اسی بناء پر حقیقی کامیابی اور مجاہدہ سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے، اور اللہ تعالیٰ نے سالکان حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے، اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس راہ کا ملنا شاذ و نادر ہے۔ (صراط مستقیم: ۵۰)۔ (انوار تبیان القرآن: ۱۷۹)

اہلسنت کے ہاں وسیلے کی قسمیں:

ہمارے ہاں وسیلہ کی تین صورتیں ہیں۔ ۱: خدا تعالیٰ کے اسماء و صفات کا وسیلہ
۲: اپنے نیک اعمال کا وسیلہ۔

۳: صالحین کی ذوات کا وسیلہ، عام اس سے کہ وہ ظاہری حیات کیساتھ زندہ ہوں یا فوت شدہ۔ (ملخصاً ”اسلامی عقائد“: ۱۶۹، مترجم علامہ عبدالحکیم شرف قادری)

پہلی دو صورتیں تو منکرین کے ہاں بھی جائز ہیں، انکو جلن صرف تیسری صورت سے ہے۔ لہذا اس نجدی کا یہ لکھنا: ”جاہلوں نے اس حقیقی وسیلے کو چھوڑ کر قبروں میں مدفون لوگوں کا اپنا وسیلہ سمجھ لیا ہے۔“

یہ اہلسنت کی جہالت نہیں، بلکہ خود ان لوگوں کی، مسلک اہلسنت سے جہالت کا ثبوت ہے۔

نجدی شریعت اور محمدی شریعت:

نجدی مفسر نے لکھا: ”فوت شدہ صالحین کے وسیلے کی شریعت میں کوئی بنیاد نہیں۔“

(ص: ۳۰۰)

ہم کہتے ہیں ہاں! شیخ نجدی کے دین میں واقعتاً اسکی کچھ بنیاد نہیں۔

اس مسنون وسیلے کو شیطانی فلسفہ کہنا، خود شیطانی فلسفہ ہے۔۔۔ شرکانہ فعل

کہنا، یہودانہ فکر، بے دینی اور غلو فی الدین ہے۔

یہ لکھنا کہ: "سنت یہ ہے، کہ کسی کا وسیلہ اختیار نہ کیا جائے"۔ (ص: ۳۰)

اسکے متعلق بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ ہاں! شیخ نجدی، قائل المسلمین کی سنت بھی ہے، جبکہ نبی اکرم ﷺ نے خود اپنا وسیلہ اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔

(جس کی "مسجد میں استعاذہ" عنوان کے تحت تفسیر کر دی گئی)

یہ لکھنا کہ: "اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میں نے کسی فوت شدہ بزرگ، ولی یا نبی کو اختیارات دے رکھے ہیں، تم ان کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرو۔" (ص: ۳۱)

ہم کہتے ہیں کہ شیخ اور نبی کہاں فرمائی؟۔۔۔ پھر وصال کے بعد ان کو بے نفع اور بے علم کہنا، ان کی بے ادبی اور درپردہ شقاوت کا انکار ہے۔ یہ سارے بکواسات، منہج صحابہ و تابعین سے انحراف اور اتباع خود نبی ﷺ کے خلاف ہے۔
در شہ۔۔۔ "هلوا به فانكم ان كنتم حقيقين"۔

عمر فاروق کو بدعتی کہنے والوں کا آپ پر بہتان، اور آپ کی پناہ لینا:

اگر ہم ان اندھے مقلدین کا نام نہاد غیر مقلدین سے مطالبہ کریں، کہ جس وسیلے کی تم نے اتنی مذمت کی ہے، مشرکوں کا فعل اور شیطانی فلسفہ قرار دیتے ہو۔ وہ کوئی آیت یا حدیث ہے، جس میں اسکی اتنی شدید برائی اور ممانعت آئی ہے؟۔۔۔ کیوں کہ شریعت تمہاری خواہش و مرضی کا نام نہیں!

لہذا کسی فعل خاص کو شرک و حرام ثابت کرنے کے لیے محض تاویلات رکھ کر اور تو جیحات بعیدہ۔ (جیسے غزوہ کلمہ ص: ۷۱۰) اور گمانِ فاسدہ سے کام نہیں چلا، بلکہ صریح نص کی ضرورت ہوتی ہے، جو اللہ تعالیٰ تم کو بھی پیش نہیں کر سکتے۔
اور پھر طلاقِ ثلاثہ کے مسئلہ میں حدیث کی ضروری کر کے۔

(شریہ بدعاتی ثنائیہ، ج ۱، ص ۲۱۶)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بدعتی اور قرآن و سنت کا مخالف کہنے والوں کو۔

(طریق محمدی، ص ۷۸، ۱۹۱، الاعتقاد الرجیح، ص ۶۲)

(ذاکرنائیک نے بھی عمر فاروق کو بے لفظوں میں قرآن و سنت کا مخالف

ثابت کیا۔ (سی، ڈی)

اور غیر اللہ کی پناہ کو شرک کہنے والوں کو۔ (کشف الغمات، از شیخ نجدی) جب وصال یافتہ بزرگوں کے وسیلے کو شرک کہنے کے لیے کوئی بھی دلیل نہ ملی۔ تو پھر انہیں وصال یافتہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دامن میں ہی پناہ لیتی پڑی۔ اور انہوں نے اپنا یہ عقیدہ فاسدہ عمر فاروق جیسی مقدس ہستی پر تھوپ دیا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ پر یہ بہتان باندھا، کہ آپ رضی اللہ عنہ وصال مصطفیٰ کے بعد آپ ﷺ کا وسیلہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔

لعنة الله على الكاذبين!

مکرمین کہتے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وصال رسول ﷺ کے بعد آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کیا۔ (بخاری، کتاب الاستسقاء) جس سے ثابت ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ اب آپ ﷺ کا وسیلہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔

فوت شدہ بزرگوں کے وسیلے و شفاعت کو شرک کہنے کی کوئی دلیل نہیں:

ہم سے ہر معمول اہلسنت کی خاص ہیئت کے متعلق صریح دلیل کا مطالبہ کرنے والے، ذرا خود ہی انصاف سے کام لیں، کہ اس حدیث شریف میں وہ کون سا لفظ ہے؟ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمر فاروق بعد وفات آپ ﷺ کے وسیلے کو صرف ناجائز ہی نہیں، بلکہ معاذ اللہ! شرک سمجھتے تھے۔ یقیناً کوئی نہیں! تو یہ ان لوگوں کا اپنا گمان باطل

ہے۔ یا پھر اپنے کو اہل حدیث کی بجائے، اہل قیاس کہلوا یا کریں۔

لہذا وہ اپنا دعویٰ سچ ثابت کرنے کو، کوئی ایک صریح نص پیش کریں، جس میں ان کے دعوے کے مطابق کم از کم ایک لفظ ہی ہو۔ (یہی بات وحید الزماں وغیرہ کے حوالے سے آرہی ہے)

۲: اس حدیث پاک میں ”کنا نتمول“ کے الفاظ ہیں، جو ماضی اسمر اور ہے، جو اس فعل کے گزشتہ زمانہ میں ہمیشہ جاری رہنے پر دلالت کرتے ہیں۔ جس کا صاف یہ مطلب بنتا ہے کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات مقدسہ میں اور بعد وصال ﷺ سے لے کر آج تک بھی ہم، صرف تمہارے نبی ﷺ کے وسیلے سے ہی خدا کو رتے آرہے ہیں۔ لیکن آج ہم بالواسطہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تیرے نبی ﷺ کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ تیرے نبی ﷺ کے چچا ہیں۔ لہذا یہ دوسرا وسیلہ ٹھہرا۔ (اشرف علی تھانوی نے بھی یہی شرح کی ہے۔ (شرطیہ ۳۰۲)

مسلب سیدنا فاروق اعظم:

۳: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں، کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس کا وسیلہ پکڑنے کے بعد جو خطبہ دیا۔ فرمایا، ”اے لوگو! حضور نبی کریم ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایسے ہی سمجھتے تھے، جیسے بیٹا باپ کو۔ آپ ﷺ ان کی تعظیم و توقیر کرتے تھے، اور ان کی قسموں کو پورا کرتے تھے: ”فا قتلوا ایہا الناس، ہر رسول اللہ ﷺ فی عہد العباس، و اتخذوہ وسیلۃ الی اللہ لعلہما نزل بہکم۔“

ترجمہ: ”اے لوگو! تم بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرو، اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ، تاکہ وہ تم پر بارش

اس روایت میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خود اپنے مقصد اور عقیدے کی وضاحت فرمادی، کہ وہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا کرنے کی غرض سے حضرت عباس کو وسیلہ ٹھہرا کر ان کی تعظیم کرنا چاہتے تھے، نہ کہ وہ بعد وصال رسول خدا ﷺ کے وسیلے کو وہابیوں کی طرح شرک سمجھتے تھے۔۔۔ ہذا بہتان عظیم!

حافظ ابن عبد البر کی روایت میں، حضرت عمر کے اگلے الفاظ یہ ہیں: ”(اے اللہ!) حضرت عباس کے متعلق اپنے نبی کی رعایت فرما، جیسے تو نے ان دو بچوں کے (خزانے کی) ان کے باپ کی نیکی کی طفیل حفاظت فرمائی“۔ (استیعاب: ۹۹/۳)

منکرین اب تو تعصب اور ضد چھوڑ کر، وضاحت اور اتباع حق کی غرض سے ذرا غور کریں، کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس وسیلہ کی وجہ اور سبب ارشاد فرمادیا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قیرا النبی ﷺ کے پاس
 روتا دیکھا، (جو یقیناً غمگسار عالم ﷺ کو داستان غم سنا رہے تھے)، مگر ان پر شرک کا فتویٰ نہیں
 لگایا۔ (ابن ماجہ: کتاب الفتن، مستدرک للحاکم: ۴۲۷، طبرانی کبیر: ۲۰/۱۵۳)

آپ رضی اللہ عنہ کا یہ دعا مانگا: اے اللہ مجھے اپنے رستے میں شہادت ادا کرنے
نی کے شہر میں مدفن عطاء فرما۔ (بخاری: ۵۰۸۶)

قاضی شوکانی نے کہا: کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ امام
مالک اور اکثر اہل مدینہ کا موقف یہ ہے، کہ (مکہ معظمہ سے) مدینہ منورہ منسلک
ہے۔ (نیل الاوطار: ۹۹/۵)

ایسے ہی جب بوقت وصال پہلے جب تک کہ میں دین ہونے کی ضرورت
صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لی گی تو فرمایا: اس مقام سے زیادہ میرے لیے
جگہ (مدفن کے لیے) اہم نہیں تھی۔ (بخاری: کتاب البراءۃ)

اس سے بھی وضاحت ہوتی ہے کہ آپ بعد وصال بھی مدینہ منورہ
کے وسیلے سے برکت حاصل کرنا چاہتے تھے۔

یہ بھی فاروق اعظم کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ
عنہما جب بھی کہیں سفر کا ارادہ کرتے تو پہلے مدینہ منورہ میں جا کر نوافل پڑھ کر
انور پر حاضر ہو کر یہیں سلام عرض کرتے: **سَلَامٌ عَلَیْكَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ** (ملک: ۱۰۵)
میں ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ قرآن اور پر رکھ کر سلام عرض کرتے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱/۵۵۵)
شفاء: ۵۸۶)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸/۳، مصنف عبد الرزاق: ۵/۶۱۳، سنن کبریٰ: ۱/۵۵۵، طبقات
الکبریٰ لابن سعد: ۱۵۶/۳)

بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی روایت اور حضرت آدم علیہ السلام کا نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کرنے کی حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روایت کرنے سے ملتی
عمر فاروق کے عقیدے کی وضاحت آ رہی ہے۔

وحید الزماں، قاضی شوکانی وغیرہ کا فیصلہ (اجماع امت)

وحید الزماں حیدر آبادی جو کہ غیر مقلدین حضرات کے مجتہد اور مترجم ہیں، فوت شدہ بزرگوں کا وسیلہ اختیار کرنے کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”کہ جب دعائیں غیر اللہ کے وسیلے کا جواز ثابت ہے، تو اسکو زندوں کیساتھ خاص کرنے پر کیا دلیل ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کی تھی، وہ نبی ﷺ کے وسیلے سے ممانعت پر دلیل نہیں، انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے اس لیے دعا کی، تا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو لوگوں کیساتھ دعائیں شریک کریں۔ اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔۔۔۔۔۔ کاش میری عقل ان منکرین (غیر مقلدین، دیوبندی حضرات) کے پاس ہوتی، کہ جب کتاب و سنت کی تصریح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال صالحہ کا وسیلہ جائز ہے، تو صالحین کا وسیلہ (ظاہری حیات اور باطنی حیات میں) بھی، اسی پر قیاس کیا جائے۔

امام حاکم اور امام طبرانی اور امام بیہقی نے ایک حدیث میں حضرت آدم کی اس دعا کو روایت کیا ہے: ”اے اللہ میں تجھ سے بحق محمد ﷺ سوال کرتا ہوں (اسکی مزید وضاحت آگے آرہی ہے)۔

علامہ سبکی نے کہا: کہ آپ ﷺ کا وسیلہ پیش کرنا، مدد طلب کرنا اور شفاعت طلب کرنا مستحسن ہے۔

علامہ قسطلانی نے لکھا ہے: کہ نبی ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر آہ و زاری کرنے کا حقد میں اور متاخرین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا، (گویا کہ

بھی ثابت ہو جائے، تو اس پر بھی ان کو بلا توقف شرک کا فتویٰ لگا دینا چاہیے۔ اور اس کی تصانیف کی اشاعت وغیرہ بھی بند کر دینی چاہیے۔ اور اعلانیہ طور پر اس سے برأت کا اظہار کرو دینا چاہیے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں، کہ یہ لوگ کبھی بھی ایسا نہیں کرتے۔ تو یقیناً یہ انکی منافقت، اہلسنت سے بے جا عداوت، تفرقہ پسندی اور فتنہ بازی ہے۔

اجماع کا مخالف، اور وسیلے کا پہلا منکر کون؟:

ابھی آپ نے وحید الزماں کی زبانی ”علامہ قسطلانی“ کے حوالے سے اس مسئلہ پر اجماع سلف ملاحظہ کر چکے، اور یہ بھی کہ اس اجماع کو توڑنے والا پہلا شخص وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہیں۔ (”ابن تیمیہ کا تعارف“ عنوان ملاحظہ کریں)

فاروقی دور میں صحابی کا قبر رسول پر حاضر ہو کر استغاثہ کرنا: (اجماع صحابہ)
سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانے کے مقصد کی وضاحت، مستدرک للحاکم، اور وحید الزماں کے حوالے سے آپ ابھی ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب مزید ایسی روایت ملاحظہ فرمائیں جس میں، اہلسنت کے موقف کو انتہائی صراحت کیساتھ فاروق اعظم اور باقی صحابہ کرام کی تائید حاصل ہوتی ہے اور آپ کا مسلک بھی واضح ہو جاتا ہے۔

آپ کے وزیر خزانہ مالک الدار راوی ہیں کہ آپ کے دور خلافت میں جب قحط پڑا تو ایک شخص (صحابی بلال بن حارث مرنی رضی اللہ عنہ: فتح الباری) قبر رسول ﷺ پر حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ”استسقی اللہ لامتك فانهم قد هلكوا“، اے

اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لیے بارش طلب کریں، کیوں کہ وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی خواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (طوم طومہ میں سے ایک طوم و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دیتے ہوئے) فرمایا: ہر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، انہیں خوشخبری دو کہ بارش آ رہی ہے۔ اور اس سے کہو کہ ہم سے کام لیا کرو۔ (پہ رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت کے اہل ہر شاہد ہونے کی دلیل ہے)

جب بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا تو (آپ نے) نزہت دیکھی اور نہ ہی شرک کا خونی قہار لگا اور پتے اور کہا: اے میرے عہد میں صرف اسی کام کو ترک کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔ (مسند ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۰۔ مسند ابی حنیفہ ج ۳ ص ۳۸۰۔ کمال فی تاریخ ج ۱ ص ۱۰۰) ابی۔ ج ۳ ص ۳۸۰ میں عمر فاروق نے سند کو گج کہہ دیا۔ ۱۰۰۰ میں کثیر نے بھی لاہوتی کے (روایت) (۱۰۰۰ ج ۳ ص ۳۸۰) حوالے سے ذکر کے اس کو گج فرمایا۔ کتاب تاریخ ج ۱ ص ۳۸۰ میں مساکر نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے ج ۱ ص ۶۰۔ عام مملوک ج ۳ ص ۳۸۰۔ نظام ج ۳ ص ۳۸۰۔ کزامل ج ۳ ص ۳۸۰۔ البحر المستقیم ج ۳ ص ۳۸۰۔ (۱۰۰۰)

امین کثیر اور امین جبریلان دو عظیم محدثین کی گج کے بعد اب نہ کسی ترویج کا بہانہ کی گنجائش ہے اور نہ ہی کسی تفرقہ باز اور بدعتیہ لوگوں کے اعتراض کی کوئی حیثیت ہے۔

۲۔ نیز حافظ امین کثیر نے اپنی سند کیا تھوڑا کر کیا ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (۸۱ ہجری میں) جب عام قحط پڑ گیا، تو حضرت بلال بن حارث کے گھر والوں نے ان سے کہا کہ ہماری ذرا دیا کریں۔۔۔ انہوں نے کہا انہیں کچھ (کونہ) نہیں ہے۔ گھر والوں کے اصرار پر جب انہوں نے ہماری ترویج کیا تو انکی ہڈیاں سرخ

تھیں، (گوشت کا نام بھی نہیں تھا) تو انہوں نے (بے چینی کے عالم میں) پکارا: یا محمد!۔
 خواب میں عزیز و رحیم نبی ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمر کو
 میرا سلام کہو، اور کہنا کہ میرا عہد تمہارے ساتھ پورا ہونے والا ہے، اس کی گرہ سخت
 ہے۔ اے عمر! تم بھکاری سے کام لو، اے عمر! تم بھکاری سے کام لو۔ پھر حضرت
 عمر رضی اللہ عنہ نے نماز استسقاء پڑھی۔ (البدایہ: ۵/۱۶۷، الکامل فی التاريخ: ۲/۱۸۹، المختصر لابن
 الجوزی: ۳/۱۵۷)

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت میں یہ تصریح ہے، کہ خط
 کے ایام میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر، آپ ﷺ کو "باسم
 اللہ" کے الفاظ سے پکارا۔ آپ ﷺ نے انکو بارش کی خوشخبری دی۔ حضرت بلال بن
 حارث رضی اللہ عنہ نے وہاں موجود صحابہ میں، رسول اللہ ﷺ کا پیغام حضرت عمر رضی اللہ
 عنہ کو سنایا، تمام صحابہ نے تائید کی اور اس پر عمل کیا۔

جبکہ سعودی مفسر لکھتا ہے: "امت شرک میں پھنسی ہوئی ہے، کہ مصائب میں اللہ کی
 طرف رجوع کی بجائے فوت شدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں"۔ (ص: ۵۶۹)

مزید لکھا: "اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں فرمایا: کہ میں نے کسی فوت شدہ بزرگ، ولی یا نبی
 کو اختیارات دے رکھے ہیں، تم ان کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرو"۔ (ص: ۹۵۷)

اور لکھا: آج کا مسلمان۔۔۔ سمجھتا ہے کہ مسلمان شرک کس طرح ہو سکتا ہے؟ ان
 شرک مسلمانوں نے شرک کو پتھر کی سورتیوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے، کہ صرف وہی شرک
 ہیں۔ جب کہ یہ نام نہاد مسلمان بھی قبروں پر قبوں کے ساتھ وہی کچھ کرتے ہیں جو پتھر کے پجاری
 اپنی سورتیوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ (ص: ۱۲۳)

صحابہ کرام کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ ہم نے تو یہ بین انہیں سے شکا ہے۔
 ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا، کہ وصال کے بعد رسول اللہ ﷺ سے
 استمداد اور استعاضہ پر تمام صحابہ کا اجماع تھا۔ اور یہ بھی کہ آپ ﷺ صرف جنت میں عر
 زندہ نہیں، جیسے منکرین چکرو دیتے ہیں، بلکہ حقیقی حیات کے ساتھ اپنی قبر میں زندہ
 ہیں۔ اور اپنی امت کے احوال پر مطلع ہیں۔ اسی کو حاضر و ناظر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔
 اس صحیح روایت میں مصائب و آلام میں وفات یافتہ بزرگوں سے استمداد کے جو اہل
 قوی اصل ہے۔

بعد وصال مصطفیٰ ﷺ پر یتیموں اور مشکلات میں آپ ﷺ کے ہر وقت
 پر حاضر ہو کر، یاد اور سے آپ ﷺ کو پوچھتے کے متعلق صحابہ کرام کے یہاں اسے لوگوں کے
 متعدد واقعات ہیں۔ بقول امام محمد بن موسیٰ الحراشی (۱۸۲ھ) اگر اس قسم کے واقعات
 جمع کیے جائیں تو ان کا احاطہ کرنے میں قلمیں کس جائیں گی۔ عداوتیں شک ہو جائیں
 گی، رجسٹر اور کتابیاں ختم ہو جائیں گی۔ (تصحیح نظام اردو: ۱۳۳)

جن سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس عقیدے اور طریقے کا صحابہ کرام سے لے آج
 تک مسلمانوں میں عام رواج اور اتفاق ہے۔ ایک بڑا رقت انگیز اور مجاہد سوز واقعہ
 ملاحظہ کریں۔ ایک دن گورنر مدینہ مروان، قبر النبی ﷺ پر آیا، اور دیکھا کہ ایک شخص اپنا
 چہرہ روضہ مقدسہ پر رکھے ہوئے ہے، مروان نے اس شخص سے کہا، تمہیں کچھ معلوم بھی
 ہے یہ کیا کر رہا ہے؟

جب اس آدمی نے چہرہ اٹھا کر دیکھا تو وہ کوئی عام آدمی نہیں تھا، بلکہ یہ زبان
 رسول ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: "جنت رسول"

اللہ ﷻ ولیم ایت الحجر (ولا العنبر)؛ ”میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا ہوں کسی پتھر، یا کسی بے جان چیز کے پاس تو نہیں آیا!“۔ (متدرک ۵۱۵/۳، مسند احمد ۳۲۲/۵۔ مجمع الزوائد ۵/۳۔ اس روایت کو امام حاکم اور امام ذہبی نے صحیح کہا۔ جبکہ حافظ ہاشمی نے کہا: کہ اسے کسی نے بھی ضعیف قرار نہیں دیا)

سعودی تفسیر کی عبارت پھر ملاحظہ کریں: ”امت کے شرک میں پھنسے ہوئے ہیں اللہ کی طرف رجوع کی بجائے، فوت شدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔“ (ص: ۵۶۹)

تو کیا صحابہ کرام بھی شرک میں پھنسے ہوئے تھے؟ استغفر اللہ! یہ بے ادب اور گستاخ لوگ قبر النبی ﷺ اور دیگر صالحین کی قبور سے برکت حاصل کرنے کو شرک و عبادت، اور قبور صالحین کو ”بت“ یعنی پتھر کی مانند، اور زائرین کو پجاری کہتے ہیں۔

ایک نجدی لکھتا ہے: ”آج کے دور میں کچھ دوسرے بت بھی سامنے آگئے ہیں، جنہیں عموماً قبر، مزار، مشہد، دربار اور درگاہ وغیرہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔۔۔۔۔“ (اسلام میں شفاعت کا مفہوم: ۱۳۶، دعوة وارشاد الریاض)

یہ وہابیوں کی کذب بیانی ہے کہ صحابہ کرام نے کبھی بھی قبر الرسول ﷺ پر حاضر ہو کر آپ سے توسل و استمداد نہیں کی۔ (ایضاً: ۱۳۹، ھتیب توحید: ۶۰)

ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھا: ”شفاعت طلب کرنے کے لیے، کسی قبر کا قصد کرنا، عبادت و شرک ہے۔“ (اسلام میں شفاعت کا مفہوم ملخصاً: ۱۵۳، مجموع الفتاویٰ ۴/۱۲۱)

صحابہ کرام کے بعد بھی مسلمانوں کا معمول تھا، کہ وہ جب مغموم و پریشان ہوتے، تو عزیز و حریص ﷺ کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر آپ کو درد غم سنا کر دل کو تسکین

دے لیتے۔ اور اس دور میں شرک کی تہمت لگانے والی اس خارجی پارٹی کا نام دشمنان تک بھی نہ تھا۔

حضرت محمد بن منکدر جو تابعی ہیں اور امام مالک اور امام اعظم رضی اللہ عنہم جیسی شخصیات کے استاذ ہیں۔ وہ روضہ رسول پر چہرہ رکھ لیتے۔ جب وجہ پوچھی گئی، تو فرمایا: جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے: "استنعت بقبر النبی" تو میں قبر رسول ﷺ سے مشکل کشائی چاہتا ہوں۔ (سیر اعلام النبلاء، مللذہبی: ۱۵۹/۶، بیروت)

امام القراء امام ابو بکر بن المقرئ فرماتے ہیں: کہ میں امام طبرانی اور ابو الشیخ رضی اللہ عنہم سے نبی کریم ﷺ کے دربار انور پر حاضر ہو کر بھوک کی شکایت کی، آپ ایک علوی کو خواب میں اور کہا میرے مہمانوں کی تواضع کرو۔

(ایضاً: ۱۶/۳۰۰، طبقات الشافعیہ الکبریٰ: ۳۱۳/۳، تاج الدین کی)

حنسب بغدادی نے جید سند کے ساتھ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مشہور قول نقل کیا ہے: "عراق میں قیام کے دنوں جب بھی کوئی مشکل آتی، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضر ہو کر آپ کے وسیلے سے دعاء کرتا تو مشکل حل ہو جاتی۔ (تاریخ: ۱/۱۲۳)

ثمرتہ کے قاضی نے ایک صالح کے مشورے سے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر حاضری ہو کر ان کے وسیلے سے بارش مانگی، تو فوراً بارش برس پڑی۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ ۳۴۲/۱۔ ارشاد الساری: ۱/۶۷)

شارع بخاری علامہ بدرالدین عینی (۸۵۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قسطنطنیہ کی سرحد پر ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر ہے، قحط میں اہل روم اس قبر پر بارش کے لیے دعا کرتے ہیں۔ (عمدة القاری: ۱۳/۱۹۸)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے متعلق کہتے ہیں: ”معلوم الی الیوم معظم یستسقون بہ، فیسقون“، ”آج تک ان کی قبر مشہور و باقی ہے (چونکہ اس وقت قبریں مٹانے والی نجدی کہنی ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی) اور اس کی تعظیم بھی کی جاتی ہے، اور قحط میں جب ان کے وسیلے سے بارش مانگی جاتی ہے، تو بارش برس پڑتی ہے“۔ (الاستعاب، اوسط الغابہ: ۱/۶۵۳، ابن اثیر جزری، م ۶۳۰ھ)

یہ ہے وہ دین جو صحابہ سے تابعین نے ان سے ساری امت نے سمجھا ہے، مگر یہ سب کچھ شیخ نجدی کے دین میں شرک اکبر ہے۔ ہمارے لیے پوری امت کو شرک ماننے سے، ان مٹھی بھر نجدیوں کو گمراہ و بے دین مان لینا آسان ہے۔

ایک درو مند بن مصلح کا حسین انداز:

حضرت محمد بن اسحاق ثقفی فرماتے ہیں: میں نے ابواسحاق قرشی کو بیان کرتے سنا: کہ یہاں مدینہ پاک میں ایک آدمی تھا، جب بھی وہ کوئی ایسی برائی دیکھتا جسے وہ اپنے ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہ رکھتا تھا، ”انسی القبر“، تو وہ حریص نبی ﷺ کی قبر انور کے پاس آتا، اور یوں عرض کرتا:

اے قبر النبی و صاحبہ الا یا غوثنا لو تعلمونا

”اے صاحب قبر!، اور آپ کے دونوں رفقاء!، اور اے ہمارے ”فریاد رس“ کاش آپ ہماری حالت زار پر نظر کرم فرمائیں“۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۳/۴۹۵، حاشیہ مصباح الفلاح اردو: ۱۳۳)۔ (مزید روایات، ”مسجد میں استغاثہ“، ”شفاعت“ اور ”اغثنی یا رسول اللہ“ کے عنوانات کے تحت ملاحظہ کریں)

نجدی پانچ نمازیں پڑھ کر بھی مشرک کیوں نہیں؟

اللہ تعالیٰ نے تو نبی کریم ﷺ کو شب معراج پچاس (۵۰) نمازیں عطا فرمائیں تھیں۔ پھر اپنی حکمت کاملہ سے ایک وصال یافتہ نبی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے پینتالیس (۱۵) معاف کر دیں، اور پانچ (۵) باقی رہے۔

(بخاری: کتاب الصلاۃ: ۲۲۹، مسلم: ۱۶۳، نسائی: ۱۳۹۹)

چونکہ ان نجدیوں کے دین میں فوت شدہ کا وسیلہ اور لہذا و شرک اکبر ہے۔

جیسے یہ بھی لکھا: ”فوت شدہ اہل بیت میں پہنچا سکتے“۔ (ص: ۷۸)

لہذا یہ لوگ پانچ نمازیں پڑھ کر مشرک اظہرے، تجدید ایمان و نکاح کریں۔
پچاس نمازیں پڑھا کر پکے توحیدی ہونے کا مظاہرہ کریں۔

ایک ہی دن میں چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا! انشاء اللہ!

یا پھر فوت شدہ کا وسیلہ اور لہذا و شرک اکبر میں توحید کو تسلیم کریں۔

اگر کہیں کہ یہ مجھ سے منسوب ہے تو ہم کہتی ہیں، کہ کیا مجزہ کی صورت میں شرک

توحید بن جاتا ہے؟۔۔۔ دلیل پیش کریں؟

امام علی رضا کے مزار سے استعانت:

ابو محمد بن موسیٰ کہتے ہیں: امام بخاری کے استاد امام احمد بن محمد بن

حذیفہ رحمۃ اللہ علیہما نے اہل بیت کے آٹھویں امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مزار پر

محمد بن ابی بکر کی ایک پوری جماعت کے ساتھ حاضری دی، اور ہم نے آپ کو قبر انور کی نص

قدر تعظیم کرتے اور عاجزی کرتے دیکھا کہ ہم حیران رہ گئے۔ (تہذیب احمد: ۶۵۶/۳)

امام محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی قبر کی

بہت دفعہ زیارت کی، طوس میں قیام کے وقت مجھ پر جب بھی کوئی مشکل پیش آتی، میں امام علی رضا کی قبر کی حاضری دیتا، اور دعا کرتا، میری دعا قبول ہو جاتی اور مشکل حل ہو جاتی۔ اور میں نے اس کا بارہا مرتبہ تجربہ کیا ہے، اور ہر بار مشکل حل ہو جاتی۔

(کتاب اشقات: ۳۲۶/۵)

دیوبندیوں کے مجدد اور حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے بھی، ”جمال الاولیاء، ارواح ثلاثہ، امداد المشتاق“، میں اس قسم کے کئی واقعات لکھے ہیں۔ جن میں سے صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجرہ کی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے حضرت (شاہ جی نور محمد) کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا: کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے؟

(قبر شریف سے) حکم ہوا، کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقرر یہیں قبر سے ملا کرتا ہے۔ (امداد المشتاق: ۱۲۳)

(”دہائیوں کے اکابرین کے تعارفات“ عنوان بھی ملاحظہ کریں)

آدم علیہ السلام، وسیلہ مصطفیٰ ﷺ اور سیدنا عمر فاروق:

نجدی مفسر نے لکھا: ”حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ مصطفیٰ ﷺ اختیار کے متعلق روایت بے سند، موضوع اور قرآن اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقے کے خلاف ہے، اور انبیاء نے کبھی کسی کا وسیلہ اختیار نہیں کیا۔ (خص ص: ۲۰)

اس روایت کو بے سند، موضوع، قرآن اور خدا تعالیٰ کے بتلائے ہوئے

طریقے کے خلاف کہنا، خود باطل، مردود، بے سند، موضوع اور خدا تعالیٰ پر بہتان و حابیہ، کذابہ ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطا ہوگئی، تو انہوں نے کہا: اے رب! میں تجھ سے بہت پیار میں تھا تو سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد ﷺ کو کیسے جانا، حالانکہ میں نے ابھی اُنکو پیدا نہیں کیا؟

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے رب! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا، اور تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی تو میں نے سرائشا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے، وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے آدم! تو نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور کیوں کہ تم نے اُنکے وسیلے سے سوال کیا ہے۔ اس لیے میں نے تم کو بخش دیا، کہ اگر محمد ﷺ کو پیدا نہ کرنا ہوتا، تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ (دلائل النبوة: ۴۸۹/۵)

امام ذہبی نے اس حدیث کو موضوع لکھا۔ (مختصر المسند رک: ۶/۱۵۷) مگر یہ صحیح نہیں، (مکرین کو تو بہانہ چاہیے) کیونکہ اس کی سند میں کوئی وضاع راوی نہیں، اور امام ذہبی نے اس کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں دی۔ اسی لیے امام بیہقی نے دلائل النبوة میں، اور ابن کثیر نے البدایہ اور قصص الانبیاء میں اس راوی کو ضعیف کہا ہے۔ کہ اس میں ایک راوی عبدالرحمن بن زید بن اسلم

ہے، جو ضعیف ہے۔ امام ذہبی نے خود بھی اسے ضعیف ہی لکھا ہے، وضاع نہیں قرار دیا۔ اور فضائل میں ضعیف احادیث کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور قوی دلیل یہ ہے کہ امام الوہابیہ ابن تیمیہ نے اس حدیث سے وسیلہ کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۵۱/۲)

ہر چند کہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کو کئی ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن بعض ائمہ حدیث نے اس کی تعدیل اور تحسین بھی کی ہے۔ حافظ جمال الدین یوسف مزی اس کے متعلق لکھتے ہیں: امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی احادیث سے استدلال کیا ہے۔ امام ابو حاتم کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم، ابن ابی الرجال سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور ابو احمد بن عدی نے کہا: اس کی احادیث حسن ہیں، لوگوں نے ان کو حاصل کیا ہے۔ اور بعض نے اس کو صادق قرار دیا ہے۔ اور ان راویوں میں سے ہے جن کی احادیث لکھی جاتی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (تہذیب الکمال: ۱۱/۱۹۶، تہذیب

التہذیب: ۶/۱۶۲)

نیز امام جوزی نے الوفاء میں اس حدیث کو جس سند سے ذکر کیا ہے، اس میں یہ مذکورہ بالا راوی نہیں ہے۔ ابن تیمیہ نے بھی اسی سند کے ساتھ اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ لہذا اس راوی کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے، وہ اعتراض اصلاً ساقط ہو گیا۔

ابن تیمیہ نے بھی ان دونوں (دوسری آگے آرہی ہے) حدیثوں کو روایت کیا۔۔۔ اور لکھا: کہ یہ دونوں حدیثیں احادیث صحیحہ کی تفسیر کے درجہ میں ہیں۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲/۹۶)

لیکن ابن تیمیہ کے پیرو اور مقلد کہتے ہیں: "حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ مصطفیٰ ﷺ اختیار کے متعلق روایت بے سند، موضوع اور قرآن اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقے کے خلاف ہے، اور انبیاء نے کبھی کسی کا وسیلہ اختیار نہیں کیا۔ (مفہوم، ص ۲۰)۔ (مزید بہم اوسط ۲۵۹، بہم الحنفیہ، ج ۲/۸۲۔ مستدرک للحاکم ۲/۶۷۲۔ مزید تخریج اور شواہد کے لیے "رفع المنارۃ" از شیخ محمد سعید محمود ص ۱۹۵، الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ، ص ۳۳، الاستماع للاسماع، ۱۸۷۳، امام مقریزی، بیل الہدی

والرشاد ۸۶، امام صاحبی مجمع الزوائد: ۲۵۳/۸، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۶، المواہب اللدنیہ، مع الزرقانی، ج ۱، ص (۳۳)

امام محمد بن موسیٰ المرائشی فرماتے: کہ امام شرف قدی اور امام کی وغیرہ مانے بھی آدم علیہ السلام کی بھی دعا ذکر کی ہے۔ قاضی میاض مالکی فرماتے ہیں: کہ جن علماء نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "فخلقنا ادم من دہ کلمات" کی تاویل کی ہے، اس کی بھی تاویل ہے۔۔۔ پھر تھوڑا آگے چل کے امام ابن موسیٰ نے اپنا، (ابوالحسن علی بن ہریرہ بن علی، اور امام زکی الدین عبدالعظیم بن ابی الاسود) کا لکھا ہوا قصیدہ نقل کیا، جس میں اسی روایت کے مضمون کو اشعار میں بیان کیا گیا ہے، کہ صرف آدم علیہ السلام کو ہی نہیں، بلکہ تمام انبیاء کرام کو امتحانات میں باعث تخلیق کائنات کے واسطے سے اللہ تعالیٰ نے امتحان حاصل ہوئیں۔ (مصباح القلام، اردو)

ناصر الدین البانی (غیر مقلد) نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (حول: ۱۰۶) امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: اور صحیح الاسناد لکھا ہے۔ (مستدرک علی حاکم: ۷۵۷)

علامہ خفاجی نے بھی (شرح الخفاء، میں بحوالہ حاکم)، صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اشرف علی تھانوی دیوبندی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ (نثر الطیب: ۱۱)

وحید الزماں حیدر آبادی غیر مقلد نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کے رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ اختیار کرنے کا بطور دلیل ذکر کیا ہے۔ (بدیع الہدی: ۴)

امام حاکم نیشاپوری نے لیک اور حدیث اسی مضمون کے مطابق روایت کی ہے

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی: اے عیسیٰ! محمد ﷺ پر ایمان لاؤ، اور جو تمہاری امت میں سے انکا زمانہ پائے، اُسکو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دو۔ کیوں کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا۔ اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو جنت اور دوزخ کو بھی پیدا نہ کرتا۔ اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو طے لگا، پھر میں نے اُس پر: ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ لکھا، تو وہ ساکن ہو گیا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، مگر امام بخاری و مسلم نے اُسکو روایت نہیں کیا۔ (المستدرک: ۶۱۵/۳)

علامہ زرقانی اسکی شرح میں امام حاکم اور ابوالشیخ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ الصدر روایت بیان کی ہے۔ اور لکھتے ہیں: امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ سبکی نے شفاء السقام اور علامہ بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں، اس تصحیح کی تائید کی ہے۔ اور کہا ہے: کہ اس قسم کی بات اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی، اسلیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔

اور امام ویلیسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے: کہ میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ النار کو۔ (شرح المواہب اللدنیہ، ج ۱ ص ۴۴)۔ (تفصیل ”تبیان القرآن“ ۲۹۷- ”پکارو یا رسول اللہ!“، مترجم علامہ شرف قادری، کا مطالعہ کریں)

مفسرین کرام کی تصریح:

صاحب تفسیر روح المعانی، صاحب تفسیر عزیزی اور صاحب تفسیر درمنثور نے آیت، ”فخلقنا آدم من ربہ کلمت فتاب علیہ“، (بقرہ: ۳۷) کے تحت لکھا ہے: کہ جب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کلمے کا اطلاق ہوا (النساء: ۱۷۱)، تو جو روح اعظم اور حبیب اکرم ہیں، اُن پر کلمات کا اطلاق کیا جانا چاہیے، کیوں کہ تمام انبیائے کرام اسی نورِ اعظم کے انوار اور اسی باغ کے پھول ہیں۔

ابھی قاضی عیاض مالکی کا قول گزر چکا ”کہ مفسرین کی یہ تاویل صحیح ہے۔“
اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اس روایت کو محبتِ مصطفیٰ ﷺ سے خالی سینوں کا بے سند اور موضوع اور قرآن کے خلاف کہنا، بدعتِ قیدی اور بغضِ مصطفیٰ ﷺ کی انتہا کی علامت ہے۔

اور علماء اسلام کا اس روایت کو ذکر کرنا، خوش عقیدگی اور حبِ مصطفیٰ ﷺ کی علامت ہے۔ اور کیا یہ سارے ائمہ اسلام، قرآنی تعلیم سے نا آشنا اور چائل تھے؟
مغز قرآن، روح ایمان، جانِ دین ہست حبِ رحمۃ العالمین
یہود کا، ہمارے نبی کے وسیلے سے دعاء کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور وہ اس سے پہلے (اس نبی کے وسیلہ سے) کفار کے خلاف فتح کی دعائیں کرتے تھے۔ (بقرہ: ۸۹)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودی، اوس اور خزرج کے خلاف جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلے سے فتح طلب کرنے کی دعاء کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب میں مبعوث کر دیا تو جو کچھ وہ آپ کے متعلق کہتے تھے، اس کا انہوں نے انکار کر دیا۔ ایک دن حضرت معاذ بن جبل اور بشر بن البراء بن معرور نے

ان سے کہا: اے یہودیو! اللہ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ۔ جب ہم مشرک تھے تو تم ہمارے خلاف سیدنا حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعاء کرتے تھے۔ اور تم ہم کو خبر دیتے تھے کہ وہ نبی ﷺ مبعوث ہونے والے ہیں۔ اور تم اس نبی ﷺ کی وہی صفات بیان کرتے تھے، جو آپ ﷺ میں موجود ہیں۔ اس کے جواب میں بنو نضیر کے سلام بن مشکم نے کہا: وہ کوئی ایسی چیز لے کر نہیں آئے جس کو ہم پہچانتے ہوں۔ اور یہ وہ نبی نہیں جن کا ہم تم سے ذکر کیا کرتے تھے۔ (جامع البیان ۱/۳۲۵، تفسیر ابن کثیر، زیر آیت، تفسیر کبیر ۳۰۰/۳، تفسیر کشاف ۱/۲۹۶، روح المعانی: ۱/۲۹۸، روح البیان: ۱/۱۷۹، الدر المنثور: ۱/۸۸)

حافظ سیوطی نے امام ابو نعیم کی دلائل النبوة کے حوالے سے یہی روایت نقل کی، جس میں یہودی کی دعا کا بھی ذکر ہے۔ ”اے اللہ! ہم نبی امی ﷺ کے وسیلے سے تجھ سے نصرت طلب کرتے ہیں، تو ہماری مدد فرما۔ تو ان کی مدد کی جاتی“۔ (الدر المنثور، ۱/۸۸)

علامہ محمود آلوسی نے یہ الفاظ نقل کیے: ”اللھم انا نسئلك بحق نبيك الخ“۔ (روح المعانی: ۱/۲۹۸)

یہ بھی خیال رہے کہ عالم ارواح اور عالم برزخ کے حالات میں کافی مناسبت ہے۔ جیسے ارشاد ہوا: ”وکتتم امواتاً فاحیا کم ۛ ثم یمیتکم ثم یحییکم“۔ (بقرہ: ۲۸)

اس آیت میں عالم ارواح کی حالت کو بھی ”موت“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لہذا اگر مصطفیٰ کریم ﷺ کے عالم ارواح میں ہوتے ہوئے، آپ کا وسیلہ جائز تھا، تو عالم برزخ میں تشریف فرما ہوتے ہوئے کیونکر ناجائز ہو سکتا ہے۔

وہابیوں جیسی بے تمیز قوم سے یہ بھی توقع ہے، وہ کہ دیں کہ پھر تو تم لوگ یہودیوں کی سنت ادا کرتے ہو۔ جیسے میلاد شریف کو حدیث ٹویبہ (بخاری، کتاب النکاح) کی

وجہ سے، سنت بولہبی کہتے ہیں۔ معاذ اللہ۔

قارئین! بتائیں کہ کیا یہ کہنا غلو اور افتراء علی اللہ نہیں ہے، کہ ویلے سے دعا کرنا قرآن کے خلاف ہے؟

بنی اسرائیل کے گنہگار کا مشہور واقعہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے۔ جس نے تورات میں نام محمد ﷺ لکھ کر ادباً اور محسناً چوم لیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے سو سالہ گناہ معاف کر دیے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا، کہ اس کی تجہیز و تکفین کریں۔ (الحاوی للفتاویٰ، للسیوطی)

”بحق فلان“ دعا کرنا، (تضاد و بدعت و ہابیہ)

سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: ”رسول اللہ ﷺ سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں، جو کسی بھی مخلوق کے حق یا منزلت سے توسل کے جواز یا اس کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہو (حدیث پاک آرہی ہے)۔ لہذا کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایسا توسل اختراع کرے جو اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں کیا۔۔۔ جو بدعات لوگوں نے پیدا کر رکھیں ہیں، ان سے بچیں،۔۔۔ محبت رسول ﷺ سے توسل کرنا جائز ہے۔“

(فتاویٰ ابن باز، ص ۳۹، دار السلام الریاض)

اسی ابن باز نے لکھا: کسی کی طفیل، مقام و مرتبہ اور جاہ و منزلت سے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا، بدعت، انتہائی ناجائز و برا فعل ہے۔ (ملخصاً، زیارت مدینہ منورہ: ۴۶، از ابن باز، الریاض)

صالح بن فوزان سعودی نجدی لکھتا ہے: ”ناجائز وسیلہ یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کی ذات، یا عظمت، یا حق کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا۔۔۔ قطع نظر اس

سے کہ جس کے واسطے سے سوال کیا جا رہا ہو، وہ زندہ ہو یا مردہ۔ اس طرح سوال کرنا بدعت، حرام اور شرک کے وسیلوں میں سے ایک وسیلہ ہے۔ (حقیقۃ توحید: ۵۶، ۵۵، ۴۸)

دوسری طرف ان کے اماموں اور اکابرین کی بھی سن لیں، اور ان کی بے اصولی اور تضاد ملاحظہ کریں۔۔۔ ابن تیمیہ اور قاضی شوکانی نے لکھا: کہ صالحین کی حرمت اور وجاہت کے وسیلے سے دعا کرنا جائز ہے۔ (ملخصاً، فتاویٰ ابن تیمیہ: ۴۱۱/۱، تحتہ الذاکرین: ۶۹)

ہندوستان میں تفرقہ بازی کی بنیاد بننے والی پہلی کتاب: ”تقویۃ الایمان“، از اسماعیل دہلوی۔ (مطبع مکتبہ نائل دہلی، ۱۳۳۱ھ، ۱۹۲۰ء) کے آخری ورق (ص: ۴۲۳) پر، چھپی ہوئی لکھنؤ کا آخری شعر اس طرح ہے:

۔۔۔ للہی بحق، رسول کریم ﷺ گناہوں سے ہو پاک، عبدالرحیم

اس کتاب کو نام نہاد اہل حدیثوں نے شائع کیا ہے، نائل پر لکھا ہوا ہے۔

(حسب فرمائش شیخ حافظ حمید اللہ صاحب، فنائٹل سیکریٹری الہمدیٹ کانفرنس دہلی، ”اور حقوق الوالدین

تصنیف: نواب مدتی حسن“)

اب نا جانے یہ وہابی حضرات اپنے ان بڑوں کو بھی ہماری طرح ہی ”مشرک و بدعتی“ کہیں گے۔ یاد دہری شریعت اور پالیسی کا سہارا لے کر، صالحین کی حرمت کے منکرین، اپنے مولویوں کی حرمت کو بچانے کے لیے اپنا مخصوص ڈائیلاگ بولیں گے:

”کہ یہ ان کا اپنا موقف اور اجتہاد ہے، ہم تو غیر مقلد ہیں، ہمارے لیے کسی عالم کا قول حجت نہیں“، وغیرہ وغیرہ۔

اور وہی خاص موقع ہوتا ہے، جب ان کو اپنے ہی آئینے میں اپنی اصلی تصویر نظر آرہی ہوتی ہے، اس وقت مزید ”دبانہ“ چاہیے: کہ اپنے اس بڑے پر بھی وہی

”شُرک و بدعت“ کا فتویٰ لگاؤ، جو ہمارے لیے گھڑا ہوا ہے۔ لیکن یہ آزمائی ہوئی بات ہے، کہ مرتے مرجائیں گے، مگر اپنے کسی گرو پر کبھی فتویٰ نہیں لگائیں گے۔

یہی ان کی دورخی، دوغلا پالیسی اور منافقت ہے، جس سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے۔ جبکہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ اور باقی افراد ”اہلسنت“ کے لیے ان کے ہاں کوئی ریایت و گنجائش نہیں، فوراً مشرک و بدعتی کہہ دیتے ہیں۔

۔ ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام، و قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

بحق فلاں، اور احادیث مبارکہ:

۱: ابھی آدم علیہ السلام کی دعا گزری جس میں ”بحق نیک“ کے الفاظ ہیں۔

۲: آگے خود نبی اکرم ﷺ کی دعا آ رہی ہے، جو آپ ﷺ نے مولا علی رضی اللہ

عزہ کی والدہ محترمہ کی قبر میں لیٹ کر مانگی تھی، جس میں ”بحق نیک“ کے الفاظ ہیں۔

۳: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز کے ارادے سے اپنے گھر سے چلے

، اور یہ دعائے ”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ السَّالِیْنِ عَلَیْکَ، وَاَسْئَلُکَ بِحَقِّ مَمْشَی

هٰذَا الْخ“،

ترجمہ: ”اے اللہ! میں تجھ سے تیرے سائلین کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں،

اور (نماز کی طرف اٹھنے والے) قدموں کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں“۔۔۔۔۔ تو

اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کی مغفرت کی دعا کرتے

ہیں۔ (ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعت، مسند احمد ۲/۳، مسند ابن الجعد، ۲۹۹/۱، مصنف ابن ابی شیبہ

۲۵۶، محل الیوم واللیلہ، ۳۰۱، الترغیب والترہیب، ۱۳۵/۱، زاد المعاد: ۱۶/۲، ابن قیم)

ان احادیث میں بصراحت ”حق“ کے لفظ کے ساتھ وسیلہ پکڑا گیا ہے، جو کہ آپ ﷺ کی سنت مبارکہ ٹھہری۔ مگر شیخ نجدی کی ”توحید و سنت“ کے ٹھیکے دار، نجدی مولوی اس کو بھی بدعت اور شرک کا ذریعہ اور خلاف شرع کہتے ہیں۔ جس سے یہ یقین ہوتا ہے، کہ یہ لوگ خود کو امتی نہیں بلکہ شارع (پیغمبر) سمجھتے ہیں۔

یہ بھی واضح ہوا کہ شریعت محمدیہ ﷺ میں اور شیخ نجدی کی شریعت و ذہنیت میں کتنا فرق اور دوری ہے، کہ جو چیز شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت اور سنت ہے، اس کو یہ لوگ بدعت اور شرک گردانتے ہیں۔

۔ تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام، سب پہ حرف!

دوم: اس روایت میں، بغیر ”حیات و ممات“ کی کسی قید کے، ”سائلین خدا“ کا وسیلہ اختیار کرنے کا ذکر ہے، صالحین کرام کا بعد وفات بھی اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات و سوال کرنا ثابت ہے، جیسے آیت: ”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا الْخ“۔ (سورۃ النساء: ۶۴، مزید: آل عمران: ۱۶۹، ۱۷۰، یسین: ۲۶، ۲۷)

حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ عنہ کا روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہونے والی روایت، جو ابھی گزری ہے، دوبارہ ملاحظہ فرمائیں، اس میں بھی آپ ﷺ کا بعد وصال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنا مذکور ہے۔ امام عقی کی روایت، جس میں اعرابی نے آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کیا، اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی شفاعت کرنا مذکور ہے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کا بعد وصال، اپنی امت کے احوال کو ملاحظہ فرمانا، برے اعمال دیکھ کر اللہ پاک کی بارگاہ میں امت کے لیے شفاعت و استغفار کرنا۔ (الطبقات

الکبریٰ ۱۹۳۲، البدایہ ۲۵۷۳، مسند احمد: ۳۶۶، الطالب العالیہ ۲۲۳، کنز العمال ۴۰۷، الجامع الصغیر، ۵۸۲، مسند ابی ار: ۸۳۵، حافظ ہاشمی نے کہا کہ مسند ابی ار کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ۲۳۹ (۲۳۹)

حدیث قدسی: ”و ان سالسی، لا عطینہ“ اگر وہ (خدا کا محبوب بندہ) مجھ سے

سوال کرے تو میں اسے ضرور عطاء کرتا ہوں۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب تواضع)

تو کیا بعد وصال محبوبان خدا سے ولایت و محبوبیت سلب کر لی جاتی ہے؟

عام فوت شدہ رشتہ داروں کے سامنے بھی زندہ رشتہ داروں کے اعمال بھی

پیش کیے جاتے ہیں، جس پر وہ بھی زندوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر: روم، ۵۲، وغیرہ)

رسول اللہ کا خود اپنے وسیلے سے دعا فرماتا: (انبیائے پر بہتان)

اس نجدی نے انبیائے کرام پر یہ تہمت لگائی کہ ”انہوں نے کبھی بھی کسی کا وسیلہ

اختیار نہیں کیا۔“ (مس: ۲۰)

حافظ ابی ہاشمی بیان کرتے ہیں، کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں: کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم

رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں، اور رسول اللہ ﷺ انکی لحد کھودنے سے فارغ ہو گئے، تو آپ

انکی لحد میں لیٹ گئے۔ اور یہ دعا کی: ”اللہ ہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے، اور وہی زندہ

ہے جسے موت نہیں آئے گی، ”بحق لیک والانیاء الذین من قبلی“ اے اللہ! اپنے

نبی ﷺ اور مجھ سے پہلے انبیاء کے وسیلہ سے، میری ماں فاطمہ بنت اسد رضی اللہ

عنہا کی مغفرت فرما، اگو جنت القاء فرما، انکی قبر کو وسیع کر، بلاشبہ تو سب سے زیادہ رحم

فرمانے والا ہے۔ پھر آپ نے انکی نماز جنازہ پڑھی، آپ ﷺ نے حضرت عباس اور

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے انکو قبر میں اتارا۔

اس میں ”روح بن صلاح“ نام کا ایک راوی ہے، جس کی ابن حبان اور امام حاکم نے توثیق کی ہے، باقی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔ (طبرانی معجم کبیر: ۲۳/۳۵۱ اور اوسط: ۶۷/۱، حرید: مجمع الرواۃ: ۲۵۷/۹، حلیۃ الاولیاء: ۱۲۱/۳، علامہ سمودی: وقاء الوفاء: ۸۹۸/۳)

ناصر الدین البانی (غیر مقلد) نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (توسل: ۱۰۲)
مذکورۃ الصدر روایت سے یہ حقیقت بھی روشن ہو گئی، کہ منکرین کا یہ کہنا: ”کسی کا وسیلہ اختیار نہ کرنا سنتِ انبیاء ہے“۔ (ص: ۲۰) دھوکا، کذب بیانی اور انبیاء پر افتراء ہے۔
اس ساری بحث سے یہ نتیجہ بھی نکلا، کہ آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑنا باپ آدمیت، حضرت آدم علیہ السلام سے جاری ہوا، اور انشاء اللہ! دخول جنت تک جاری رہے گا۔

۔ رہے گا یونہی، ان کا نیچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں، جل جانے والے

آپ کے وسیلے اور مدد کا انکار، بے ادبی ہے:

شارح بخاری (فتح الباری)، علامہ حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: ”بعض علما نے ابن تیمیہ کو زندقہ (بے دینی اور گمراہی) کی طرف منسوب کیا، کیونکہ وہ کہتا تھا: ”کہ نبی ﷺ سے مدد نہیں مانگنی چاہیے“، اس قول میں نبی ﷺ کی تنقیص، اور آپ ﷺ کی تعظیم کا انکار ہے۔“

(الدرر الکامنہ: ۱۵۵/۱، مطبوعہ دار البیروت)

آج وہابیوں کے سارے فرقے، ابن تیمیہ اور شیخ نجدی کی اندھی تقلید

میں، آپ ﷺ سے طلب مدد کو شرک اکبر کہتے ہیں۔ اس عظیم محدث، حافظ اور شارح کے عقیدے اور فتوے کے مطابق یہ لوگ گستاخ اور بے ادب ہیں۔



باب: ۳۰

کیا قبور صالحین پر گنبد، عرس وغیرہ، انکی عبادت اور شرک ہے؟

سعودی مفسر نے لکھا: ”ان (صالحین) کے مرنے (خاک بدمن) کے بعد انکی قبور پر گنبد بنانا، عرس کرنا، قبروں کو غسل دینا، چادر چڑھانا، انکی قبروں کے پاس تعظیماتھ باندھ کر کھڑے ہونا، یہ کاروبار لات و منات کو فروغ دیتا ہے، اور یہ محبت یا تعظیم نہیں، بلکہ انکی عبادت ہے۔ وہ شرک اور ظلم عظیم ہے اور یہ فتنہ عبادت قبور ہے۔ (ص: ۴۰)

ایک نجدی لکھتا ہے: ”قبروں کے قے منہدم کرنا توحید الوہیت کا تقاضا تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی۔“ (شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علماء اہل حدیث کی مساعی: ۴۱، الرياض)

یہ ان خارجیوں کا غلو اور زیادتی ہے، کہ جس چیز کو چاہتے ہیں شرک بنا ڈالتے ہیں، اور جس کو چاہیں ایمان۔ انہیں کسی دلیل و ثبوت کی کوئی حاجت نہیں ہوتی، سوائے گمانِ فاسدہ اور تفسیر بالرائے کے۔

نجدیوں کا صالحین کے مزارات کے متعلقہ تعظیمی امور کو عبادت قرار دے کر مسلمانوں کو، لات و منات کے پوجاریوں، مشرکین مکہ اور مزاراتِ اولیاء کو مشرکین کے بتوں، لات و منات کے ساتھ ملا دینا، شعائر اللہ یعنی صالحین اور مزارات صالحین کی توہین و گستاخی ہے۔

جب عام مسلمان کی قبر کی توہین کرنا، اس پر چلنا اور بیٹھنا آگ میں اور تلواریں پر چلنے سے سخت تر ہے۔ (مسلم، ابن ماجہ) تو قبور صالحین، جو جنت کے باغات اور شعائر اللہ ہوتے ہیں۔ (ترمذی کتاب مدۃ قیامہ) ان کو بتوں سے ملانا، جو کہ دوزخ کا ایندھن ہیں (الانبیاء: ۹۸)، قطعاً توہین اور بے ادبی ہے۔

علامہ اسماعیل حقی (م ۱۱۳۷ھ) لکھتے ہیں: ”بعض فریب خوردہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب لوگ کسی ولی سے اعتقاد رکھیں گے، ان کی قبر کی تعظیم کریں گے، اور اس سے برکت و مدد حاصل کریں گے تو ہمیں خطرہ ہے کہ لوگ کہیں یہ اعتقاد نہ کر بیٹھیں کہ اللہ کے ساتھ اولیا بھی موثر فی الوجود ہیں، نتیجہً لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو جائیں گے۔ پس ہم انہیں اس سے روکیں گے، اولیا کی قبور کو گرائیں گے، ان پر بنی ہوئی عمارت ہٹائیں گے، ان سے غلاف اور پردے اتاریں گے اور یہ ظاہر اولیا کی توہین کے مرتکب ہوں گے تاکہ جاہل عوام کو پتا چلے جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ یہ اولیا بھی موثر فی الوجود ہوتے تو اس توہین کو روک دیتے۔“

سو جان لیجئے! یہ فعل (توہین قبور وغیرہ جائز جان کر کرنا) صریح کفر ہے۔۔۔ اور یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے فرعون نے کہا تھا: کہ مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ (اپنی مدد کے لیے) اپنے رب کو بلا لیں، بیشک مجھے تو ڈر ہے اس بات کا کہ کہیں وہ تمہارے دین کو تبدیل نہ کر دیں، اور ملک میں فساد نہ پھیلا دیں۔ (الغافر: ۲۶) اور یہ فعل (توہین قبور وغیرہ) محض ایک امر موہوم کی بنا پر کیونکر درست ہو سکتا ہے، جب کہ اس میں عوام الناس کے متعلق گمراہی کی بدگمانی بھی ہے؟۔ (روح البیان، ۴۳/۹)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی (م ۱۲۲۳ھ) ”واہتوا الیہ الوسيلة“۔ (مائدہ: ۳۵)

کے تحت لکھتے ہیں: ”کھلی گمراہی اور کھلا خسارہ ہے ان لوگوں کے لیے جو مسلمانوں کو زیارت اولیا کی بنیاد پر محض یہ گمان کر کے کافر قرار دیتے ہیں“ کہ زیارت اولیا ”من عبادۃ غیر اللہ“ غیر اللہ کی عبادت کے قبیل سے ہے، ہرگز نہیں! بلکہ یہ تو ”محبة فی اللہ“ اللہ کا مظاہرہ ہے، جس کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا: کہ سنو! اس کا ایمان نہیں جس کے اندر محبت نہیں۔ (تفسیر صاوی: ۲/۴۹۷)

(”نبی کریم کو عبادت قبور کا خوف نہیں تھا“ عنوان ملاحظہ کریں)

وہابی علماء کی حاضری مزارات:

ابن تیمیہ کی قبر پر اس کے عقیدت مند کئی دن تک ڈیرے جمائے

رہے۔ (البدایہ: ۵۲۲/۱۳)

غیر مقلدین کے امام العصر ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں: سمرج میں دیگر بلاد اسلامیہ (جن کو شیخ نجدی اور اب تک کے نجدی بلاد شریک کہتے ہیں) کا بھی سفر کیا۔۔۔ مصر میں نماز جمعہ جامع امام شافعی میں پڑھ کر امام شافعی کی قبر پر فاتحہ پڑھی، یوں مغرب کی نماز شیخ عبدالوہاب شعرانی صاحب کی جامع مسجد میں پڑھی اور آپ کی قبر کی زیارت کی اور فاتحہ پڑھی۔ (تاریخ اہل حدیث: ۲۷۱)

مزید لکھا: عبدالوہاب شعرانی مصر کے اولیا میں سے تھے۔۔۔ مجھ نابکار کو ان سے بہت عقیدت ہے۔۔۔ مصر میں ان کی مسجد میں نماز مغرب ادا کی، اور ان کے مزار مقدس پر فاتحہ پڑھی۔ (ایضاً، ص ۸۲، حاشیہ)

مزید لکھا: شیخ عبدالوہاب شعرانی کے مرقہ منور کی زیارت کی۔ (ایضاً: ۷۹)

وحید الزماں نے لکھا: امام شافعی امام ابو حنیفہ کی قبر سے برکت حاصل کرتے رہے، وہاں دعا مانگتے آپ کی دعا قبول ہوتی۔ (عدیۃ الہدی، ۲۲/۱)

جمعیت اہل حدیث کے امیر ساجد میر نے امام بخاری کی قبر پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔ (نفت روزہ تصویر پاکستان، ۱۹ مارچ ۱۹۹۳ء)

وہابی علما کی ان عبارات سے دو باتیں یہ بھی معلوم ہوئیں، مزارات اولیا کے پاس مساجد بنانا اور وہاں نماز ادا کرنا، اور فوت شدہ کی قبر کے پاس تلاوت کرنا جائز اس کا نفع میت کو پہنچتا ہے۔

لکھا: قاضی شوکانی نے کہا اصحاب کہف کے پاس مسجد بنانے والے لوگ مسلمان تھے۔ (ص: ۸۰۵) اور یہ خود اس فعل کو شرکیہ کہتے ہیں، اب اپنے امام شوکانی کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

قاضی سلمان منصور پوری، امام ربانی علیہ الرحمۃ کے روضہ پر گئے، حضرت شیخ نے ان کے دل کے خیال پر مطلع ہو کر، بیداری ہی میں ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور بات بھی کی۔ (کرامات اہل حدیث: ۱۹)

علاوہ ازیں اپنے ایک بار اپنے عقیدت مند سے پوچھا کہ یہاں کوئی قبر ہے۔ (ایضاً)۔۔۔ قریب ایک قبر آئی جس پر آپ ٹھہر گئے اور کہا دیکھو شاہ جی اس صالح مرد کی قبر سے کس قدر خوشبو آرہی ہے۔ (ایضاً، ص: ۱۸)

نواب صدیق حسن نے لکھا: کہ مجرب ہے کہ نیکوں کی قبر پر دعا قبول ہوتی ہے۔ (نزل الامار، ص: ۴۵)

اب منکرین میں تھوڑا سا بھی عدل و حیا کا مادہ ہے، تو اپنے ان وڈیروں پر بھی

شرک کا فتویٰ جڑیں۔۔۔ اور یہ بھی بتائیں کہ یہ سارے وہابی مولوی ان حرارات کی عبادت کرنے گئے تھے؟

کوئی فعل خود عبادت نہیں ہوتا:

ہر عبادت، تعظیم ضرور ہوتی ہے، مگر ہر تعظیم کا عبادت ہونا ضروری نہیں، جیسے ”سجدہ“ فعل واحد ہے، فرشتے جب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں تو عبادت بھی ہوتا ہے اور تعظیم بھی، لیکن جب فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تو فقط تعظیم تھا۔ (اسی وجہ سے منکرین کو بھی سجدہ تعظیسی اور تعبدی کی تقسیم کرنا پڑی۔ (ص ۱۸، ۶۷، ۷۱، ۸۱، ۱۸۷))

تو جب نماز کا اہم رکن ”سجدہ“ بھی خود عبادت نہیں، حالانکہ اس میں عبادت کی روح و معنی باقی تمام افعال اور ارکان سے زیادہ پائے جاتے ہیں۔ تو پھر منکرین کا گنبد، عرس، غسل قبر، چادر چڑھانا، احتراماً ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو عبادت کہنا، غلو فی الدین اور عبادت و تعظیم کو غلط ملط کرنا ہے۔ ”ان الوہابیۃ قوم لا یعقلون“ کبھی تو غیر اللہ کی تعظیم فرض اور بے ادبی کفر ہوتی ہے، جیسے بارگاہ رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام۔

۔ شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس بڑے مذہب پہ لعنت کیجیے

منکرین کی دورنگی و منافقت:

اگر مزارات اولیاء کی تعظیم کی غرض سے، یہ سارے امور شرک اور بدعت ہیں، تو پھر ہم منکرین سے پوچھتے ہیں کہ ”صفا و مروہ“ پر بلند اور قیمتی گنبد بنانا، کعبہ شریفہ پر

قیمتی غلاف چڑھانا، اس کو سال میں دو مرتبہ دن مقرر کر کے (۱۵ شعبان اور ۱۵ محرم) کو عرق کلاب اور حطر سے غسل دینا، حرم کعبہ اور مسجد نبوی کے مینار اور زینت کا سارا انتظام۔ کیا یہ سب کچھ ان مقامات کی عبادت کے لیے ہے، تعظیم کے لیے، یا کہ یہ سب فضول خرچی ہے؟

اگر منکرین کہیں کہ قرآن پاک نے ”صفاد مروہ“ کو ”شعائر اللہ“، اللہ کی نشانیوں میں سے فرمایا ہے۔ (بقرہ: ۱۵۸) اور فرمایا کہ ”ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب“ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے، تو یہ اس کا دلی تقویٰ ہے۔ (ج: ۳۲) اس لیے ہم ان مقامات کی تعظیم کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تمہارے نزدیک جو کام رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے، اور ہم سے بھی ہر فعل کے متعلق نص کا مطالبہ کیا جاتا ہے، لہذا اپنے اصول کے مطابق ان سارے امور کو سنت نبوی سے ثابت کرو۔

دوم: ”صفاد مروہ“ کو تو ”شعائر اللہ“ میں سے فرمایا گیا ہے، مگر کعبہ شریف کو تو نہیں! باوجود اس کے کعبہ شریف کے غلاف پر رکن اسود اور رکن یمانی کے درمیان یہی آیت (ج: ۳۳) لکھی ہوئی ہے، (اپریل ۲۰۱۰ء) یعنی کعبہ معظمہ کو بھی شعائر اللہ میں شمار کیا گیا۔

اگر کعبہ معظمہ اور قربانی کے جانور شعائر اللہ میں سے ہو سکتے ہیں، (ج: ۳۶) تو اولیا کرام اور ان کے مزارات شعائر اللہ کیوں نہیں ہو سکتے؟، کیونکہ جو چیز اللہ کی ذات و صفات کی علامت ہو وہ شعائر اللہ میں داخل ہے، ولی وہ ہوتا ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آئے، اس کی مجلس اور اس کی یاد، یاد خدا کا سبب ہو۔ یقیناً مزارات اولیا بھی یاد خدا اور

عظمت خدا کے اظہار کا سبب ہوتے ہیں۔

جب صفا مروہ پہاڑیاں جن پر اللہ کی ولیہ کے صرف قدم لگے، اور ریت، اینٹوں اور پتھروں سے بنا ہوا کعبہ شریفہ اور مساجد شعائر اللہ میں سے ہو سکتے ہیں، تو وہ مزار جس میں اللہ کا ولی اپنے مکمل جسد پاک کے ساتھ تشریف فرما ہوتا ہے، اللہ کی نشانیوں میں سے کیونکہ نہیں ہو سکتا؟

علامہ بدرالدین عینی امام قیروانی کے حوالے سے لکھتے ہیں: کہ مرور کائنات ﷺ قبر انور، حلقہ جات ذکر، مساجد اور قبور صالحین "بکل مکان فاحل بطاع اللہ فیہ" یہ سب فضیلت والے مکان ہیں، کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی اطلاع کی جاتی ہے۔
(شرح منہاجی: ۱۳۸/۱۳)

لہذا جن دلائل سے ان لوگوں نے صفا مروہ، اور عمارت حریمین و کعبہ شریفہ کو اللہ کی نشانیوں میں شمار کر کے ان کے لیے تعظیسی امور اختیار کیے ہیں، ہماری طرف سے بھی انہی دلائل سے مزارات اولیاء کا "شعائر اللہ" ہونا، اور ان کے لیے تعظیسی امور کا جائز ہونا سمجھ لیں۔
ما هو جوابکم فہو جوابنا

اور اگر کہیں کہ صفا مروہ وغیرہ کا سارا انتظام مخلوق خدا کی سہولت و آسانی کے لیے ہے، جو شرعی احکام کی بجا آوری کے لیے آتے ہیں۔ تو ہم یہاں پر بھی ان سے ان کے اصول کے مطابق نص کا مطالبہ کریں گے؟

اور ہم کہیں گے کہ مزارات صالحین کی حاضری، وہاں فاتحہ خوانی، اپنی حاجات میں ان کو وسیلہ بنانا، یہ امور شرع شریف سے ثابت ہیں، اور صحابہ سے لیکر آج تک کے مسلمانوں کے عمل مسلسل سے ثابت ہیں۔ (تفصیل "نوت شدہ کا وسیلہ" عنوان ملاحظہ کریں)

قبور صالحین پر بھی عمارت اسی مقصد کے بنائی جاتی ہے، کہ ان کی قبور کی عظمت اور منفرد مقام ہر کس و نا کس پر واضح رہے، کیونکہ جس طرح جنتی جہنمی برابر نہیں ہو سکتے، جس طرح عام مومن اور صالح مومن برابر نہیں ہو سکتے، بالکل ایسے ہی ان کی قبریں بھی برابر نہیں ہو سکتیں، کیونکہ ان کے مزار جنت کے باغات ہوتے ہیں۔

دوم: دھوپ، چھاؤں اور رات دن کے اوقات میں زائرین کو سہولت رہے۔

الحاصل: جب قرآن کریم میں ”شعائر اللہ“ کی تعظیم کے مطلق حکم کی وجہ سے

ان کے لیے کعبہ شریف کو عرق گلاب سے غسل دینا اور انتہائی قیمتی علاف چڑھانا۔ ایسے ہی ”صفا، مروہ“ کی تعظیم اور عوام کے سہولت کے لیے اس پر عظیم الشان گنبد اور عمارت بنانا جائز ہے، فضول خرچی نہیں۔ بالکل اسی طرح مزارات اولیاء کی تعظیم اور زائرین کی سہولت کے لیے گنبد و عمارت بنانا، چادر چڑھانا، غسل دینا اور بنانا جائز ہے۔ (تفصیل ”کشف النور“ کا اردو ترجمہ ”فیضان مزارات اولیاء“، مکتبۃ المدینہ)

سعودی مفسر نے لکھا: ”مزارات کو غسل دینا کعبہ کو غسل دینے کی نقل ہے“۔ (ص: ۱۰۶)

ایک مولوی نے لکھا: ”کعبہ کو سالانہ غسل دینا، عبادت ہے“۔ (تلاش حق: ۱۶۸)

ان کے اصول سے یہ دونوں باتیں، ان کی بدعتیں ٹھہریں، جن کی ان کے

پاس کوئی دلیل نہیں۔ (انشاء اللہ!)

وقت کی تغیر پذیری:

خالق ارض و سموات نے عالم کی فطرت میں تغیر رکھ دیا ہے، زمانے کی

اقلاب سے کئی ایک مسائل میں بھی تبدیلی واقع ہوتی ہے، جیسے زمانہ نبی ﷺ کے

بعد قرآن پاک کتابی صورت میں جمع ہونا، اس پر اعراب لگنا، سپاروں میں منقسم ہونا، نماز

تراویح کی جماعت کا باقاعدہ آغاز، جمعہ کی پہلی آذان، تراشے ہوئے پتھروں سے دیواریں اور ستون بنا کر مسجد نبوی کی توسیع، مسجدوں کے مینار و محراب، اسی طرح کتب تفاسیر و حدیث و شروح حدیث (جن کے مخالف کو گمراہ اور کافر سمجھا جاتا ہے۔ (ص: ۱۱۴، ۱۵۶) علم حدیث، قرآن کریم کی غیر عربی زبانوں میں تفسیریں، بد مذہب کے مومنین کتب تبلیغ کے جدید ذرائع، ٹی وی، سی ڈی، رسائل، انٹرنیٹ وغیرہ، جہاد کے جدید آلات و ہتھیار، مساجد کے اندر، اور سٹیکر پر آذان، گھڑیوں کے مطابق وقت مقرر کر کے نمازوں کی ادائیگی، مناظرے، حج کی ادائیگی کے لیے سفر جہاز، زکوٰۃ کی ادائیگی بذریعہ نوٹ، ٹیلی فون پر نکاح۔

..... رسول اللہ ﷺ نے مساجد کو محشر، پختہ اور اونچا بنانے کی، یہود و نصاریٰ کی مشابہت کی وجہ سے مذمت فرمائی۔ (ابن ماجہ، سنن ابی داؤد، تفسیر: ۹۷۹)

باوجود اس کے قرآن و سنت کی پیروی کے دعویٰ دار، صالحین کے حرکات سے انتہائی بیزار، نجدی لوگ اپنی مساجد کو پختہ، بلند اور مزین تعمیر کرتے ہیں، قیمتی قالین، اے سی، مسجد حرام اور مسجد نبوی پر بڑے قیمتی مینار تعمیر کیے گئے، ان کی زیارت پر بہت زیادہ خرچ کیا گیا، اور اس سارے انتظام اور خرچ پر اجر کی امید بھی رکھتے ہیں۔

لیکن افسوس صد افسوس کہ انہیں اگر کوئی شے بدعت اور شرک نظر آتی ہے، تو وہ صرف اور صرف قبور صالحین پر بنے ہوئے گنبد اور قبے ہیں، جو ان کی صالحین دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (عنوان "بدعت" بھی ملاحظہ ہو)

مزارات صالحین اور اجماع امت:

ائمہ سلف نے مذکورہ بالا جدید امور کی طرح اولیائے کرام کی قبور کو عام قبروں سے ممتاز کرنے اور انکی عزت و وقار کو بحال رکھنے اور زائرین کی سہولت کے لیے، اُن پر گنبد و عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے۔

..... ملا علی قاری لکھتے ہیں: بیشک ائمہ سلف نے قبور اولیاء و علماء مشہورین پر عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے، تاکہ لوگ انکی زیارت کر سکیں اور وہاں بیٹھ کر راحت پائیں۔

(مرقاۃ، ۶/۲۹۹)

..... علامہ طاہر پٹنی نے بھی سلف کرام کا یہی موقف نقل کیا ہے۔ (مکملہ، مجمع بحار الانوار)

(نور المصنوعات، ج ۱، عمدۃ القاری، ۱۸۳/۸، لؤلؤ الانوار القدسیہ، ص ۵۹۳، تقریرات رافعی، ۱۲۳/۱،

رد المحتار، ۳۱۹/۵، کشف النور، وغیرہ پر بھی یہی کچھ لکھا گیا ہے)

..... بخاری شریف کتاب الجنائز میں، حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبور پر قبے اور خیمے بنانے کا الگ الگ روایتوں میں ذکر موجود ہے۔

..... اسی طرح داری شریف وغیرہ کی مشہور روایت کہ صحابہ کرام نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: کہ قبر نبی ﷺ کی طرف جاؤ ”فاجعلوا منہ کوئی الی السماء“ ”اور وہاں سے ایک کھڑکی آسمان کی طرف ایسے کھول دو، کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی ”سقف“ پردہ حائل نہ رہے الخ۔

اس روایت میں بھی صراحت ہے ام المؤمنین کے زیر نگرانی قبر اقدس پر خیمہ، قبہ (گنبد) جو بھی کہہ لیں، اس دور کے حالات کے مطابق بنایا گیا تھا۔

..... اور کئی روایتوں میں ہے کہ کئی صحابی اور تابعین حضرات نے ام المؤمنین سے گزارش کی کہ آپ ہمیں رسول ﷺ کے روضہ مبارک کا دروازہ کھول دیں، ہم زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ جیسے ایک بی بی کا بھی واقعہ ہے، اور قبر انور کے پاس اتنا روئیں کہ روح پرواز کر گئی۔ (کتاب الزہد: ۳۶۹، امام احمد بن حنبل)

ولید بن عبد الملک کے حکم سے عمر بن عبد العزیز نے بھی پہلا گنبد (مطلب کے دور والا) مسمار کر کے ”بنی البیت علی القبر“، دوبارہ قبر انور پر گنبد بنایا۔ (فتح الباری، ص ۱۵۷) کیا ان ہستیوں کے متعلق مخالفین یہ کہہ سکتے ہیں، کہ یہ سارے حضرات بھی قبر پرست، مردہ پرست، قبوری، اور مزارات کی عبادت کرنے والے اور مشرک تھے؟

معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

قبر النبی ﷺ کی طرح جنت البقیع، جنت المعلیٰ میں بھی صحابہ و اہل بیت کے قبور پر قبہ بنے ہوئے تھے، صحابہ کرام سے لیکر اب تک علاوہ بزرگان دین کی قبور پر گنبد بننے چلے آ رہے ہیں، جس سے صحابہ کرام سے لیکر اب تک کے مسلمانوں کا عملی اجماع ثابت ہو گیا، کہ ضرورتاً قبر پر چھت اور عمارت بنانا جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی نجدی لوگ مسلک سلف سے منحرف ہیں۔

جن حدیثوں میں قبروں کو پختہ اور اس پر عمارت سے منع فرمایا ہے، وہ بلا ضرورت تعمیر پر محمول ہے۔

کیا صرف قبور کو ہی پختہ بنانا بدعت اور منع ہے؟

مکرمین صالحین دشمنی میں مزارات صالحین پر بنی عمارتوں کو بدعت اور ناجائز

ثابت کرنے کے لیے، صرف ان احادیث کو بڑی شدت سے پیش کرتے ہیں، جن میں قبروں کو پختہ اور ان پر عمارت بنانے سے منع کیا گیا ہے، ان کے اس طرز عمل سے یوں معلوم ہوتا کہ جیسے نبی کریم ﷺ نے صرف قبروں کو ہی پختہ بنانے سے منع کیا تھا، اور باقی عمارتوں کے متعلق کھلی چھٹی دی ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔

احادیث شریفہ ملاحظہ کریں۔

❖ قیامت کی ایک علامت یہ بتائی کہ چڑوا ہے، بلند و بالا عمارتوں پر باہم فخر کریں گے۔ (بخاری: کتاب الایمان)

❖ فرمایا: ہر بلڈنگ اپنے مالک پر وبال ہے، سوائے اس کے جو اس قدر (بلند) ہو، اپنے دست پاک سے (سرانور کی طرف) اشارہ فرمایا۔ (الترغیب، طبرانی)

❖ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک چوبارہ بتایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا گرا دیں۔ (طبرانی کبیر)

❖ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کھجور کی شاخوں سے بنے ہوئے حجر مبارک کی جگہ، اینٹوں کا مکان بنایا تو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ (الترغیب)

❖ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ”خرج لمرای قبة مشرفة فقال ما هذا؟“ آپ ﷺ ہا ہر نکلے تو ایک اونچا سا گنبد بنا ہوا دیکھا (جیسے آج صفا و مردہ پر بھی نجدیوں نے بنائے ہیں)، فرمایا: یہ کیا ہے؟ عرض کی گئی: فلاں انصاری کا ہے۔ آپ خاموش ہو گئے اور یہ بات اپنے دل میں رکھی، جب وہ آدمی آیا، اور اس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے رخ انور پھیر لیا،۔۔۔۔۔ فرمایا: ہر عمارت اس کے مالک پر وبال ہے، مگر جس کے بغیر گزارا نہ ہو۔ (ابوداؤد، ابواب السلام)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے صرف قبروں کو پختہ اور ان پر عمارت بنانے سے ہی منع نہیں فرمایا۔ بلکہ ہر پختہ، بلند عمارت، حتیٰ کہ مساجد کو بھی پختہ بلند مزین بنانے کی مذمت فرمائی ہے۔ (حوالہ آ رہا ہے) لیکن نجدی قوم انتہائی بددیانت ہے، کہ دنیا پرستی کے نشے میں ایسی روایات اور تعلیمات کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ اور صالحین دشمنی میں صرف قبور کے متعلق احادیث کو غلط طریقے سے پیش کرتے ہیں۔

اور سعودی حکومت کی عیش و عشرت اور دنیا پرستی کا یہ عالم ہے کہ تاریخی مساجد اور مقدس مقامات کو گرا کر وہاں پر اپنے محلات تعمیر کر دیے گئے، لیکن انہیں یہ احادیث دیکھائی نہ دیں۔

آخری روایت میں یہ وضاحت بھی فرمادی گئی کہ خاص کر وہ بلند ٹنگ بنانا ناجائز ہے، جو بلا ضرورت اور دکھاوے کے لیے ہو، جبکہ ضرورت مہج کے تحت بنانا جائز ہے۔ ہم کہتے ہیں یہی رخصت صالحین کی قبروں کو پختہ اور ان پر عمارت بنانے کے متعلق بھی ہوگی، کہ ضرورتہً جائز ہے۔

اسی آخری روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے ”بلند گنبد“ دیکھ کر انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ قبور صالحین پر گنبد بنانے کو بدعت اور فضول خرچی قرار دینے والی سعودی نجدی حکومت نے اب خود ”صفامروہ“ پر بلند و بالا گنبد تیار کروائے ہیں، جو ان کے اصول کے مطابق یقیناً بدعت ہیں۔

مساجد کو آراستہ کرنا بدعت کیوں نہیں؟

آپ ﷺ نے عمارتوں کی طرح مساجد کو بھی بلند، پختہ اور مزین کرنے سے منع

فرمایا ہے۔

❖ ارشاد فرمایا: مجھے مسجدوں کو بلند کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا: کہ تم ضرور مسجدوں کو اسی طرح آراستہ کرو گے، جیسے یہود و نصاریٰ نے کی تھیں۔

(ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ)

❖ مزید فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ لوگ مساجد کی ظاہری شان و شوکت پر فخر نہ کر لیں۔ (ایضاً)

❖ ارشاد فرمایا: تم اپنی مسجدوں کو ایسے ہی بلند و بالا بناؤ گے، جیسے نصاریٰ اور یہود اپنے کنیساؤں اور گرجوں کو بناتے ہیں۔ (ابن ماجہ، ابواب المساجد والجماعت)

ان حدیثوں پر بھی نجدیوں کا کوئی عمل نہیں، بلکہ ان کے خلاف عمل پیرا ہیں، اور اپنی مساجد کو خوب بلند اور مزین تعمیر کرتے ہیں، جس سے وہ بدعتی ٹھہرے۔۔۔ اور اس اعتراض کا ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں، کہ جب عام حیثیت کے لوگ بھی اپنے مکانات کو پختہ اور آراستہ بنا رہے ہیں، تو اب وقت کا تقاضا ہے کہ مساجد کے وقار اور عزت کو قائم رکھنے کے لیے ان کو بھی پختہ اور خوب صورت بنایا جائے۔

ہم کہتے ہیں بالکل اسی طرح جب عوام عام قبروں کو بھی پختہ بنا رہے ہیں، تو لب ضرورت ہے کہ صالحین کی قبور کو عام قبروں سے ممتاز کرنے کے لیے ان پر گنبد بنائے جائیں۔

گنبد خضراء کے متعلق نجدی عزائم:

یہاں پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب ان لوگوں کے نزدیک، مزار پر گنبد

بنانا، بدعت، حرام اور شرک کا سبب ہے، اور اس کو گراما نجدی دین کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ جیسے شیخ نجدی نے زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مزارات اقدس کا قبہ گرا کر اس رکن کی بنیاد رکھی۔

ایک نجدی مولوی لکھتا ہے: ”قبروں کے قے منہدم کرنا توحید الہیہ کا تقاضا تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی۔ (امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علماء اہل حدیث کی ساری ساری غلط فہمیاں) (ریاض)

اسی لیے مشرکوں کی قبروں کی متعلق احادیث کو بنیاد بنا کر جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں بنے ہوئے صحابہ کے بیسوں مزارات کو گرا گیا، بلکہ ان کی جہیزوں کو بھی زمین کے برابر کر دیا۔ تو یہ لوگ گنبد خضراء کو کیسے برداشت کیے ہوئے ہیں؟ جواب یہ ہے، کہ بلاشبہ گنبد خضراء بھی ان بدعتیوں کے نزدیک بدعت، حرام اور سبب شرک ہی ہے۔ راقم کے ساتھ خود یہ واقعہ (اپریل ۲۰۱۰ء) کو پیش آیا کہ ہم دو ماہی رات کو گنبد مقدس کے سامنے بیٹھے تھے، کہ ایک نجدی ملاؤں کا چمپا خارے پاس سے گزرا، ہمیں دیکھ کر کہنے لگا تم جو کچھ یہاں کر رہے ہو یہ شرک ہے! مسجد میں جا کر تلاوت کرو اور نفل پڑھو۔

یہ لوگ گنبد خضراء کو مشرکین کے جوں کی طرح کابٹ کہتے ہیں، مسعود باطلہ میں شمار کرتے ہیں، کہ جیسے انکی عبادت کی جاتی ہے، ایسے ہی مسلمان اس گنبد خضراء کی عبادت کرتے ہیں، لہذا باقی جوں کی طرح اسکو گراما نجدی بھی واجب ہے (معاذ اللہ)۔

(ملاحظہ ہو، کتاب التوحید، ص ۱۰۰، حاشیہ۔ شرح الصدور سعودی، ص ۲۵، حاشیہ، بحوالہ نصیحہ الاخوان ملائے

نجد، ص ۱۲۷، الشاہدات المحصوۃ، ص ۴۱، تفسیر الامکان، ص ۴۲، قدیم، البریل، ص ۵۷، التوحید، ص ۵۷، اسلام

میں شفاعت کا مفہوم، ص ۱۲۹۔ عرف الجادی۔ تھو حابیہ۔ الروضة الندیہ۔ فتح الجید۔ ہدایہ المستفید۔ ترجمان وحابیہ (ص ۳۶)

ان ساری کتابوں میں انبیاء و اولیاء کرام کے مزارات کو بُت اور قابلِ مسامر لکھا گیا ہے۔ کیوں نہ لکھتے، جب ان کے مجدد الدعوة شیخ نجدی کے متعلق ”شیخ احمد بن علی بصری شافعی“ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ شیخ نجدی کا کہنا تھا کہ اگر مجھے حجرۂ رسول ﷺ پر تصرف کا موقع ملا تو میں ضرور اُسے ڈھا دوں گا۔ (عربی سے ترجمہ، فصل الخطاب، ادخ البراہین)

یہیں تک ہی نہیں بلکہ نجدیوں نے اپنے امام کے اس خواب کو پورا کرنے کے لیے عملی کوشش بھی کی۔۔۔ رشید رضا مصری لکھتے ہیں: ایک مرتبہ جب گنبد خضراء کو گرانے کے لیے اس پر دو نجدی کارندے چڑھے اور سونے کا ہلال اتارا، تو اوپر سے گر کر مر گئے، جس کی وجہ سے نجدیوں نے یہ خبیث ارادہ ترک کر دیا۔

(محمد رشید رضا، ایڈیٹر المنار، مصر، نجد و حجاز: ۱۱۲)

سعود بن عبدالعزیز نے بھی (۱۸۰۳ء) میں قہر حارونی ﷺ کو گرانے کا قصد کیا

۔ (ترجمان وحابیہ: ۳۶، از لو اب صدیق حسن دہانی)

سردار حسنی لکھتے ہیں: کہ ایرانی حکومت نے ایک وفد تحقیق حالات کی غرض سے (۱۹۱۵ء) میں کے آخر میں بھیجا، اس وفد نے آکر بیان شائع کیا: کہ واقعی حضور اکرم ﷺ پر ضدہ پاک پر پانچ گولیاں لگیں ہیں۔ (حیات سلطان بن سعود: ۱۵۷)

اب رہ گیا یہ سوال کہ پھر گنبد خضراء، اب تک سلامت کیسے ہے؟ اسکے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ سبز گنبد کا آج تک سلامت و قائم رہنے کا اول اور باطنی سبب تو اللہ تعالیٰ

کی غیبی حفاظت ہے۔

اور ظاہری سبب، نجدیوں کا عالم اسلام سے خائف ہونا ہے، کہ اگر یہ ذلیل قدم اٹھایا، تو مسلمانانِ عالم کسی صورت میں بھی یہ بے حیائی برداشت نہ کر سکیں گے، اور یہ حرکت بہت مہنگی پڑے گی۔

۔ گنبد خضرا! خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے، پیاس بجھا لیتے ہیں

قبریں اور مزار گرانہ: (تضاد)

..... ابو الہیاج اسدی والی روایت جس میں ہے: ”وَلَا قَبْرًا مَشْرُفًا وَلَا مُتَوَسِّعًا“

کہ بلند قبر کو برابر کر دو۔ (مسلم، کتاب الجنائز)

جنت البقیع میں ایک بلند پورڈ پر لکھی گئی ہے، اور اسی کو دلیل بنا کر سعودی حکومت نے جنت البقیع اور جنت المعلیٰ کی قبور کو زمین کے برابر کر دیا۔ شاید کچھ غیرت آگئی ہو کہ اب جنت البقیع میں قبور کو کوہان مانند بنایا جاتا ہے۔ جبکہ جنت المعلیٰ کی قبور اب بھی اسی طرح بالکل زمین کے برابر ہیں۔

یہ کھلا تضاد ہے، اور پتہ نہیں ان کا اصلی دین کون سا ہے؟

میں نے یہی تعارض جنت البقیع میں ایک نجدی مطلوبے پر پیش کیا، کہ ادھر قبور کو زمین کے برابر کرنے والی روایت آویزاں کر رکھی ہے، جبکہ قبروں کو کوہان کی مانند بنایا گیا ہے؟ وہ اس تضاد کو رفع نہ کر سکا، کہنے لگا: ”قبر کی کھدی ہوئی مٹی اوپر ڈال سکتے ہیں۔“

مندرجہ بالا روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جن

قبروں کو زمین کے برابر کرنے کے لیے بھیجا تھا وہ مشرکین کی قبور تھیں۔ مؤمنین کی قبریں تو آپ ﷺ کی موجودگی میں زمین کے برابر نہیں بلکہ کوہان کی مانند بنائی جاتی تھیں۔ پھر انہیں دوبارہ برابر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

❖ اسی لیے امام بخاری نے باب باندھا، ”باب هل تنبش قبور مشرکى الجاهلیة“، ”کیا جاہلیت کے مشرکوں کی قبروں کو گرایا جاسکتا ہے؟۔ (بخاری: کتاب الصلوۃ)۔

❖ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: جن قبروں کو گرانے کا حکم دیا گیا، وہ مشرکوں کی قبریں تھیں، رہیں انبیاء اور ان کے قبیعین کی قبریں، تو ان کو گرانے کی اہانت، یعنی گستاخی ہے۔ (ملخص، فتح الباری، ۴/۳۶۶)۔

صالحین کی اہانت کرنا اور پھر اس کو تو حید و سنت کا نام دینا، نجدیوں کی فطرت، مشن اور بدعتِ سعیدہ ہے۔

❖ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے متعلق سفیان الثمار فرماتے ہیں: ”اللہ وای قبراً لنبی منہما“، ”میں نے قبر انبی ﷺ کو دیکھا، وہ کوہان کی طرح تھی (زمین کے برابر نہیں تھی)۔ (بخاری، کتاب الجنائز)۔

❖ یعنی نبی کریم ﷺ کی قبر انور کو صحابہ کرام نے زمین کے برابر نہیں، بلکہ کوہان مانند بنایا تھا، اور یہی نبی کریم کی تعلیم تھی۔۔۔ کیونکہ حضرت خارجہ فرماتے ہیں: کہ ہم میں سے بڑا کوہ نے والادہ شخص ہوتا، جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کو پھلانگ سکتا۔ (بخاری: کتاب الجنائز)۔

❖ اس روایت سے بھی پتہ چلا کہ حضرت عثمان کی قبر بھی زمین کے برابر نہیں بلکہ بلند تھی۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ یہ قبر نبی کریم ﷺ نے خود تیار کروائی تھی، جیسا کہ (ابوداؤد:)

(۱۰/۱۲) میں ہے۔

سعودی مفتی کا فتویٰ، کہ قبر کو ہان مانتا، بالشت اونچی ہونا سنت ہے (بدعت) سعودی مفسر نے لکھا: ”نسیم کے معنی، بلندی کے ہیں۔ اونٹ کی کوہان، جو اس کے جسم سے بلند ہوتی ہے، اسے منام کہتے ہیں۔ قبر کے اونچا کرنے کو بھی ”نسیم القبر“ کہا جاتا ہے۔“ (ص: ۱۶۹۸)

اور سعودی مفتی ابن باز لکھتا ہے: ”قبر پر صرف اس لیے مٹی ڈالی جاتی ہے اور اسے تقریباً ایک بالشت اونچا رکھا جاتا ہے، کہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ قبر ہے۔ قبروں کے متعلق یہی وہ سنت ہے جس پر رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ عمل پیرا رہے۔“

(فتاویٰ ابن باز، اردو: ۳۵، دارالسلام لکھنؤ)

آپ نے نجدی مفتی کا فتویٰ ملاحظہ کیا کہ قبر کو بالکل زمین سے ملا دینا، خلاف سنت یعنی ”بدعت“ ہے۔۔۔ اور سنت یہ ہے کہ قبر ایک بالشت اونچی رہے، اس کا نشان واضح رہے۔ تاکہ زائرین کو معلوم ہو سکے کہ یہ قبر ہے، اور اس کا تقدس قائم رہے۔

✽ اور رسول کائنات ﷺ کا یہ فرمان کہ ”فسدو دوحا“ کہ تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ (مسلم، ۳۱۴۱) بھی اس کی دلیل ہے کہ قبر زمین سے کچھ بلند ہونی چاہیے، جس پر زیارت کے الفاظ صادق آسکیں۔

الحمد للہ! خود ان کے گھر کی گواہیوں سے واضح ہو گیا، کہ سعودی نجدیوں کا ابو الہیاج والی روایت کو جنت البقیع میں آویزاں کرنا، تحریف فی الحدیث، بدعت، مؤمنین اور قبور مؤمنین کی توہین ہے۔



مزاراتِ اولیاء پر جہلاء کی غیر شرعی حرکات:

اولیاء اللہ کے مزارات پر جہلاء اور نقلی پیروں اور ان کے مریدوں کی خلاف شرع حرکات مثلاً میلے، قوالیاں، ڈھول ڈھکے، عورتوں مردوں کا مخلوط اجتماع، نماز ترک کرنا، سجدے طواف، داڑھیاں منڈنا، شراب و چرس پینا وغیرہ، امور سے مسلک اہلسنت اور علما اہل سنت بری الذمہ ہیں، اور وہ ان غیر شرعی حرکات کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ ان نقلی پیروں کی ان بے ہودہ حرکات کی وجہ سے مسلک حق اہلسنت کا ناقابل اندازہ نقصان ہو رہا ہے۔

دھابی لوگ باخوبی جانتے ہوئے بھی کہ علمائے اہلسنت ان غیر شرعی حرکات کا ہر طرح سے کھل کر رد کرتے ہیں۔ پھر بھی فریب اور بددیانتی سے مزارات پر ہونے والی بیہودہ حرکات کو آلہ کار بنا کر مسلک اہلسنت کو بدنام کرتے ہیں۔ اور اپنے مسلک سے جاہل دنیاوی پڑھے لکھے سنی حضرات کو یہ کہہ کر خوب گمراہ کر رہے ہیں: یہ ہے بریلویوں کا دین، اور یہ احمد رضا کے پیروکار ہیں۔

جبکہ امام اہلسنت مجدد دین و ملت احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات گواہ ہیں، آپ نے ایسی تمام بدعات و خرافات کا خوب رد فرمایا ہے۔ جس کو خود غیر مقلدین کے علماء نے تسلیم کیا، اور یہاں تک مانا کہ آپ کی تعلیمات پر چلنے والا ہدایت یافتہ اور صراطِ مستقیم پر ہے۔ ملاحظہ ہو، کتاب ”تعلیمات شاہ احمد رضا خان بریلوی“، از غیر مقلد عالم محمد حنیف یزدانی۔ اس کتاب پر متعدد دھابی مولویوں کا تبصرہ اور تصدیق بھی موجود ہے۔ (الفصل ما شهدت به الاعداء)

(مزید: "امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات"، "فاضل بریلوی اور امور بدعت" "کتب ملاحظہ

فرمائیں)

لہذا آپ رضی اللہ عنہ اس فتنے اور گندگی سے بالکل بری ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ مزارات پر حاضری کا طریقہ بیان فرماتے ہیں: "حزار کو نہ

ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز اور سجدہ حرام۔"

(فتاویٰ رضویہ: ۵۲۲/۹، طبع جدید)

ہم یہاں ("جامعہ اشرفیہ" گجرات سے، ۱۸، اپریل، ۲۰۰۶ء) جاری ہونے والا ایک

فتویٰ نقل کر رہے ہیں، جس میں حاضری مزارات کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

الجواب: ۱۔ مزارات کے گرد طواف کرنا، ناجائز، سجدہ تعظیسی کرنا بالاتفاق

حرام اور بوسہ لینے سے بھی اجتناب چاہیے۔

۲: مزارات پر بجائے عرس کے میلے لگانا، ڈھول بجانا اور بھنگڑا ڈالنا سخت حرام

نیز گھڑولیاں اور مورتیاں چڑھانا بھی (جیسے شاہ دولہ دربار پر چڑھائی جاتی ہیں) مشرکین کے

ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے سخت ممنوع اور حرام ہیں۔ شریعت میں ان افعال کی

قطعاً کوئی گنجائش نہیں، ان افعال سے بزرگوں کے ارواح کو ایذا پہنچتی ہے (جس کی وجہ

سے مزارات کے فیوض و برکات کم ہوتے جا رہے ہیں) نیز عین قبر کے اوپر اگر بتی، موم بتی اور

چراغ جلانے سے بھی فقہائے کرام منع فرماتے ہیں۔

۳: مرد حضرات کی موجودگی میں بالخصوص جوان عورتوں کا، وہ بھی بے پردگی کی

حالت میں، اور بغیر محرم کے مزارات کی حاضری دینا سخت ممنوع ہے، لہذا ان کے لیے

بہتر یہی ہے کہ اپنے اپنے گھروں سے ہی ایصالِ ثواب کریں۔

۴: مزارات پر حاضری دیتے وقت اگر ممکن ہو تو قدموں کی طرف سے جائیں، اور منہ کے سامنے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر جتنی ممکن ہوں، آیات تلاوت کر کے صاحب مزار کی روح کو ایصالِ ثواب کرویں، اور ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کریں۔ فقط: واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ ﷺ

کتبہ، المفتی العاون محمد عبدالسلام ہاشمی

بدارالافتاء ”الجامعة الاشرفية“ علی مسجد گجرات۔



باب: ۳۲

”جنت البقیع“ میں نصب شدہ بورڈ کی گمراہ کن عبارات:

جنت البقیع میں (اپریل ۲۰۱۰ء) نیلے رنگ کا ایک بورڈ نصب ہے، جس پر لکھی گئیں، گمراہ کن عبارات میں سے چند یہ ہیں۔

۱: قبر والوں سے کچھ بھی طلب کرنا شرک ہے۔

۲: قبر والوں کے وسیلے و واسطے سے دعا کرنا بدعت ہے۔

۳: قبرستان میں قرآن کی تلاوت سنت رسول کے خلاف ہے۔

۴: قبرستان سے مٹی اٹھانا شریعت کے خلاف ہے۔

پہلی اور دوسری عبارت کا رد، ”فوت شدہ سے مدد“۔ ”فوت شدہ کا

وسیلہ“، عنوانات کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

۳: قبرستان میں قرآن مجید کی تلاوت سنت رسول کے خلاف ہے:

سودی مفسر نے بھی ”وان لیس للانسان الاماسی“۔ (نجم ۱۴) کے تحت

لکھا: ”رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو مردوں کے لیے قرآن خوانی کی ترغیب دی نہ کسی نص سے نہ اشارۃ النص سے رہنمائی فرمائی۔۔۔ رہنمائی فرمائی۔ اسی طرح صحابہ کرام سے بھی یہ عمل منقول نہیں۔ اگر یہ عمل، عمل خیر ہوتا تو صحابہ اسے ضرور اختیار کرتے۔۔۔ البتہ دعا اور صدقہ و خیرات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔ (ص: ۱۳۹۸)

خطباء اہل سنت کی خدمت میں گزارش:

سعودی تفسیر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کے متعلق منکرین کا اصل اعتراض یہ نہیں کہ صدقہ و خیرات کا ثواب مردہ کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ بنیادی طور پر دو اعتراض ہیں،۔۔۔ ایک یہ کہ قرآن خوانی کا ثواب نہیں پہنچتا اور یہ جائز نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ تم نے جس ہیئت کے ساتھ قل، دسواں اور چالیسواں وغیرہ مقرر کر رکھے ہیں یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے منقول نہیں۔

لہذا ایصالِ ثواب کی محافل میں صدقہ و خیرات کا ایصالِ ثواب ثابت کرنے پر سارا وقت اور زور لگانے کی بجائے، انہیں دو باتوں پر زیادہ توجہ دینی چاہیے۔

سعودی تفسیر جو کچھ لکھا یہ سفید جھوٹ ہے اور افتراء ہے۔ یہ مسلمہ اصول ہے کہ جس کام کے متعلق شریعت مطہرہ سے ممانعت اور انکار وارد نہ ہو، اس فعل کو خلاف سنت کہہ دینا، جہالت و حماقت ہے۔

خود لکھا: اپنے طور حرام کر لینا منع ہے۔ (سعودی تفسیر: ۴۱۶، ۴۰۰، ۳۹۷، ۳۹۶، ۵۸۰)

سعودی مفتی ابن باز لکھتا ہے: ممانعت میں کوئی صحیح، صریح نص نہیں آئی۔

(فتاویٰ ابن باز: ۵۳، دارالسلام الریاض)

مزید لکھا: ”اس کی ممانعت کا ثبوت نہیں ملتا“۔ (ایضاً: ۵۰)

ابن باز نے ایک اور جگہ لکھا: ”کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی امت کو دے دی ہے، اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔“ (زیارت مدینہ منورہ: ۳۶، زیر اہتمام پرنسپل ڈپٹی جنرل (وکالہ رسالت عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف)

لہذا ہم مطالبہ کرتے ہیں، کہ فوت شدگان کے لیے اور قبرستان میں قرآن خوانی کو خلاف سنت کہنے والے، وہ ”سنت“ پیش کریں، جس کے یہ عمل خلاف ہے۔ انشاء اللہ! کبھی نہ پیش کر سکو گے۔ عدم وجود یا عدم نقل کو سنت کہنا جہل مرکب ہے۔ تلاوت قرآن کا ایصال ثواب، احادیث مبارکہ:

❖ داما و رسول ﷺ زوج بتول، مولائے کائنات، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرا، اور اس نے اکیس (۲۱) (دنی مدنیۃ: ۱۱) مرتبہ ”قل هو اللہ احد“ پڑھا، پھر اس کا اجر اس قبرستان کے مردو کو بخش دیا، تو اس قبرستان کے جتنے مردے ہیں، اتنی بار پڑھنے کا اس کو ثواب ملے گا۔

(دارقطنی، جمع الجوامع: ۲۳۱۵۲، فضائل سورۃ اخلاص للخلال: ۱۰۲/۱، اللہ کریم القرطبی: ۱۲۸، شرح المصدر: ۳۱۳، کنز العمال: ۲۵۵/۱۵، فردوس الاخبار: ۳۸۴، تفسیر مظہری، روح البیان، رافعی فی تاریخ کذا قال العجلونی فی کشف الخفا: ۳۸۲/۳)

❖ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں داخل ہو، اور یسین پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اہل قبرستان پر تخفیف کر دیتا ہے، اور اس کو مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔

(شرح المصدر: ۳۰۴، اللہ کریم: ۸۰، فردوس الاخبار: ۳۸۴/۱، مظہری)

✽۔۔۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص اور فلق و ناس پڑھ کر ثواب قبرستان والوں کی روح کو پہنچاؤ، بے شک وہ انہیں پہنچے گا، پھر تم کہو کہ اے اللہ اس کو قبرستان والوں کے لیے فضیلت بنا۔

❖۔۔۔ زعفرانی کہتے ہیں میں نے امام شافعی سے سوال کیا کہ قبر پر قرآن پڑھنا کیسا ہے آپ نے فرمایا: ”لا باس بہ“، اس میں کوئی حرج نہیں۔ (الامر بالمعروف والنہی عن المنکر للبخاری: ۱۲۳، شرح الصدور: ۴۰۳)

❁ مشہور حدیث پاک ہے، کہ آپ ﷺ نے دو قبروں پر دو تر شاخیں گاڑیں۔
 دریافت کرنے پر فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہونگیں، ان دونوں کے عذاب میں تخفیف
 رہے گی۔ (بخاری: ۲۱۶، باقی کتب صحاح)

علامہ قرطبی، علامہ سیوطی، علامہ نووی اور دیگر علماء:

نے اس مندرجہ بالا حدیث پاک سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب شاخ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے، تو تلاوت قرآن سے بطریق اولیٰ فائدہ پہنچنا چاہیے۔ (مذکرہ ج ۱، ص ۱۳۱، ۱۳۶۔ الجامع الاحکام القرآن جز ۱۰، ۲۳۰، فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۰۔ عمدۃ القاری جز

۳ ص ۱۱، شرح الصدور، مسلم مع نووی: ۱/۱۳۱، اور دیگر علماء) (سعودی تفسیر، ص ۱۸، ۱۳، ۱۶۹، پر قرطبی۔ اور صفحہ ۹۱۳ پر فتح الباری، کا حوالہ دیا)

اسی لیے کئی اسلاف نے وصیت کی ان کی قبر پر سبز شاخ گاڑی جائے۔ (بخاری، شرح الصدور، طبقات الکبریٰ)

❖ علامہ یحییٰ بن شرف نووی فرماتے ہیں: "استحب العلماء قراءة القرآن عند القبر"، علماء نے قبر کے پاس قرأت قرآن کو مستحب فرمایا ہے۔

(نووی بر مسلم: ۱/۱۳۱، شرح الصدور)

❖ "وان ليس للانسان الا ما سعى"، اور نہیں انسان کے لیے، مگر جو اس نے کوشش کی۔ (النجم: ۳۹)

اس آیت کو قرأت قرآن، کا ثواب نہ پہنچنے کی دلیل بنایا جاتا ہے اس کے چند جواب ہیں۔ ۱: یہ آیت مطلق ہے، اس آیت کو صرف قرأت قرآن کا ثواب نہ پہنچنے کی ہی دلیل کیسے بنایا جاسکتا؟

۲: اور ابھی احادیث بھی گزریں، جن سے تلاوت قرآن کا نفع میت کے لیے

ثابت ہوا۔

۳: جب باقی بدنی اعمال، نماز، روزہ، حج کا ثواب پہنچتا ہے۔ تو علایہ اسلام نے انہیں بدنی اعمال پر قیاس کر کے، قرأت قرآن کا ثواب پہنچنا بھی ثابت کیا ہے۔ ابن قیم اور نواب وحید الزماں نے بھی یہی کہا۔ (آگے آ رہا ہے)

۴: اس آیت کو مفسرین اسلام نے اپنے ظاہر پر تسلیم نہیں کیا، اس کے کئی

جواب دیے ہیں۔

• علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: یہ آیت، (الطور: ۲۱) سے منسوخ ہے۔ (اس پر (النساء: ۱۱) بھی دلالت کرتی ہے، راقم الحروف)

• ربیع بن انس نے کہا: کہ یہ آیت کافروں کے متعلق ہے۔ (الذکر: ۱۳۷/۱۳۸، شرح الصدور)

• وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ: نے بھی اس آیت کے کئی جواب دیے، اور کہا کہ مومن کو، مومن سے مطلقاً، ہر نیکی کا نفع پہنچتا ہے۔ لکھا: ”کہ یہ ضروری نہیں کہ وہ نفع اس کی اپنی سعی سے ہو۔ کیونکہ مؤمنین کے کم سن بچے اپنے آباء کے ساتھ، بغیر اپنی سعی کے جنت میں داخل ہو گئے۔“ (مجموعہ فتاویٰ: ۱۷۳/۲۳۳)

• نواب صدیق حسن نے بھی، ابن تیمیہ کے حوالے سے یہی لکھا ہے۔

(فتح البیان: ۳۶۴/۶)

• نواب وحید الزماں حیدر آبادی نے لکھا: ”کہ اس آیت کے معنی ہیں، کہ کسی کا ایمان دوسرے کو نفع نہیں دے سکتا، اگر وہ خود ایمان نہ لائے۔۔۔ اور یہ آیت (طور: ۲۱) سے منسوخ ہے۔“ (ہدیۃ الہدی)

مزید لکھا: علما کی کثیر جماعت کا موقف ہے تمام عبادات کا ثواب پہنچتا ہے، چاہے وہ نماز ہو، روزہ ہو یا تلاوت ہو وغیرہ وغیرہ۔ (ایضاً: ۱۳/۱)

• علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

جمہور سلف اور ائمہ مجتہدین تلاوت قرآن کا ثواب پہنچنے کے قائل ہیں۔ پھر علامہ المقدسی کے حوالے سے (النجم: ۳۹) کے کئی جواب ذکر کیے۔ ایک یہ کہ قدیم سے مسلمانوں کا یہ معمول ہے، کہ وہ جمع ہو کر مردوں کے لیے قرآن کی تلاوت کرتے

ہیں۔ اس کا کسی نے انکار نہیں کیا۔ اس سے "اجماع المسلمین" ثابت ہوتا ہے۔
 -- ہمارے اصحاب نے جواز کا قول کیا۔۔۔ امام شافعی نے کہا کوئی حرام نہیں۔۔۔ اور
 پورا قرآن ختم کرے تو افضل ہے۔۔۔ امام احمد بن حنبل پہلے انکار کرتے تھے، بعد میں
 جب احادیث پہنچیں تو رجوع کر لیا۔ علامہ سیوطی نے اس کے علاوہ اور روایات و وا
 قعات بھی نقل کیے۔ (شرح الصدور)

یہ سعودی وہابی، خود کو حنبلی کہتے ہیں، مگر تلاوت قرآن کے ایصال ثواب کے
 منکر ہیں، اور اپنے امام کے مسلک سے منحرف ہیں۔

❖..... ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: کہ حافظ شمس الدین عبدالواحد فرماتے
 ہیں: ہر شہر میں مسلمانوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اکٹھے ہو کر اپنے فوت شدگان کے لیے
 تلاوت کرتے ہیں، کبھی کسی نے انکار نہیں کیا، گویا اس پر اجماع ہے۔

(مظہری، ذریعۃ: وان لیس الانسان ارج، تذکرۃ الموتی والقبور: ۴۹)

❖..... امام ابن قدامہ نے مسلمانوں کا تسلسل بیان کر کے، اس پر اجماع نقل
 کیا۔ (المغنی مع الشرح الکبیر: ۴۲۹/۲)

❖..... شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بھی اس کے قائل ہیں۔ (فتاویٰ عزیزی: ۱/۱۷۱)

❖..... شاہ ولی اللہ کے قل شریف پر اکیاسی (۸۱) قرآن ختم ہوئے۔

(ملفوظات شاہ عبدالعزیز: ۸۰۰)

ابن تیمیہ، ابن قیم، شوکانی وغیرہ کی تصریح:

❖..... ابن تیمیہ نے لکھا: "اور قبروں پر وائما تلاوت کرنا سلف میں معروف نہیں

تھا۔۔۔ متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے۔ جب ان کو یہ حدیث پہنچی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ۔۔۔ اور بعض صحابہ نے وصیت کی تھی، کہ ان کے تدفین کے بعد ان کی قبر پر سورہ بقرہ تلاوت کی جائے۔ (دونوں گزر چکی)۔ (ملخصاً، مجموعۃ الفتاویٰ: ۲۳/۱۷۵)

مزید لکھا: میت کو گھر والوں کی قرات، تسبیح و تکبیر اور تمام اذکار کا ثواب پہنچتا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۳/۳۲۳)

ابن قیم: نے عبدالرحمان بن العلاء بن اللہجاء کی مذکورہ بلا رویت کو نقل کیا۔

(الروح: ۱۳)

مزید لکھا: سلف کی ایک جماعت نے وصیت کی وفات کے بعد ان کی قبروں کے پاس قرآن کی تلاوت کرنا۔ عبدالحق نے فرمایا: روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ ان کی قبر کے پاس سورۃ بقرہ کی تلاوت کی جائے۔ (کتاب الروح: ۶۳)

قاضی شوکانی نے لکھا: کہ اہل سنت کے ہاں نماز، روزہ، حج و صدقہ ہو یا قرات، بلکہ ہر نیکی کا ثواب پہنچتا ہے، اور نفع دیتا ہے (پر رسول اللہ نفع نہیں دے سکتے؟)۔

(نیل الاوطار: ۳/۹۹)

معلوم ہوا اس کا منکر اہل سنت نہیں!۔۔۔ جیسے وہابیہ ہیں۔

اسماعیل دہلوی نے بھی تسلیم کیا۔ (مرآۃ المستقیم: ۸۹)

نواب صدیق حسن: نے بھی تلاوت قرآن کے ایصال ثواب کو تسلیم کیا، اور

ابن تیمیہ اور ابن قیم کی طرح لکھا۔ مزید لکھا: ”کہ ہم نے اپنے مشائخ قرا بتداروں کو

دعاء، تلاوت قرآن اور صدقات کا ثواب پہنچایا، اور ہم نے خواب میں دیکھا کہ انہوں

نے اس پر ہمارا شکریہ ادا کیا، اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ ان تک ہمارا نفع پہنچا ہے۔“

(سراج الوہاج، ج ۲، ص ۵۵)

✽۔۔۔ ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں ایسے واقعات نقل کیے۔

(تفسیر ابن کثیر تحت، سورۃ روم: ۵۲)

✽۔۔۔ نواب وحیدالزں حیدر آبادی؛ نے لکھا "اہل حدیث میں سے محققین کا مذہب یہ ہے کہ ہر عبادت بدنہ کا ثواب پہنچتا ہے۔ مثلاً تلاوت قرآن کا بھی۔۔۔ ہمارے شیخ ابن قیم نے کہا: کہ قرآن کی تلاوت بغیر اجرت کے کر کے اسے میت کو ہدیہ کرنے سے ثواب پہنچتا ہے۔ اگرچہ یہ چیز سلف میں معروف نہیں تھی، لیکن دلیل کا یہ تقاضا ہے جائز ہو۔ کیونکہ جب باقی اعمال کا ثواب پہنچتا ہے، تو تلاوت قرآن کا ثواب پہنچنے میں کیا چیز مانع ہے؟۔۔۔ ہماری تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ بعض علماء (دہابیہ) کا یہ کہنا بطل ہے کہ اعمال بدنہ کا ایصال ثواب "بدعت" ہے۔ (بدیع المہدی: ۱۰۸، ۱۰۹)

امام الوہابیہ شیخ نجدی، اور قرأت کا ایصال ثواب:

صالحین و مؤمنین کی قبور اور ان پر بے ہوئے مزارات کو گرانے پر، اپنے دین کی بنیاد رکھنے والے شیخ نجدی نے بھی قرأت قرآن کے ایصال ثواب کو تسلیم کیا۔

✽۔۔۔ ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی نے (نوائد) میں ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا، کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو، اور سورۃ الفاتحہ، الخلاص، الحکاک پڑھے، پھر کہے: کہ میں جو پڑھا، اس کا ثواب اہل مقابر کو بخشا۔ تو اہل قبور اللہ کی بارگاہ میں اس کے شفع ہو گئے۔

✽۔۔۔ عبدالعزیز صاحب الخلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے مرفوعاً

روایت کی، کہ جو شخص مقابر میں داخل ہوا، اور اس نے سورۃ یٰسین پڑھی۔ تو اللہ تعالیٰ اہل قبور کا عذاب ہلکا کر دے گا، اور مردوں کی تعداد کے برابر اس کی نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (احکام جنس الموت، ملا شیخ نجدی، المکتبۃ الامدادیۃ، مکتبۃ المکتبۃ، باب المعرة)

ابن تیمیہ کی موت پر ختم قرآن، اور چوم کر برکت حاصل کرنا:

علامہ ابن کثیر اپنے استاد، ابن تیمیہ کی موت کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قبل غسل ختم (قرآن) پڑھے گئے۔ مردوں کی جماعت نے دیکھ کر اور چوم کر برکت پائی۔ پھر عورتوں کی جماعت آئی، اس نے بھی ایسا ہی کیا (کیا بات اے!)۔

پھر غسل دیا گیا، عقیدت مندوں نے غسل کا بچا ہوا پانی پی لیا، اور پتے چبالے۔ پھر بعد غسل بھی بہت قرآن ختم کیے گئے۔ پھر کئی دن تک قبر کے پاس بھی یہی کچھ ہوتا

رہا۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۳/۵۵۲، ۵۵۳)

وہابی علماء کے مزید حوالہ جات:

عبداللہ روپڑی: مرنے والے کو قرآن کا ثواب پہنچتا ہے۔

(فتاویٰ احمدیہ: ۱۳۵/۶۷۶)

ابوالبرکات احمد: قرآن خوانی کے لیے طلباء اور مولویوں کو گھر بلانا، الگ الگ سپارے پڑھنا، ان کے لیے کھانا پکانا اور دعا کروانا،۔۔۔ گھر والوں کا ان کو معاوضہ دینا، یہ خدمت ہے بدعت نہیں۔ (فتاویٰ برکاتیہ: ۱۹۳)

نذیر حسین دہلوی: متاخرین علماء اہل حدیث میں سے علامہ محمد بن اسماعیل امیر نے سبل السلام میں۔۔۔ قاضی شوکانی نے نبل الاطار میں اسی کو حق کہا ہے۔ (فتاویٰ

نذیریہ: ۴۴۱) (مزید حوالہ جات: فتاویٰ ثنائیہ: ۳۹/۲، فتاویٰ علمائے اہلحدیث: ۳۳۶/۵، کتاب التہذیبات: ۸۷)

سعودی حکومت کا ریزہ خوار، پاکستانی وہابی مولوی تو صیف راشدی، جو انتہائی درجے کا منہ پھٹ اور فتنہ عظیم ہے۔ بلکہ ہے: ”کہ قبروں پر بیٹھ کر قرآن پڑھنے والی، بدترین مخلوق ہے قیامت کے دن“۔ (عنوان تقریر ”شہباز قلندر کے مزار کا حج“)

لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ وَالظَّالِمِينَ وَالْمُفْسِدِينَ!

ظلم کی انتہا ہے، کہ جس کام کی نبی کریم ﷺ نے تعلیم دی، صحابہ کرام اور دیگر ائمہ اسلام (خود نجدیوں کے اکابرین) نے مستحب قرار دیا۔ اسی کام کو ان لوگوں نے خلاف سنت، اور عمل کرنے والوں کو بدترین مخلوق کہا۔ استغفر اللہ! حالانکہ کافروں کے متعلق آیات کو مسلمانوں پر لگانے کی وجہ سے یہ ٹولہ خود بدترین مخلوق ہے۔

چونکہ خود ان کے اکابرین نے بھی جائز کہا ہے۔ لہذا انصاف کا تقاضا یہ ہے، کہ پہلے اپنے مولویوں کو بدترین مخلوق کہا جائے۔

ہاں کہو! کہ قبروں کے پاس تلاوت قرآن کو جائز لکھنے والے، ابن تیمیہ کی میت کے پاس، اور قبر پر ختم قرآن کرنے والے، اور ابن کثیر اس کو جائز سمجھ کر، بغیر تردید کے نقل کرنے والے، اور دوسرے اکابرین وہابیہ ابن قیم، نواب صدیق، وحید الزماں، قاضی شوکانی وغیرہ نسب بدترین مخلوق ہیں۔

تاکہ ہوش ٹھکانے آجائیں!۔

قبر کے اندر بھی تلاوت قرآن:

نجدی مولوی زندوں کو قبر کے پاس قرأت قرآن سے منع کرتے ہیں، لیکن اللہ

تعالیٰ کو تو فوت شدگان کا قبروں کے اندر بھی یہ عمل پسند ہے، اور وہ بعض کو اس کی توفیق اور طاقت عطا فرماتا ہے۔

..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ ایک شخص نے لاعلمی میں ایک قبر پر خیمہ لگا دیا۔ اس قبر سے ایک انسان کے سورۃ ملک پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔ حتیٰ کہ اس نے اس کو ختم کر لیا۔ وہ آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس گیا، اور آپ کو اس کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا: یہ سورۃ ملک المانعہ اور المنجیہ ہے۔ یعنی یہ عذاب قبر کو روکنے والی اور اس سے نجات دینے والی ہے۔ (ترمذی: ۲۸۹۰، شعب الایمان: ۲۵۱۰)

..... علامہ خلال نے ”کتاب السنہ“ میں اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا: کہ مؤمن کو قبر میں ایک مصحف دیا جاتا ہے، جس کو وہ دیکھ کر پڑھتا ہے۔ (شرح الصدور)۔ (”فیضانِ حراراتِ اولیاء“ ترجمہ ”کشف النور“، مکتبۃ المدینہ۔ ملاحظہ کریں)

..... حضرت عاصم سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ہم نے بلخ میں ایک قبر کھودی، تو اس میں سوراخ ہو گیا، جب اس میں دیکھا، تو ایک شیخ سبزے سے ڈھکے ہوئے، تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔ (سبحان اللہ!)۔ (ایضاً)

ہم کن لوگوں کی اتباع کریں؟۔۔۔ ان مٹھی بھر اور گمراہ نجدیوں کی، یا کہ ان سلف الصالحین کی، جن کے طریقے کو قرآن کریم نے صراطِ مستقیم کہا؟
۴: کیا قبرستان سے مٹی اٹھانا شریعت کے خلاف ہے؟

یہ ”جنت البقیع“ میں نصب شدہ بورڈ کی، چوتھی (۴) عبارت ہے۔

ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ قبرستان سے مٹی اٹھانا، شرع شریف کی جس نص کے خلاف ہے، ہمارے نجدی مل کر وہ نص پیش کریں۔ نہیں تو اس فتوے کو بھی اپنی بدعات

مذموہ میں شامل کر لیں۔

قرآن پاک میں ہے: ”فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنَ الرُّسُلِ فَبَذْتُهَا“، میں نے اللہ کے بھیجے ہوئے کے نقش قدم سے ایک مٹھی (مٹی) بھر لی، اسے اس (پھڑے کے منہ) میں ڈال دیا۔ (۹۶: ۵)

یہ سامری تھا، جس نے حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں سے، مٹی کی ایک مٹھی بھر لی، اور اسے بے جان پھڑے کے منہ میں ڈال دیا، تو وہ ایک قسم کی آواز نکالنے لگ گیا۔

یہ ہے اللہ والوں کی سواری کے قدموں کے ساتھ لگنے والی مٹی کا اثر، تو خود ان کے اپنے قدموں سے مس ہونے والی مٹی کی برکت کا عالم کیا ہوگا؟
 ❖ امام بخاری کی قبر کی مٹی سے بدلتوں مشک کی مہک آتی رہی، اور عرصہ دراز تک لوگ دور دور سے آکر قبر کی مٹی بطور تمک لے جاتے رہے۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ۴۴۲، حدی الساری: ۴۸۴، مع فتح الباری: ۱)

ان منکرین تمکات کا امام بخاری سے کیا تعلق؟ اگر اس وقت یہ لوگ ہوتے، تو ان مسلمانوں کو مشرک اور قبر پرست، اور ”قبر“ کو بت قرار دے کر بلڈوز کر دیتے!
 ❖ امام محدث حافظ ضیاء مقدسی، (الحکایات المسموۃ) میں فرماتے ہیں: کہ حافظ عبدالغنی مقدسی حنبلی کے پھوڑا نکل آیا، جب علاج معالجہ سے مایوس ہو گئے، تو شفاء کے حصول کے لیے ”امام احمد بن حنبل“ کی قبر سے ملا، تو وہ پھوڑا درست ہو گیا۔

❖ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر شریف سے شفا حاصل کی جاتی ہے۔ (اکمال فی اسماہ الرجال: ۵۸۶)

ابن تیمیہ کی قبر کی مٹی سے شفاء، وتمرک حاصل کرنا:

پچھلے اوراق میں گزر چکا ہے، کہ ابن تیمیہ کے مرنے کے بعد، اس کی زیارت کر کر کے، اور چوم کر برکت حاصل کی گئی۔ (البدایہ والنہایہ، ۱۳/۵۵۳، ۵۵۴)

قبور صالحین کو بت اور شرک کے اڈے قرار دینے والوں کی، اپنے بڑوں کی قبور سے عقیدت اور ان کی مٹی کی تاثیر کا عقیدہ ملاحظہ کریں۔

..... ابو العباس احمد بن علاؤ الدین بیان کرتے ہیں: کہ غلی بن عبدالکریم بغدادی کی لڑکی کو مرض مد لاق ہو گیا۔ اسے خیال آیا کہ ابن تیمیہ کی خاک تربت لڑکی کی آنکھوں میں ڈالے۔ چنانچہ وہ قبر پر گیا، وہاں ایک اور بغدادی اسی مقصد کے لیے خاک جمع کر رہا تھا۔ اس کی عقیدت اور بڑھ گئی، اس نے خاک لی، بچی کی آنکھ میں ڈالی، بچی دوسری صبح کو تندرست ہو کر اٹھی۔ (امام ابن تیمیہ: ۹۹، از برق۔ الرد الوافر لانا صرالدین الدمشقی: ۱۳۵، ۱۳۶، تموزے اختلاف سے)

..... مجد الوہابیہ نواب صدیق بھوپالی، قاضی شوکانی سے اپنی شدت عقیدت کا یوں اظہار کرتے ہیں: ہمارے شیخ اور (مرنے کے بعد بھی) ہماری برکت، امام شوکانی۔۔۔ (السراج الوہاج: ۲۸۷)

..... اس طرح کا ایک واقعہ مولوی یعقوب دیوبندی کی قبر کی مٹی سے شفا حاصل ہونا، اور پھر صاحب قبر کا شفاء کو روکنے اور عطاء کرنے پر قادر ہونا، دیوبند کے مجدد اثر فاعلی تھانوی نے بھی بیان کیا ہے۔ (ارواح ۱۵: ۳۰۲)

..... جبکہ دوسری طرف سعودی مفتی ابن باز کہتا ہے: نبی کریم ﷺ سے، بیماری سے شفاء کا سوال کرنا شرک ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ، ص ۷۷، دکانہ رسالہ عامہ)

❖ جبکہ عیسیٰ علیہ السلام خود آفر کرتے: آؤ! میں تمہیں شفا دوں۔ (آل عمران: ۴۹)

❖ حضرت یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کے لیے، خود اپنی

قمیص بھیجی کہ اس کو آنکھوں پر ڈال دینے سے شفاء حاصل ہوگئی۔ (یوسف: ۹۲)

صحابہ کرام ہر طرح کی بیماریوں سے شفاء کے لیے دافع البلاء والوباء کی خدمت میں التجاء کرتے، اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے شفاء عطا فرمادیتا۔

گویا جو بات شریعت محمدیہ سے ثابت ہو، وہ ان کے دھرم میں شرک ہے؟



باب: ۳۳

کیا آثار و تبرکات صالحین کو مٹا دینا، منشاء توحید ہے؟

سعودی مفسر نے صالحین کے تبرکات و آثار کے متعلق لکھا: ”کہ آثار صالحین کو مٹا دینا تو ہین نہیں، جیسا کہ اہل بدعت، قبر پرست باور کراتے ہیں، بلکہ منشاء توحید ہے۔ (استغفر اللہ!۔۔۔ اس لیے کہ وہ شرک کا ذریعہ بن گیا تھا۔)۔ (ملخصاً: ۸۷۳)

جیسے ایک نجدی مولوی لکھتا ہے: ”قبروں کے قبے منہدم کرنا توحید الوہیت کا تقاضا تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی۔ (امام محمد بن عبد الوہاب کی دعوة اور علماء اہل حدیث کی مساعی: ۴۱، مطبوعہ ریاض)

ہم کہتے ہیں کہ بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی امت کے صالحین کے آثار و تبرکات شرک کا ذریعہ نہیں، بلکہ حصول رحمت و مقاسد کا ذریعہ بنتے ہیں۔

اور ان کا ادب کر کے لوگ مشرک نہیں، بلکہ اللہ کے مقرب اور بامراد بنتے ہیں۔ کیونکہ ان کی لہنتوں کا ادب دل و روح کی طہارت و پاکیزگی اور پرہیزگاری کا

سبب ہے۔ (ج: ۳۲) ان کی بے ادبی نری خواری اور دنیا و آخرت کا خسارہ، اور منافقت و حماقت کی علامت ہے۔

❖ علامہ نووی، قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے لکھتے ہیں: ہر زمانے میں مسلمان، قبر نبوی ﷺ کی زیارت اور ”آثار صحابہ“ سے ”برکت“ لینے کے لیے، مدینہ شریف کا سفر اختیار کرتے رہے ہیں۔ (نووی بر مسلم: ۸۳/۱)

❖ حافظ عراقی، اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں: کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارکہ کو بطور تبرک بوسہ دینے کو جائز قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: کہ جب ابن تیمیہ نے دیکھا تو تعجب کیا، علانکہ اس میں تعجب والی کون سی بات ہے؟۔۔۔ ہمیں تو یہاں تک روایت پہنچی کہ امام ابن حنبل نے وہ پانی بطور تبرک پیا، جس میں امام شافعی کی قمیص دھوئی گئی۔ (فتح التعل)

❖ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا: ”اذہبوا بقمیصی هذا“۔ (یوسف: ۹۳) میری قمیص لے جاؤ۔

❖ امام نسفی لکھتے ہیں: اس (اصحاب کہف کی مسجد) میں مسلمان نماز پڑھتے ہیں، اور ان کی جگہ (مزار) سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ (مدارک بر حاشیہ فاذن: ۲۰۶/۳)

❖ خود سعودی مفسر نے لکھا کہ امام شوکانی نے کہا اصحاب کہف کے پاس مسجد بنانے کا ارادہ کرنے والے مسلمان تھے۔ (ص: ۸۰۵، تحت، الکہف: ۲۱)

ظاہر ہے کہ وہ مسلمان ان صالحین کے قرب سے برکت لینا چاہتے تھے۔

مدینہ طیبہ، طور سینہ، قبر موسیٰ اور مولد عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سفر:

✽..... علامہ اسماعیل حق لکھتے ہیں: ”انہ علیہ السلام نزل عند قبرہ فصلی

ر کعتین“۔ شب اسرائی کے دولہا ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کے مزار اقدس کے پاس

دو رکعات نماز پڑھی۔ (روح البیان: ۲/۳۹۵، مسلم: ۶/۲۳۷)

✽..... سفر معراج کے دوران جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے چار (۴) جگہ

عرض کیا، کہ براق سے اترے اور نماز پڑھیے!، پھر جبریل پچھل سوال کرتے رہے: کہ کیا

آپ جانتے ہیں، آپ نے کس جگہ نماز پڑھی ہے؟۔۔۔ پھر خود ہی پہلی دفعہ عرض کی:

”صَلِّتْ بِطَيْبَةٍ“ جہاں آپ نے نماز پڑھی، یہ آپ کا دارِ ہجرت مدینہ طیبہ ہے۔

تھوڑے سفر کے بعد عرض کی ”صَلِّتْ بطورِ میناء“ یہ طور سینہ ہے جہاں

آپ نے نماز پڑھی۔

پھر عرض کی: ”صَلِّتْ بَيْتَ الْحَمِّ حَيْثُ وُلِدَ عِيسَى“ یہ بیت الحم ہے،

جہاں عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد ہوا۔ (نسائی: ۸/۷۸۔ طبرانی کبیر: ۷/۲۸۳۔ مجمع الزوائد: ۷/۷۳۱۔ مسند شامین

: ۹۳/۱۔ مسند یزید: ۸/۳۱۰۔ ابن کثیر: ۷/۷۳)

معلوم ہوا کہ مزارات صالحین اور مقدس مقامات کی طرف، وہاں نماز ادا

کر کے یا صرف حاضری دیکر، برکت کے حصول کے لیے خصوصی اہتمام اور ارادے

سے سفر اختیار کرنا، آپ علیہ السلام اور جبریل علیہ السلام کی سنت، اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔

سعودی مفتی ابن باز اور محمد بن صالح جھوٹ لکھتے ہیں: جہاں نبی کریم ﷺ

بیٹھے یا نماز پڑھی، صحابہ کرام برکت کے لیے کبھی بھی وہاں نہیں گئے۔ (تحفۃ المسلم

: ۷۶، سعودیہ)

حالانکہ متعدد احادیث میں مذکور ہے، کہ صحابہ کرام ایسی جگہیں تلاش کر کے

برکت حاصل کرتے۔ (بخاری: ۶۰/۱، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳)

خاندانی برکت:

• صحابی رسول ﷺ اُسید بن حفیر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ، اور یہ جملہ آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ جب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم ہونے کی وجہ سے آیت تہتم نازل ہوئی۔ تو اُسید بن حفیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ”ماہی باؤل بروکتکم یا الہی ابی بکر“، ”اے آل ابوبکر یہ کوئی تماری پہلی برکت تو نہیں!“۔

اور یہ جملہ پہلے سے بھی بڑھ کر ہے: ”لقد بارک اللہ للناس فیکم یا الہی بکرماتکم الا بروکۃ لہم“۔ (بخاری، کتاب التفسیر، مائدہ) ”اے آل ابوبکر اللہ تعالیٰ نے تم میں لوگوں کے لیے برکت رکھ دی ہے، تم ان کے لیے برکت ہی برکت ہو!“۔

سبحان اللہ العظیم!

آج سوائے منی کے یہ جملہ کس کی زبان پر چٹا اور بچتا ہے؟

اسی طرح حضرت عمر کا، حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو وسیلہ بنانا، بھی خاندانی برکت حاصل کرنے کے لیے تھا۔

منکرین اور خشک مزاج لوگ کہتے ہیں: خاندانوں میں کیا پڑا ہے؟۔۔۔ آل رسول ﷺ ہونا کچھ باعثِ شرف نہیں، صرف عمل ہی باعثِ فضیلت ہے۔

عملوا الصالحات کی اہمیت کا کوئی منکر نہیں، یہ دعویٰ کرنے والا خود بھی کبھی یہ پسند نہیں کرے گا، کہ اپنی بیٹی کا رشتہ کسی نیک سیرت ”مسلم شیخ“ (مسلی) کو دے دے۔

وسیلہ بننے والی ذات کا بھی کمال ہوتا ہے: (ایک دوسرے کے کارو)

یہ بھی پتہ چلا کہ جس شخصیت کے توہل سے کوئی نعمت ملے، کوئی نفع حاصل ہو، اس کا بھی کچھ مقام اور کمال ضرور ہوتا ہے۔

✽..... نبی کریم ﷺ نے انصار صحابہ کرام سے فرمایا: تم گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے میرے وسیلہ سے تمہیں ہدایت نہیں دی؟۔۔۔ تم بکھرے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے وسیلہ سے جمع نہیں کیا؟۔۔۔ تم محتاج تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے غنی نہیں کیا؟، انہوں نے عرض کی ہم پر اللہ و رسول ﷺ کا بڑا فضل ہے۔ (بخاری: ۲۶۰۲)

✽..... حضرت ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ عنہ صحابی نے فرمایا: ”ان اللہ یغنیکم او نعشکم بالاسلام وبمحمد ﷺ“، ”اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام اور محمد ﷺ کے ذریعے سے غنی اور بلند کر دیا ہے“۔ (بخاری: کتاب الاعتصام)

جیسے نجدی مفسر نے لکھا: ”یہ اس شخص کا تعارف ہے، جسکے ذریعے سے یہ کام ظاہری طور پر انجام پایا“۔ (ص: ۱۰۵۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هل جزاء الاحسان الا الاحسان“۔ (الرحمان: ۶۰)

✽..... سرور کائنات ﷺ کا فرمانِ ذیشان ہے: ”من لم يشكر الناس لم يشكر الله“، ”جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بھی نہیں ہو سکتا“۔

(ترمذی: ۱۹۵۳، ابوداؤد: ۴۸۱۱، الادب المفرد: ۳۱۸)

یہاں بندگانِ خدا کی شکرگزاری کو پہلے ذکر کیا گیا، اگر کسی کا کمال ہی کوئی نہیں، تو پھر شکر کیا؟۔

معلوم ہوا کہ بندوں کے کمالات اللہ تعالیٰ کے ہی عطاء کردہ ہوتے ہیں، مگر

باوجود اس کے، ان کے کمالات تسلیم کرنا، ان کی تحسین کرنا یہ احسان کا بدلا ہے، اور یہ تعریف و توصیف درحقیقت اس عطاء کرنے والے کی ہی بالواسطہ حمد و ثنا ہوتی ہے۔

جیسے منکرین شان رسالت، وجل سے کام لیتے ہوئے یہ کہہ کر کمالات نبوت و ولایت کا انکار کر دیتے ہیں، کہ جی یہ تو معجزہ اور کرامت تھی، کون سا ان کا کوئی ذاتی کمال ہے۔ (ص ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۱۰۵۳)

اور دوسری طرف منافقت کی حد یہ ہے، کہ اپنے ملاؤں کے کمالات دکھلا کر عوام کو گمراہ کرنے لیے، ان کی سیرت اور سوانح حیات پر کئی کئی جلدوں میں کتابیں لکھ ماریں۔ بلکہ ان کی کرامات کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ جیسے عبدالمجید سوہدروی غیر مقلد نے ”کرامات اہل حدیث“ کے نام سے کتاب لکھی۔

اور شیخ نجدی کی شان بیان کرنے کے لیے، اس کی شرک کے فتوؤں اور مسلمانوں کو مشرک بنانے کی تحریک کا آپ ﷺ کی نبوت و تبلیغ سے مقابلہ کروایا۔ کہ جو کام رسول اللہ نے کیا تھا، وہی ہمارے شیخ نجدی نے کر دیکھایا۔ (ص ۱۲۹۳)

۔ ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی عشق کے بدلے عداوت کیجیے!

کرامات اولیاء کے انکار کی وجہ:

نجدی حضرات اصل میں کرامات اولیاء کے منکر ہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ بالخصوص قرون ثلاثہ کے بعد کے اولیاء کرام کی کرامات کا انکار کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں، جس کے لیے سعودی جتنے تو صیف راشدی وہابی کے بیانات سنے جاسکتے ہیں۔ صرف معزلی ہونے کے الزام سے بچنے کے لیے، بظاہر اقرار کرتے ہیں۔ وہ بھی

اس طرح کہ معجزہ و کرامت نبی ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔

❦۔۔۔۔۔ اس انکار کی حقیقی وجہ سیدنا علامہ دلہی علیہ الرحمۃ ”شرح مقاصد المقاصد“ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں: کرامات کا انکار بدعتی لوگ ہی کرتے ہیں، اور ان کا انکار کوئی عجیب بات نہیں، کیونکہ عبادت و ریاضت بجالانے اور گناہوں سے اجتناب کی کوشش کے باوجود نہ انہیں کوئی کرامت حاصل ہوئی، اور نہ ہی ان کے بڑوں کو یہ دولت ملی، تو (حسد کی وجہ سے) بدعتی لوگ اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ پر اعتراضات کرنے کی آفت میں مبتلا ہو گئے، ان کے گوشت نوچنا اور کھال کھینچنی شروع کر دی۔ یہ لوگ اس بات سے جاہل ہیں کہ ولایت کے معاملہ کا مدار عقیدہ کی درستی، باطن کی صفائی، طریقت کی پیروی اور حقیقت کے انتخاب پر ہے، (اور یہ نعت کسی گمراہ فرقے والے بدعتیہ شخص کو حاصل نہیں ہو سکتی)۔ (جامع کرامات اولیاء: ۲۹۱، علامہ یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ)

سیدنا فاروق اعظم کا تبرکات کے متعلق عقیدہ:

آپ رضی اللہ عنہ نے، مقام (۱) غار) ابراہیم کو مصلیٰ بنانے کی چاہت کی، تو اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرما دیا: ”وَالْعَبْدُ الْاِمَامُ اِبْرَاهِيْمُ مَصْلٰی“، اور ابراہیم کے کھڑے ہونے (پاؤں) کی جگہ کو جائے نماز بنالو“۔ (بقرہ: ۱۲۵۔ بخاری: ۵۸۱)

اب لگاؤ فتویٰ! عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور قرآن کریم پر، جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کی یادگار کو ہمیشہ کے لیے محفوظ ہی نہیں کیا، بلکہ عین حالت نماز میں اس کی تعظیم کا بھی حکم دیا۔

واللہ! اگر تمہارے بس میں ہوتا تو اسے بھی کئی آثار اسلام کی طرح، ضرور

اکھاڑ سکتے۔ مگر اللہ عزوجل نے قرآن میں اس کا ذکر کر کے اس کی حرمت کو قیامت باقی کر دیا۔

وہابیوں پر سوال، نماز میں تعظیم تبرکات، حضرت عمرؓ پر بہتان:

عین نماز کی حالت میں مقام ابراہیم کی تعظیم کرنے سے آدمی مشرک کیوں نہیں ہوتا؟۔۔۔ اور اگر وہی مسلمان کسی اور جگہ، اسی عقیدے کے ساتھ، کسی اور تبرک یا قبر کی تعظیم کرے۔ تو وہ ”آثار و قبر“ شرک کا سبب، اور وہ بندہ مشرک کیوں ٹھہرتا ہے؟۔

اور جب مقام ابراہیم کی تعظیم سے نماز میں شرک و فساد نہیں آتا، تو نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم سے شرک و فساد کب ہوگا۔ جیسے اسماعیل دہلوی کی مشہور بدعت ہے۔ (مراط مستقیم)

پھر قرآن، سنت اور عمل صحابہ و سلف سے تبرکات کی فضیلت و اہمیت کے بیان و ثبوت کو نظر انداز کر کے، بغیر کسی واضح دلیل کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہتا: کہ آپ نے بیعت رضوان والا درخت اس لیے کٹوایا تھا، کہ آپ تبرکات کو شرک کا سبب سمجھتے تھے، آپ پر بہتان اور محض بدگمانی ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے، سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ وہ فرماتے تھے: میں نے اس درخت کو دیکھا پھر ایک سال بعد وہاں گیا، تو اس درخت کو نہیں پہچان سکا۔ (بخاری: ۴۱۶۲، ۴۱۶۳، ۴۱۶۴، ۴۱۶۵، مسلم: ۱۸۵۹)

معلوم ہوا اس درخت کو کاٹا نہیں گیا تھا، بلکہ صحابہ پر مشتبہ ہو گیا تھا۔

حضرت عمر کے اس درخت کو کاٹنے کے متعلق جو روایت پیش کی جاتی

ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ۷: ۷۶۳) اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ ابن سعد کے شیخ، عبدالوہاب بن عطاء حدیث صحیح کے روای نہیں ہیں، ان پر کافی تنقید اور جرح کی گئی ہے۔

جس روای کے متعلق کہا گیا ہو کہ وہ قوی نہیں، شدید وہمی ہے، روایت میں خطا کرتا ہے، ضعیف الحدیث اور مضطرب تھا، جھوٹ بولتا تھا، متروک الحدیث تھا۔ اس کی رویت کس طرح صحیح ہو سکتی ہے۔۔۔ پھر بخاری و مسلم کے مقابل ابن سعد کی یہ روایت کب معتبر ہو سکتی ہے؟۔ (تبیان القرآن ۱۱: ۲۵۱)

لہذا بخاری بخاری کا ورد کرنے والوں کو بخاری سے اعراض کرتے حیا کرنی چاہیے۔

تبرکات کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مزاج آپ پڑھ چکے، کہ آپ کی تمنا پر مقام ابراہیم کو جائے نماز بنایا گیا۔ یہ آپ کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ اور پوتے سالم رضی اللہ عنہما مکہ جاتے ہوئے ان جگہوں کو تلاش کر کے نماز پڑھتے جہاں محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھی ہوتی۔ (بخاری: ۴۸۳)

سچ ہے:

بے عشق نمی جو بھی پڑھتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو، نہیں آتی بخاری!

تبرکات اور سعودی تفسیر: (تضاد)

سعودی تفسیر میں ان مقامات پر تبرکات و برکات کا ذکر کیا گیا۔

۱: "ان یمسککم العاصیوت"۔ (بقرہ: ۱۲۸) کے تحت لکھا: انہما و صالحین کے تبرکات

یقیناً باذن الشاہیت و افادیت رکھتے ہیں۔ (ص: ۱۰۵)

دوسری جگہ لکھا: کہ یہ شرک کا سبب ہوتے ہیں، ان کو مٹانا مقشاء تو حید ہے۔ (ص: ۸۷۳)

۲: ”فہ رجال“۔ (توبہ: ۱۰۸) کے تحت لکھا: صالحین کی معیت میں نماز پڑھنا مستحب

ہے۔ (ص: ۵۵۰)

جیسے: ”لتتعلمن علیہم مسجداً“۔ (کھف: ۲۱) کے تحت لکھا: قاضی شوکانی نے

اس رائے کو ترجیح دی کہ اصحاب کھف کے پاس مسجد بنانے والے مسلمان تھے۔ (ص: ۸۰۵)

یقیناً ان کا مقصد برکت حاصل کرنا تھی۔ یہی رائے ان تفسیروں میں ہے۔

(مدارک بر حاشیہ خازن: ۲۰۶/۳، تفسیر مظہری: ۲۳/۶، تفسیر کبیر: ۱۰۵/۲۱، معارف القرآن: ۴۰۵/۳، تہذیب القرآن:

۵۷۵/۴، جواہر القرآن: ۶۵۶/۲)

۳: ”البلد امناً“۔ (ابراہیم: ۳۵) کے تحت لکھا: ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت

سے آج بھی مکہ شریف میں امن قائم ہے۔ (ص: ۷۰۶)

۴: ”ہر کنا حوله“۔ (بنی اسرائیل: ۱) کے تحت لکھا: بیت المقدس کا ماحول۔۔۔ اور

انبیاء کا مسکن و مدفن ہونے کے لحاظ سے ممتاز ہے، اس لیے اسے بابرکت فرمایا گیا ہے۔ (ص: ۷۶۵)

۵: ”فلا خلع نعلیک“۔ (طہ: ۹۲) کے تحت لکھا: یہ حکم وادی کی تعظیم کے لیے تھا، یا اس

لیے کہ وادی کی پاکیزگی (و برکت) کے اثرات ننگے پیر ہونے کی صورت میں موسیٰ علیہ السلام کے

اندروز زیادہ جذب ہو سکیں۔ (ص: ۸۵۵)

لکھا: ”اور بنی اسرائیل کو بابرکت زمین کا وارث بنادیا“۔ (ص: ۱۳۲۲)

۶: عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”وجعلنی مبارکاً این ما کنت“۔ (مریم: ۳۱) کے

تحت لکھا:۔۔۔ یا لوگوں کے لیے نافع، (ہوں)۔ (ص: ۸۳۹)۔۔۔ جیسے فرمایا: میں اندھوں

اور کوڑھی کو شفاء دیتا ہوں۔ (آل عمران: ۴۹)

لیکن سعودی مفتی ابن باز کہتا ہے: نبی کریم ﷺ سے بیماری سے شفا کا سوال کرنا

شرک ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۱۷، وکالتہ رماستہ عامہ، الرياض)

۷: ”انور الرسول“، (طہ: ۹۶) کے تحت لکھا: جس سے ظاہری طور پر روحانی برکات کا مشاہدہ بھی کیا گیا۔ (ص: ۸۷۳)

شکر ہے خارجیوں نے یزرگوں کی روحانی برکات کو مان لیا۔

۸: ”وبارك فيها“۔ (حم السجدة: ۱۰) کے تحت لکھا: یہ زمین کی برکت ہے کثرت خیر کا نام ہی برکت ہے۔ (ص: ۱۳۳۳)

”انا اعطيتك الكوثر“، کے تحت لکھا: ”ابن کثیر نے ”خیر کثیر“ کے معلوم کو ترجیح دی ہے۔۔۔ اور آپ کا رفع و دوام ذکر، اور آخرت کا اجر و ثواب، سب ہی چیزیں ”خیر کثیر“ میں آجاتی ہیں۔ (ص: ۱۷۴۹)

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو برکتوں کے خزانے عطا فرمادیے ہیں۔

۹: ”وابعتهم فريتهم“۔ (طور: ۲۱) کے تحت لکھا: یہ تو اللہ تعالیٰ کا وہ احسان ہے جو اولاد پر آباء کے عملوں کی برکت سے ہوگا، جیسے اولاد کی دعا سے والدین کا درجہ جنت میں بلند ہوتا ہے۔ (مسند احمد: ۵۰۹/۲)۔ (ص: ۱۴۸۵)

۱۰: ”ليلة مباركة“۔ (الدخان: ۳) کے تحت لکھا: اس (رات) کے بارگاہ ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے، کہ ایک تو اس میں قرآن کا نزول ہوا۔ دوسرے، اس میں فرشتوں اور روح الامین کا نزول ہوتا ہے۔ (ص: ۱۳۹۶)



سعودی نجدیوں کا اسلامی یادگاریں اور تہذیب کا مٹانا:

سعودی مفتیوں نے لکھا ہے: غار ثور، غار حراء اور دیگر اسلامی یادگاروں کی تعظیم

اور احترام کرنا شرک کا سبب ہے۔ (فتاویٰ علماء البلد الحرام: ۱۰۲۷/۸)

ایک نجدی لکھتا ہے: ”قبروں کے قبے منہدم کرنا توحید الوہیت کا تقاضا

تھا، جس کے لیے تخلیق ہوئی“۔ (شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علماء اہل حدیث کی

مسائل: ۴۱، الریاض)

کویت کے سابق وزیر اوقاف سید یوسف بن سید ہاشم رفاعی نے لکھا ہے

کہ ”مدینہ یونیورسٹی“ میں ایک بے باک نجدی، ”مقبیل بنی ہادی الوداعی“ نامی شخص نے

”حول القبة المہنبة علی قبر الرسول“ کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے، جس میں اس

نے ”قبر مبارک“ کو بدعت کبیرہ قرار دے کر اسے ملیا میٹ کر دینے کا مطالبہ کیا، جس پر

نجدی سعودی مولویوں نے اسے پی ایچ ڈی کی ڈگری جاری کی ہے۔

(نصیحۃ لاخوان علماء نجد: ۲۷)

سعودیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس پر سلام کرنا منع

ہے۔ (بدیۃ المستفید: ۷۰۴/۱)

انہیں اعتقادات کی بنا پر ۱۹۲۵ء میں حرمین کریمین پر ظلم و جبراً قبضہ کرنے کے

بعد ان نجدی لٹیروں (سعودی عوام میں یہ بات مشہور ہے، کہ شاہ عبدالعزیز بہت بڑا ڈاکو تھا) نے

باوجود اسلامی ممالک سے معاہدہ کرنے کے، وقفے وقفے سے تمام آثار اسلامیہ کو منہدم

کر دیا۔ حتیٰ کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مقدس کو بھی ۱۹۹۸ء میں بلڈوز کر دیا گیا۔

انہیں مظالم اور بیہودگیوں کے متعلق شورش کاشمیری اپنے جذبات و دکھ کا اظہار اس طرح کیا: ”سعودی عرب نے عہد رسالت کے آثار، صحابہ کرام کے مظاہر اور اہل بیت کے شواہد اس طرح مٹا دیے ہیں کہ جو چیزیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر محفوظ کرنی چاہیے تھیں، وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر محو کر دی گئی ہیں۔

کہیں کوئی کتبہ یا نشان نہیں۔۔۔ حکومت کے نزدیک ان آثار و نقوش اور مظاہر و مقابر کا رکھنا بدعت ہے، عقیدہ کے منافی ہے، سنت رسول کے خلاف ہے۔۔۔ لیکن عصر حاضر کی ہرجات، جدہ ہی نہیں پورے حجاز میں ہے، بلکہ پھیل رہی ہے۔ کیا قرآن و سنت کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا؟“۔ (شب جائے کہ من بودم ۲۲)

وفد خلافت کمیٹی کے ارکان لکھتے ہیں: ”بہر حال حالات و واقعات کچھ بھی ہوں، سلطان عبدالعزیز کے تمام حتمی اور واجب الایفاء وعدوں کے باوجود مدینہ منورہ کے تمام قبے گرا دیئے گئے“۔ (رپورٹ خلافت کمیٹی: ۸۸)

اس وفد نے مسلمانان ہند کو یہ بھی خبر دی: ”مکہ میں جنت البقیع کے مزارات شہید کر دیئے گئے۔ مولد النبی ﷺ (جائے ولادت بھی) توڑ دیا گیا ہے“۔ (ایضاً، ص ۲۲)

شورش کاشمیری لکھتے ہیں: ”جنت البقیع جو خاندان رسالت کے دو تہائی افراد کا مدفن ہے، شروع اسلام کے درخشندہ چہروں کی آخری آرام گاہ اور ان گنت شہدائے اسلام، صلحائے امت اور اکابرین دین کے سفر آخرت کی منزل ہے، ایک ایسی اہانت کا شکار ہے کہ دیکھتے ہی خون کھول اٹھتا ہے“۔ (شب جائے کہ من بودم)

شبیر عثمانی دیوبندی کی گواہی، کہ نجدیوں کا فتویٰ شرک جھوٹا ہے:

جب حرمین شریف میں مزار گرائے گئے اور طائف کے مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔۔۔ مصنف لکھتا ہے: ”مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: جب ہم جمعیت العلماء کی طرف سے مکہ معظمہ گئے، سلطان ابن سعود سے ملاقات ہوئی۔ ہم نے کہا: آپ نے اہل طائف کو مباح الدم (واجب القتل) کیوں قرار دیا ہے؟، جواب میں ابن سعود نے کہا: وہ قبروں کو ایسے سجدہ کرتے ہیں جیسے صنم کو کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا: جب آپ کے ہاں ہر سجدہ عبادت ہے، تو پھر ہر ساجد۔۔۔ عابد ہوگا، اور ہر مسجود۔۔۔ معبود ہوگا۔۔۔ تو کیا کسی زمانے میں ایک منٹ کے لیے بھی غیر اللہ کی عبادت جائز رکھی گئی ہے؟۔ حالانکہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے سجدہ کیا۔ اس پر سلطان خاموش ہو گئے اور کہا: میں عالم نہیں ہوں، نہ آپ کی تصدیق کرتا ہوں، نہ تکذیب، علماء سے بات کروں گا۔“ (ارشاد القاری؛ ملخصاً، مضمون ”تحقیق شرک“)

نہ علماء سے بات ہوئی، نہ تحقیق کی، نہ ظلم بند ہوا، جو دھاندلی کی وہ آج تک جاری ہے۔ اور ظلم یہ ہوا کہ جو علماء دیوبند سعودی حکمرانوں سے بات کرنے گئے تھے، وہ بھی بک گئے۔ اور دوبارہ کبھی ان کے خلاف حق بیانی کی جرأت نہ کر سکے۔ اور رفتہ رفتہ انہیں کی بولی بولنے لگ گئے، اور آج کھل انہیں کے مقلدین اور پیروکار ہیں۔

الحمد للہ! وہ صرف طاقت منصورہ اہل سنت ہے، جو نہ کبھی پکے، اور نہ بکس گئے، اور ہمیشہ اہل باطل کے پول کھولتے رہیں گے۔

(تفصیل ”دایان نجد و جزاء تاریخی جائزہ“ اولیٰ باب، کا مطالعہ کریں)

اور جو اعتراض شبیر عثمانی نے ابن سعود پر کیا، وہی اعتراض ان کے امام دہلوی پر بھی وارد ہوتا ہے۔ اس نے بھی سجدہ تعظیص سے شرک ثابت کیا ہے، لہذا اس کا خود دفاع کریں!۔ ("تقویۃ الایمان سے عبادت کی تعریف" عنوان ملاحظہ کریں)



باب: ۳۵

آج کے مسلمان بھی مشرکین مکہ کی طرح کے مشرک ہیں:

نجدی مفسر نے لکھا: "آج کے مشرک بھی مشرکین مکہ کی طرح، توحید الوہیت کے منکر ہیں اور بزرگوں کی عبادت کرتے ہیں۔" (ص: ۶۷۴، ۵۷۶، ۹۵۶)

صرف اتنا نہیں بلکہ یہ لوگ عالم اسلام کو مشرکین مکہ سے بھی بدتر مشرک سمجھتے ہیں۔ سلیمان بن عبدالوہاب اپنے حقیقی بھائی، "شیخ نجدی" کو اس کی گمراہی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تو عالم اسلام کو مشرکین مکہ سے بڑا مشرک کہتا ہے۔ (الصواعق الالہیہ)

سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: کہ بدتر مشرک ان (عامۃ المسلمین) کا ہے۔ (حرارۃ التوحید: ۴۰، دار ابن اثیر سعودیہ)

غلو اور ظلم کی انتہا کی، لکھا: یہی کفار قریش اور پہلے مشرکوں کا دین تھا۔ (۔۔۔ عام نصیحت، مفید مجموعہ: ۹، مطابع النہضی الریاض)

ایک اور سعودی نجدی لکھتا ہے: "ہمارے زمانے کے مشرک (اہلسنت) پہلے مشرکین سے زیادہ بڑے مشرک ہیں۔" (چار بنیادی اصول، مفید مجموعہ ص: ۱۳، مطابع النہضی الریاض)۔ (مزید مشرک کے فتوے "امت کی اکثریت مشرک ہے" کے تحت ملاحظہ کریں)

دیکھیے کس بے باکی اور بے حیائی سے کھلے لفظوں اُمت محمدیہ کو مشرکین مکہ سے بھی بدتر مشرک کہا گیا ہے۔ (معاذ اللہ!) انکا قصور کیا ہے؟۔۔۔ یہی کہ وہ خدا تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیوں کو قرب الہی کا ذریعہ و وسیلہ اور اپنا شفیع سمجھتے ہیں۔ اور یہ امور ان نجدیوں کے باطل دین میں ان مقدس ہستیوں کی عبادت اور شرک فی اللوہیت سمجھے جاتے ہیں۔

یہ ہے ان لوگوں کے دین کی حقیقت، کہ جس مسلمان نے کسی نبی، ولی کو وسیلہ بنایا، شفیع ٹھہرایا، مزار پر حاضری دی، اُسکے لیے ایصالِ ثواب کیا، تو گویا اُس آدمی نے اُس ہستی کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیا، اور اس کی عبادت کی۔

یعنی یہ سارے معاملات تو اللہ سے کرنے چاہیے تھے، شفیع و وسیلہ اللہ تعالیٰ ہی کو بنانا چاہیے تھا، ایصالِ ثواب بھی اللہ تعالیٰ کو ہی کرنا چاہیے تھا، چونکہ ان نجدیوں کے نزدیک یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے خاص تھے۔ مگر اس بندے نے یہ سارے کام غیر اللہ کے لیے کیے، جس کی وجہ سے دین نجدی کے اصولوں کے مطابق وہ مشرک ٹھہرا۔ (معاذ اللہ!)

ان بدعتیوں کی حماقت اور جہالت دیکھیے! حالانکہ شرک کی حقیقت برابری پر ہے، تو جب یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق ہیں ہی نہیں، وہ ان معاملات سے پاک اور بلند ہے تو پھر ان امور کو اللہ تعالیٰ کی عبادت قرار دے کر، صالحین کے لیے کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو مشرک قرار دینا، بہت بڑی زیادتی اور بے دینی ہے۔

(”کیا فوت شدہ سے استمداد شرک ہے“ عنوان ملاحظہ کریں)

شُرک کیا ہے؟، اور مشرکین مکہ کا شرک؟ (تضاد و کذب)

”الاشراك هو اثبات الشريك في الالهية، بمعنى واجب الوجود كما

للمجوس، او بمعنى استحقاق العبادة كما للعبد الاصنام۔“

ترجمہ: شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو واجب الوجود ماننا، جیسا کہ مجوسیوں کا

عقیدہ ہے۔ یا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو لائق عبادت جاننا، جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔“

(شرح عقائد: ۵۶)

یعنی شرک ہوتا ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شریک کرنے سے۔ اور

شریک کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک کسی کو واجب الوجود (جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ

ہو) جاننے سے۔ دوسرا کسی کو لائق عبادت جاننا۔

معلوم ہوا کہ بت پرستوں کا شرک ”بتوں“ کو لائق عبادت جاننا تھا، نہ کہ محض

وسیلہ و شفیع جاننا۔ اور وہ اس عقیدے سے کہ یہ اللہ کے مقابل ہماری دھونس کی شفاعت

کریں گے، اور ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔ جیسا کہ (یونس: ۱۸، زمر: ۳) کے تحت سعودی

مفسر نے بھی لکھا۔ (ص: ۱۲۹۱)

اور دوسری جگہ جھوٹ اور تضاد بیانی کی: ”مشرکین مکہ بتوں کو ”اللہ“ نہیں سمجھتے تھے،

قرب و وسیلہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ (ص: ۵۶۶، ۱۳۲۵)

مزید تضاد بیانی ملاحظہ کریں، لکھا: ”آج کے مشرک بھی مشرکین مکہ کی طرح،

توحید الوہیت کے منکر ہیں اور بزرگوں کی عبادت کرتے ہیں۔ (مخص: ص ۲۷، ۲۸، ۵۱۶)

ہم کہتے ہیں اہل سنت کسی ہستی کو نہ ہی لائق عبادت جانتے ہیں، اور نہ اللہ

تعالیٰ کے مقابل شفیع جانتے ہیں۔۔۔ اور اگر تمہارے نزدیک کسی کو قرب کا ذریعہ اور شفیع

جانتا ہی اس کی عبادت اور شرک ہے۔ جیسے لکھا: ”مشرکین مکہ بتوں کو ”الہ“ نہیں سمجھتے تھے۔
قرب و وسیلہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ (ص: ۱۳۲۵)

تو کیا تم قیامت کو بھی صالحین کو قرب کا ذریعہ یا شفیع نہیں جانتے؟۔۔۔ اور کیا
اس وقت انہیں قرب کا ذریعہ اور شفیع جاننا ان کی عبادت نہیں ہوگی؟۔۔۔ آخر کیوں؟
۔۔۔ اور دلیل کیا ہے؟۔

لہذا جن آیات میں شفاعت کی نفی کی گئی ان سے مشرکوں کے اسی عقیدے کا
رد مقصود ہے۔ کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے مقابل (برابری میں آکر) شفاعت نہیں کر سکتا، اور نہ
ہی اللہ نے بتوں کو شفیع بنایا ہے، اور نہ ہی کفار کے لیے شفاعت ہو سکتی ہے۔

ملاحظہ کریں: (یونس: ۱۸، زمر: ۳، ۴۳، مدثر: ۲۸، زخرف: ۸۶، بقرہ: ۲۵۵، طہ: ۱۰۹، وغیرہ)

علمۃ المسلمین صالحین کے مزارات پر جا کر، یا کہیں سے بھی محض ان کی
صالحیت کی بنا پر، ان کے وسیلے سے دعائیں کرتے ہیں، اور ان سے مدد طلب کرتے
ہیں۔ اور ان کو لائق عبادت نہیں سمجھتے، لائق محبت و وسیلہ سمجھتے ہیں۔۔۔ مگر منیٰ لفین ہٹ
دھری اور فتنہ و انتشار کے لیے کہتے ہیں کہ مشرکین مکہ کا بھی یہی شرک تھا، وہ بتوں کو الہ
نہیں سمجھتے تھے فقط قرب کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

جبکہ یہ مسلمین دشمنی اور مشرکین دوستی، یعنی: ”یقتلون اهل الاسلام ویدعون
اهل الايمان“، ”مسلمانوں کو قتل کریں گے، اور کافروں کو دوست رکھیں گے“ کا اظہار
ہے۔ (بخاری کتاب التوحید)

ان کے امام دہلوی کی بھی سن لیں: ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا
شرک تھا۔ (تقویۃ الایمان: ۲۹)۔۔۔ جبکہ یہ سفید جھوٹ، اور تحریف قرآنی ہے۔

کیونکہ پورے قرآن پاک میں سے سارے نجدی مل کر بھی یہ کہیں نہیں دیکھا
سکتے، کہ کسی بزرگ ہستی کو اس کی صالحیت کی بنا پر، فقط وسیلہ و شفیع سمجھا ہی اس کو معبود
مان لینا ہے۔ اور نہ ہی مشرکین مکہ کا یہ شرک ثابت کر سکتے ہیں، کہ وہ صالحین سے، ان کو
خدا کا محتاج و بندہ جان کر، فقط ان کی صالحیت کی بنا پر ان سے مدد طلب کرتے تھے۔

بلکہ قرآن کریم نے تو ان کا یہ شرک بتایا ہے، کہ وہ بتوں، ملائکہ، جنات
، ستاروں، حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ علیہا السلام اور جنابہ مریم کو قرب کا وسیلہ بنانے کے
لیے، یا ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا، جزیاسا جھی جانتے ہوئے ان کی عبادت کرتے تھے۔ اور
اسی شرک کا ان مقامات پر رد کیا گیا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۵۶، مائدہ: ۱۱۶، ۷۳، الزخرف: ۱۹، ۱۶،
الانعام: ۱۰۰، صافات: ۱۵۸، اخلاص: ۳۰، یونس: ۱۸، انبیاء: ۲۲، ق: ۱۵ وغیرہ)

اور الحمد للہ! اہل سنت کسی ہستی کو بھی نہ اللہ تعالیٰ کا جزء جانتے ہیں، نہ کسی کی
صفت کو مستقل بالذات مانتے ہیں، اور نہ ہی لائق عبادت جانتے ہیں۔ اور کسی کو اللہ
تعالیٰ کا محتاج جان کر اس سے کسی قسم کی مدد مانگنے یا کوئی سوال کرنے کو مخالفین کسی قیمت
پر بھی شرک ثابت نہیں کر سکتے۔ ("نور من نور اللہ" کا جواب عنوان "نور" کے تحت ملاحظہ کریں)



باب: ۳۶

"وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون"، کا مفہوم
اسماعیل دہلوی نے اس آیت کا ترجمہ کیا؛ "اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر
کہ شرک کرتے ہیں"۔ (تقویۃ الایمان: ۲۶، سورۃ یوسف: ۱۰۶)
یہ ترجمہ یقیناً قرآن پاک میں معنوی خیانت و بددیانتی کی اعلیٰ مثال، اور صحابہ

کرام جیسے نفوس قدسیہ اور معیار ایمان لوگوں کے ایمان پر حملہ اور شرک کی تہمت ہے۔ کیونکہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا، اس وقت تو تمام کلمہ گو صحابہ ہی تھے، اور وہی اکثر مسلمان تھے۔ اگرچہ کچھ کلمہ گو منافق تھے، مگر کلمہ گو شرک ایک بھی نہیں تھا۔ اور نہ منافقین اور صحابہ سے الگ، کلمہ گو حضرات کی کوئی ایسی جماعت تھی، کہ جو صالحین کے مزارات پر جاتی تھی، کہ ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔

اب اس ترجمہ کا مصداق نجدی حضرات کن لوگوں کو ٹھہرائیں گے؟ ”اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے ہیں؟“۔

ح شرم تم کو مگر نہیں آتی!

یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ آیت تو اس وقت اترے اور اس کا مصداق پندرہویں صدی کی امت ہو۔۔۔ سچ فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ نے انہیں گمراہوں کے متعلق کہ قرآن سنوار کے پڑھیں گے، مگر فیضان قرآن سے ان کے سینے خالی رہیں گے۔

اصل مقصد عامۃ المسلمین کو شرک ثابت کرنا تھا، چونکہ امت کی اکثریت جن عقائد پر ہے، وہ عقائد نجدی دین میں شرک اکبر ہیں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس آیت کا سہارا ڈھونڈتے، اور اس میں معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے ہیں۔

مفسر کی بے شرعی ملاحظہ کریں، لکھا: آج کا مسلمان۔۔۔ سمجھتا ہے کہ مسلمان بشرک کس طرح ہو سکتا ہے؟ ان مشرک مسلمانوں نے شرک کو پھر کی صورتوں کے ساتھ خاص کر دیا۔۔۔ (ص: ۲۳) استغفر اللہ!

حالانکہ شرک نجس و خبیث ہوتا ہے۔ (توبہ: ۲۸) اور مؤمن طیب و پاک۔۔۔

تو کیا طیب و خبیث برابر ہو سکتے ہیں؟۔۔۔ پاکی و پلیدی یکجا ہو سکتیں ہیں؟۔

ایک جگہ یہاں تک جرأت کی اور لکھ مارا: ”ہمیشہ اقلیت حق پر رہی، اور اکثریت گمراہ، اس امت کی بھی یہی صورت ہے۔“ (ص: ۳۸۵)

لعنة الله على الكاذبين!

(مزید عنوان: ”امت کی اکثریت شرک نہیں ہو سکتی“ ملاحظہ فرمائیں)

لہذا اس آیت میں لغوی ایمان مراد ہے، یعنی چند باتوں کو مان لینا، (جیسے آیت: ”افتؤمنون ببعض الكتاب“۔ (بقرہ: ۸۵) میں، تورات کے بعض احکام تسلیم کرنے کو بھی بعض پر ایمان لانا کہا گیا۔ آگے مفسرین کے حوالے سے بھی آرہا ہے) اصطلاحی ایمان کا ذکر نہیں، کہ کوئی پہلے مکمل طور پر ایمان لایا ہو، اور پھر دعویٰ ایمان بھی کرے، اور ساتھ ساتھ شرک بھی کرے۔۔۔ نزول قرآن کے دور میں تو ایسا ایک فرد بھی نہیں تھا۔ اور مزید یہ کہ قرآن نے یہاں اکثریت کی بات کی ہے، اٹھے دُٹے کی نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا: ”وما كان اكثرهم مؤمنين“، ”ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں“۔ (الشراء: ۱۰۳) اس آیت کے تحت لکھا: ”مشرکین مکہ کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں“۔ (فص: ۱۰۲) لہذا خود تسلیم کر لیا کہ (یوسف: ۱۰۶) میں اصطلاحی نہیں، بلکہ لغوی ایمان مراد ہے۔

(یوسف: ۱۰۶) کے متعلق مفسرین کی تصریح:

امام ابوالبرکات نسفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۱۰ھ) لکھتے ہیں: جمہور (علماء مفسرین اہل سنت) اس بات پر متفق ہیں، کہ یہ آیت ان مشرکین (مکہ) کے متعلق ہے جو اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اقرار کرتے۔ (جیسے، عبکوت: ۶۱، وغیرہ میں ہے) اور جب پریشانی ہوتی تو اسے پکارتے اور اس کے ساتھ دوسروں (بتوں وغیرہ) کو بھی شریک کرتے۔

(تفسیر مدارک بر حاشیہ خازن، ۳۹/۳، طبری: ۱۳/۷۷)

۱: حافظ ابن کثیر نے پہلے، مذکورہ بالا تفسیر بیان کی۔

۲: پھر مشرکین کے تلبیہ کا ذکر کیا۔ (مسلم: کتاب الحج)

۳: پھر حسن بصری کا قول نقل کیا؛ کہ اس آیت سے مراد وہ منافق ہے، جو ریاء

کرتا ہے، تو وہ اپنے ایسے عمل کے باعث مشرک ہے، جیسے: (النساء: ۱۴۲) میں ہے۔

۴: پھر لکھا؛ شرک کی ایک قسم شرک خفی بھی ہے، جس کا مرتکب عموماً اسے محسوس

نہیں کرتا۔

اس کے بعد چند روایات نقل کیں جن میں بعض افعال کو شرک کہا گیا۔ مثلاً

غیر اللہ کی قسم، جادو، شرکیہ تعویذ، بدشگونی، بعض صحابہ کا دم کے دھاگے کو شرک کہنا

۔۔۔ آخر میں ریاء کے متعلق احادیث نقل کیں کہ آپ ﷺ کو امت پر اس شرک خفی کا

بہت خوف تھا۔ (”تفسیر ابن کثیر“ زیر یوسف: ۱۰۶)

خود سعودی مفسر نے بھی یہی تفسیر نقل کی، لکھا؛ مشرکین یہ تو مانتے ہیں کہ خالق،

مالک، رزاق، مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن اس کے باوجود دوسروں کو اس کی عبادت میں شریک

کرتے ہیں، اور یوں اکثر مشرک ہیں۔ (مس: ۶۷۳، زیر یوسف: ۱۰۶)

نجدیوں پر سوال کہ کوئی مشرک محض بھی ہے؟:

کہ تمہارے امام اور گرو جی اسماعیل دہلوی نے ترجمہ کیا ہے؛ ”اور نہیں مسلمان

ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے ہیں۔“ (تقویۃ الایمان: ۲۶)

چونکہ یہ آیت تو نازل ہوئی تھی مشرکین مکہ کے متعلق، جن کو تمہارے امام نے ”

مشرک“ نہیں کہا،۔۔۔ بلکہ ”مشرک مسلمان“ کہا ہے۔۔۔ کیا یہ تحریف قرآن،

غلو فی الدین اور ظلم عظیم نہیں ہے؟

اسی آیت کے ترجمے اور تفسیر میں اسماعیل دہلوی، اور سعودی مفسر نے، ہم اہل سنت کو مشرکین مکہ کے ساتھ ملا ہے، لکھا: آج کے قبر پرستوں کا بھی یہی شرک ہے، کہ وہ قبروں میں مدفون بزرگوں کو صفات الوہیت کا حامل سمجھ کر انہیں مدد کے لیے پکارتے بھی ہیں، اور عبادت کے کئی مراسم بھی ان کے لیے بجالاتے ہیں۔ (ص: ۶۷۳)

اب ہم بھی تمہاری اصطلاح میں ہوئے ”مشرک مسلمان“۔۔۔ جیسے اسی سعودی تفسیر میں واضح الفاظ میں لکھا گیا: ”آج کا مسلمان۔۔۔ سمجھتا ہے کہ مسلمان مشرک کس طرح ہو سکتا ہے؟ ان ”مشرک مسلمانوں“ نے شرک کو پتھر کی مورتیوں کے ساتھ خاص کر دیا۔۔۔“ (ص: ۲۳)

ہمارا سوال یہ ہے کہ جب ہم بھی ہوئے: ”مشرک مسلمان“۔ اور مشرکین عرب بھی ہوئے: ”مشرک مسلمان“۔

تو کیا کوئی اصلی و حقیقی مشرک بھی ہیں؟۔۔۔ اور وہ کون سے ہیں؟۔

اور وہ کون سے مشرک ہیں، جن کو قرآن کریم نے، ”مشرک مسلمان“ نہیں، بلکہ فقط، اور مطلق ”مشرک“ فرمایا ہے؟؟؟۔

مثلاً فرمایا: ”انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد

عامہم هذا“، ”بے شک مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں، وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں“۔ (توبہ: ۲۸)

ع ادھر آستم گرا ہنر آزما ئیں، تو تیر آزما ہم جگر آزما ئیں



کیا آج امت کی اکثریت مشرک و بدعتی ہے؟

لکھا: ”آج امت محمدیہ کی اکثریت شرک و بدعت کے ارتکاب کے سبب حیرانہ کی بجائے حرامہ بنی ہوئی ہے۔“ (ص: ۲۲)

مزید، صاف الفاظ میں امت کی اکثریت کو مشرک لکھا۔

(ص: ۲۳، ۵۴، ۱۷۹، ۳۶۰، ۳۶۹، ۱۱۳۳)

ایک جگہ لکھا: ”ہمیشہ اقلیت حق پر رہی، اور اکثریت گمراہ، اس امت کی بھی یہی صورت ہے۔“ (ص: ۲۸۵)

سعودی مفتی ابن باز نے بھی اکثر امت کو مشرک لکھا ہے۔

(سیرت شیخ محمد بن عبدالوہاب: ۲۵)

مزید لکھا: کہ بدتر شرک ان (اہلسنت) کا ہے۔

(حرمة التوحید: ۴۰، دار ابن اثیر سعودیہ)

لکھا: یہی کفار قریش اور پہلے مشرکوں کا دین تھا۔

(--- عام نصیحت، مفید مجموعہ: ۹، مطالع النجی الریاض)

ایک سعودی نجدی لکھتا ہے: ”ہمارے زمانے کے مشرک (اہلسنت) پہلے مشرکین سے زیادہ بڑے مشرک ہیں۔“ (چار بنیادی اصول، مفید مجموعہ ص: ۱۴، مطالع النجی الریاض)

اسامیل دہلوی نے بھی شیخ نجدی کی تقلید میں دانستہ طور پر قرآن میں معنوی تحریف اور خیانت کا ارتکاب کیا، (یوسف: ۱۰۶) کا ترجمہ کیا: ”اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر کہ شرک کرتے ہیں۔“ (تقویۃ الایمان: ۲۶، مکتبہ فیلز)

ایک نجدی نے لکھا: ”(وہابیوں کے علاوہ) عام مسلمان عقیدہ توحید سے قطعاً نا

آشنا ہیں۔“ (اسلام میں شفاعت کا مفہوم، ص ۱۲۷، الجالیات بالدواوی الریاض)

امام کعبہ عبدالرحمان السدیس نجدی نے بھی ”حج کے موقع پر اپنی تقریر

میں، عالم اسلام کی اکثریت کو مشرک کہا۔“ (المدینہ اخبار: ۲۰۰۷، ۱۳، ۱۲)

سعودی قرآن کے مترجم، جونا گڑھی نے تقلید کو مشرک لکھا۔ (سراج محمدی: ۱۳)

جس سے امت مسلمہ ائمہ مجتہدین کی تقلید کر کے مشرک ٹھہری، بلکہ خود شیخ

نجدی اور سعودی وہابی بھی کیونکہ ان بھی حنبلی ہونے کا دعویٰ ہے۔

ایک جگہ لکھا: حنفی باپ مشرک ہے، اور مشرک کے لیے دعائے شہادت جائز

نہیں۔ (سراج محمدی: ۲۷)۔ (مزید: ”مشرکین مکہ کی طرح مشرک“ عنوان ملاحظہ کریں)

فرقہ حروریہ خارجیہ کی شاخ اول ”ارزقیہ“ تھی، جس کا عقیدہ تھا کہ سوائے ان

کے متبعین کے اور کوئی بھی مومن نہیں ہے۔ (تلمیس ابلیس، امام جوزی)

یعنی وہ لوگ باوجود اپنی قلت، اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی کثرت کے، ان کو

کافر کہتے۔ چونکہ یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی، تمیمی کے دیئے ہوئے دین و ذہنیت

کے پیروکار اور مقلد ہیں۔ اور یہی صورت ان کی ہے، کہ امت محمدیہ کی اکثریت، صحابہ

کرام اور سلف کی اتباع میں نبی اکرم ﷺ اور صلحائے امت کو سفارشی اور وسیلہ جانتی ہے

، جس وجہ سے اس تفسیر میں بھی کئی مرتبہ اس کو مشرک لکھا گیا۔

شیخ نجدی نے بھی لکھا: آج کے مسلمان انبیاء و اولیاء کو سفارشی اور وسیلہ جاننے

کی وجہ سے مشرکین مکہ کی طرح مشرک ہیں اسی چیز نے ان کی جانوں اور مالوں کو حلال کر

دیا ہے۔ (ظن، کشف الغمات: ۹)

محمد بن یوسف سورتی غیر مقلد نے شیخ نجدی کے حوالے سے لکھا: ”کہ انہوں نے سمجھا کہ آج: ”لا الہ الا اللہ“ کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں رہا۔“

(مقدمہ، کتاب التوحید، مترجم: ۱۸)

انور شاہ کاشمیری بھی گواہی دے رہے ہیں: اور رہا محمد بن عبدالوہاب نجدی وہ پلید شخص تھا، کم علم تھا اور مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔

(فیض الباری، ج ۱، ص ۱۷۱)

جبکہ الزام اہل سنت پر لگایا کہ وہ: ”اپنے سوا مومن نہیں سمجھتے“۔ (ص: ۱۶۹۹)

پھر اس شیخ نجدی نے ”نجد و حجاز“ کے تمام مسلمانوں کو اسی طرح مشرک جان کر ان سے عملاً بھی قتال کیا ان کے اموال لوٹے، جیسے دور رسالت مآب کے مشرک تھے۔ جن کے ساتھ آپ ﷺ نے جہاد کیا تھا۔ اور وہ سمجھا کہ پوری روئے زمین پر اسی طرح دوبارہ شرک پھیل گیا ہے۔ (ملاحظہ کریں: عنوانات، ”سیرت شیخ محمد بن عبدالوہاب“ از ابن باز، ص ۲۲، ۲۹، ۳۶، ۳۳ وغیرہ، ”جزیرہ عرب میں شیطان کی عبادت نہیں ہوگی“، اور ”شبیر احمد عثمانی کی گواہی“)

جبکہ رسول اللہ فرمایا: کہ شیطان مایوس ہو گیا کہ جزیرہ عرب میں اسکی عبادت کی جائے۔۔۔ ایک جگہ فرمایا: شیطان مایوس ہو گیا کہ (پوری روئے زمین پر کہیں بھی) نمازی اس کی بندگی کریں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۹۵/۳، البدایہ: ۶۶/۱)

معلوم ہوا کہ بالخصوص حریمین طہیین کے مسلمانوں پر اہل نجد کا شرک کا فتویٰ جھوٹ اور مکر تھا۔

خود لکھا: ”حدیث میں مسلمان سے قتال کو کفر کہا گیا ہے۔ یہ کفر اس وقت ہوگا جب بلا وجہ مسلمان سے قتال کیا جائے“۔ (سودی تفسیر: ۱۳۵۸)

اب بتاؤ کہ شیخ نجدی اور عبدالعزیز نے حجاز و طائف کے مسلمانوں سے بلاوجہ
 قال کیا، یا کہ بالوجہ؟

شیخ نجدی رسول اللہ کے مقابلے میں:

سعودی مفسر لکھتا ہے: ”قرون اولی کے بہت بعد ایک مرتبہ پھر (دور رسالت کی
 طرح) عرب میں شرک کے یہ مظاہر عام ہو گئے تھے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجدد الموعود شیخ محمد
 بن عبد الوہاب کو توفیق دی۔۔۔ ان مظاہر شرک کا خاتمہ فرمایا، اور اسی دعوت کی تجدید ایک مرتبہ
 پھر سلطان عبدالعزیز والی نجد و حجاز نے کی۔“ (ص: ۱۳۹۳)

ایک جگہ لکھا: ”ہمیشہ اقلیت حق پر رہی، اور اکثریت گمراہ، اس امت کی بھی صورت
 ہے۔“ (ص: ۲۸۵)

ہم کہتے ہیں کہ اگر امت محمدیہ میں بھی پہلی امتوں کی طرح شرک پھیل جانا
 تھا، اور آپ ﷺ کے بعد توحید کو ثابت کرنے کے لیے شیخ نجدی اور سلطان عبدالعزیز اور
 ان کی ذریت کی ضرورت پڑنی تھی، تو پھر اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نبوت کیوں بند کیا؟۔۔۔
 آپ کی ختم نبوت کا کیا معنی ٹھہرا؟۔۔۔ دین اسلام کو کامل و اکمل اور غالب کہنے کا کیا
 مطلب؟۔۔۔ گزشتہ انبیاء سے آپ ﷺ کی رسالت کی کیا خصوصیت رہی؟۔۔۔ کیا اس
 طرح شیخ نجدی کو آپ ﷺ کی ختم نبوت کا شریک ٹھہرانا نہیں؟ آپ کی ختم نبوت اور دین
 اسلام کو ناقص و نامکمل ثابت کرنا نہیں؟۔۔۔ اور کیا رسول اللہ ﷺ نے اس امت میں
 دوبارہ اسی طرح شرک پھیل جانے کی کہیں کوئی خبر دی ہے؟۔

جیسے کہ سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت
 دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خیر اپنی امت کو دے دی

ہے، اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔ ہاتھ ابرہہ انکم ان کنتم صادقین! بلکہ آپ ﷺ نے تو اپنے بعد ہونے والے دجالوں کی خبر دی، جو ختم نبوت میں ڈاکہ ڈالتے ہوئے، خود کو بھی نبی گمان کریں گے۔

اسی لیے پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شیخ نجدی کو اس امت کے ان دجالوں میں سے ایک قرار دیا، جو خود کو نبی گمان کرتا تھا۔ (سیف چشتیائی: ۱۰۰، قدیمی)

اس بات کا یہ بھی بین ثبوت ہے کہ ان وہابیوں کے "توحید و شرک" کے سارے اصول "خبر بعت محمدیہ" سے متعارض و متضاد ہیں، جن کو یہ لوگ کسی صورت بھی سلف کرام سے ثابت نہیں کر سکتے، گویا شیخ نجدی نے ایک نیا دین متعارف کروایا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آپ شیخ نجدی کی سیرت پڑھ کے دیکھیں، یوں محسوس ہوتا کہ کسی نبی اللہ کی سیرت پڑھ رہے ہیں، کہ پوری قوم مشرک اور مخالف ہے، اور وہ تن تنہا ہو، قوم جان کی دشمن ہو جائے، پھر اسے کبھی کسی شہر کی طرف ہجرت کرنی پڑے اور کبھی کسی شہر کی طرف۔

لہذا سعودی مفسر نے اس عبارت؛ "قرون اولی کے بہت بعد ایک مرتبہ پھر (دور رسالت کی طرح) عرب میں شرک کے یہ مظاہر عام ہو گئے تھے"۔ (ص: ۱۴۹۳) میں "قرون اولی کے بہت بعد" کے الفاظ سے بھی دھوکا دینے کی کوشش کی۔ کیوں جن عقائد کو شرکیہ قرار دیکر مسلمانوں کو تہ تیغ کیا گیا، وہ عقائد تو صحابہ کرام سے تسلسل کے ساتھ عرب و عجم کے مسلمانوں میں جاری ہیں۔ (جن کو اس کتاب میں بیان کر دیا گیا ہے)

لہذا یہ جملہ اس طرح ہی صادق آتا ہے کہ "نجد سے شیطان کا سینک قرون اولی کے بہت بعد ظاہر ہوا، جس نے مسلمانوں کے مسلمہ اور اجماعی عقائد کو شرکیہ قرار

دے کر خارجی دین کو مستحکم کیا۔“ (ازراقم الحروف)

اور خود لکھا: صحیح حدیث میں ہے: ”اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا

اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔“ (صحیح ترمذی للالبانی جلد ۲: ۱۷۵۹)۔ (ص: ۲۵۶)

یہ بھی کہ: ”ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی۔“

(سیرت شیخ محمد بن عبدالوہاب: ۲۵، بخاری کتاب الاعتصام)

نجدیوں پر چند سوالات:

مذکورہ احادیث کو بھی ذہن میں رکھیں، اور اس تاریخی حقیقت کو بھی کہ شیخ نجدی

کی سیرت کی ہر کتاب اور تاریخ کی کتابوں میں یہ بات واضح اور صریح ہے، کہ (قرن

الشیطان) شیخ نجدی اپنے اس منصوبے میں تنہا اور اکیلا تھا۔ اسی لیے اس نے پہلے

بدمعاشی کے لیے عیینہ کے امیر عثمان بن حمد بن معمر کو لالچ دے کر بہنوایا۔ پھر وہاں

سے درعیہ پہنچا اور اس کے حاکم ”ابن مسعود“ جو کہ مشہور لٹیرہ تھا، کی بیوی کو وسیع سلطنت کا

لالچ دے کر ورغلا یا۔ اس عورت نے پھر اپنے خاوند کو قاتل کیا۔ اپنی بیٹی کا نکاح ابن مسعود

سے کیا۔ پھر اس حاکم درعیہ اور اس کی نسل کی طاقت کی بنیاد پر شیخ نجدی اور اس کی نسل

نے، پورے جزیرہ عرب کو اپنے خود ساختہ توحید و شرک کے اصولوں کے مطابق مشرک

گمان کرتے ہوئے، اپنے جدید دین کو امت مسلمہ پر لاگو کیا۔ (سعودی تفسیر: ۱۳۹۳، سیرت شیخ

محمد بن عبدالوہاب، از ابن باز، مکتبہ دارالسلام الریاض سعودیہ، ۱۴۱۳ھ، تاج المکمل، از نواب صدیق)

ہمارے نجدیوں پر یہ سوالات ہیں۔

۱: جب امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، تو پھر تمام عرب و عجم کے کلمہ گو لوگ

شرک پر کیسے جمع ہو گئے، جن کے خلاف ابن عبدالوہاب کو جہاد کرنا پڑا؟۔

۲: جب ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی، تو پھر جس وقت شیخ نجدی

ظاہر ہوا، اس وقت ہمیشہ حق پر غالب رہنے والی جماعت کہاں تھی؟۔

۲: یا پھر کیا یہ شیخ نجدی اس وقت اکیلا ہی مؤمن اور پوری ایک جماعت تھا؟

میں نے جب یہی سوال ایک غیر مقلد پر کیا تو وہ جواباً کہنے لگا: "ان ابراہیم

کان امہ"۔ (نحل: ۱۲۰) کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام اکیلے کو پوری امت نہیں کہا گیا؟

میں نے کہا: تم نے خود یہ مان لیا کہ شیخ نجدی کے دور میں اس کے علاوہ اور

کوئی ایک بھی خالص مؤمن نہیں تھا، اور وہ اپنے مشن اکیلا تھا۔۔۔ اور دوسرا یہ بھی واضح

ہو گیا کہ تم اس کو اللہ کے خلیل نبی، ابراہیم علیہ السلام کے جیسا سمجھتے ہو۔

۳: کیا اس کو اس دور کے علماء اسلام نے مجدد مانا؟

۵: اور وہ کون سی دعوت ہے، جس کا اسے مجدد کہا جاتا ہے۔ جس کی باقی علماء کو

خبر نہ ہوئی، اور وہ اس سے جا مل رہے۔ اور جس کے سبب سے عامۃ المسلمین اس کی

جان کی پیا سے ہو گئے؟

بلکہ جب تک نجدیوں کا حرمین پر قبضہ نہیں ہوا، اس وقت تک یہ ہندوستانی

وہابی بھی بظاہر ان نجدی وہابیوں کے خلاف نظر آتے تھے۔ اس لیے تو "وہابی" نام کی جگہ

انگریزوں سے اہلحدیث نام رکھوایا۔ (سیرت ثنائی، ترجمان وہابیہ، شہاب ثاقب وغیرہ کتب ملاحظہ کریں)

نجدی اپنی قلت کا دکھ پیٹتے ہیں:

دواڑھائی سو سال سے سنی مسلمانوں کو وہابی بنانے کے لیے مفت کتابیں

تقسیم کرنے، پاکستان اور دیگر ممالک میں مساجد بنانے پر بے حساب خرچ کرنے کے با

وجود بھی، آج تک یہ نجدی اپنی تعداد میں بہت تھوڑے ہیں۔ اور چونکہ انکی یہ قلت خود انکی گمراہی اور بے دینی کی بین دلیل ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے بڑی جماعت کو جنتی جماعت فرمایا ہے۔ (جیسا کہ آئندہ آ رہا ہے) انہوں نے اپنی اس قلت کا دکھ پیٹتے ہوئے، خارجیوں اور شیخ نجدی کی پیروی میں، مشرکوں اور بتوں کے متعلقہ آیات کو کمال بے حیائی سے اُمت مسلمہ کی اکثریت اہلسنت و جماعت پر تھوپ دیا۔ تاکہ اس سے پہلے کہ کوئی انکے سوادِ اعظم سے کٹ جانے اور قلیل ہونے کی وجہ سے انکو گمراہ فرقہ کہے، ”الناچور کو تو ال کو ڈانٹے“ کی طرح انہوں نے پہلے سے یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا، کہ جی آج اکثر اُمت مشرک ہے، یعنی اگر کوئی مسلمان ہیں تو وہ صرف مٹھی بھر نجدی ہی ہیں۔

ع جو چاہے تیرا حسن، کرشمہ ساز کرے!

امت کی اکثریت (سوادِ اعظم) کبھی گمراہ نہیں ہو سکتی:

یہ اس امت کا خاصہ ہے کہ اسکا اکثر حصہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا، جس کی گارنٹی خود اللہ کے رسول ﷺ نے دی ہے۔ حدیث پاک گزر چکی ہے: ”اللہ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا، اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔“ (صحیح ترمذی لا لبانی جلد نمبر ۱۷۵۹) (کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعة)۔ (ص: ۲۵۶)

یہ حدیث پاک، مستدرک للحاکم: ۲۰۱/۱، اور فیض القدیر، ۲/۲۷۲ پر بھی موجود ہے۔

۲۔ ابن ماجہ شریف میں ابواب الفتن، میں ایک باب کا نام ہی ”باب السواد

الاعظم“ رکھا گیا، جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے

فرمایا: ”ان امتی لا تجتمع علی ضلالة، فاذا رأیتم اختلافاً فلیکم بالسواد الاعظم“

، میری اُمت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی، جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم رکھو

۔ (یہ روایت مزید، معجم الکبیر: ۳۳۷/۱۲، مستدرک حاکم: ۱۹۹/۱۱ و غیرہ پر بھی موجود ہے)

۳۔ جنتی جماعت کی علامت بیان فرمائی: ”ما انا علیہ واصحابی“ کہ جو

میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی۔ (ترمذی، ۱۹۳/۲، وغیرہ)

جبکہ اس سعودی تفسیر میں جن باتوں کو شرک کہا گیا وہ صحابہ کرام اور اجماع

امت سے ثابت ہیں۔۔۔ بعض احادیث میں ”اہل سنت و جماعت“ کے الفاظ صراحتاً

بھی وارد ہوئے ہیں۔ (احیاء العلوم، ۲۲۵/۳، وغیرہ)

خود لکھا: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت (آل عمران ۱۰۶) سے اہل سنت

اور اہل بدعت و افتراق مراد لیے ہیں۔ (ابن کثیر و فتح القدیر) جس سے معلوم ہوا کہ اسلام وہی ہے جس

پر اہل سنت و الجماعت عمل پیرا ہیں، اہل بدعت و اہل افتراق اس نعمت اسلام سے محروم ہیں جو ذریعہ

نجات ہے۔ (ص: ۱۶۵)

یقیناً وہی جماعت سوادِ اعظم اور اہل سنت ہوگی، جس کا سلسلہ عقائد صحابہ کرام

سے لے کر قیامت تک رہے گا،۔۔۔ نہ کہ کچھ ابن تیمیہ اور باقی شیخ نجدی اور اسماعیل

دہلوی سے شروع ہوا ہو۔

اس بات کا خود مخالفین کے اکابرین نے بھی اقرار کیا ہے، کہ: ”آج سے

اسی ۸۰ سال پہلے سب لوگ اسی عقیدے پر تھے جن کو آج بریلوی خفی کہا جاتا ہے۔“

(مجمع توحید، ص ۱۴۰، از شاء اللہ امرتسری)

احسان الہی ظہیر نے بھی تسلیم کیا: ”بریلوی جماعت افکار و عقائد کے لحاظ سے

پرانی ہے۔“ ”یہی عقائد پوری دنیا کے مسلمانوں کے ہیں۔“ (ملخصاً، البریلویہ: ۷، عربی: ۱۰)

(اردو، از احسان الہی ظہیر)

اور ہر برائی سے خبردار کرویا ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۳۶، زیر اہتمام پریذیڈنسی جنرل (دکنہ رسالہ عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف)

اگر امت کی اکثریت (سوا و اعظم) نے مشرک ہو جانا تھا جو کہ عظیم فتنہ تھا، تو رسول اللہ ﷺ اسکی خبر ضرور دیتے۔ جس طرح کہ فتنہ و عاہیت (رافضیت وغیرہ) اور انکی علامات کثیر احادیث میں موجود ہیں۔

لہذا نجد یوں کا یہ کہنا کہ آج امت کی اکثریت مشرک ہو گئی ہے، بلا دلیل، ظلم عظیم اور غلو فی الدین ہے۔ اگر وہ اپنے دعوے کو صحیح سمجھتے ہیں تو پھر سارے ملکر صرف ایک آیت یا ایک صحیح صریح حدیث پیش کریں، جس میں یہ ہو کہ کسی دور میں بھی امت کی اکثریت مشرک ہو جائیگی۔ اور وہ بھی صالحین کو شفیع و وسیلہ جاننے کے سبب۔

لعنة الله على الكاذبين!

اللہ کی قسم مجھے تم پر اب شرک کا کوئی خوف نہیں ہے: (تضادات وہابیہ)

نبی غیب داں ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر یہ یقین دلایا: وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولكن اخاف علیکم ان تنافسوا فیہا۔ بیشک اللہ کی قسم مجھے تم پر اسکا کوئی خوف نہیں رہا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، ہاں اسکا خوف ضرور ہے کہ تم دنیا کی حرص کا شکار ہو جاؤ گے۔ (بخاری، کتاب الجنائز)

نگاہ نبوت ﷺ امت پر شرک کی تہمت لگانے والے اس خارجی گروہ کو خوب دیکھ رہی تھی، (اسی لیے تو انکی تمام علامتیں بھی بیان فرمادیں) اسی لیے تاکید اٹھائی۔

جب ان شرک کے سودا گروں سے اس حدیث پاک کا کوئی مدلل جواب نہیں بن پڑتا، تو اپنے حواریوں کو جھوٹی تسلی دینے کے لیے، بلا دلیل، محض وجہ سے کام لیتے

ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ خطاب صرف صحابہ سے فرمایا تھا، کہ نہ کہ بعد والی امت سے۔۔۔ حالانکہ اس سے ”خیر القرون“ کے مسلمانوں میں بھی شرک ماننا پڑے گا، جو وہابی بھی گوارہ نہیں کریں گے، جو کہ تضاد ہے۔

دوسرا تضاد یہ ہے کہ وہ امت کی اکثریت کو قبر پرستی کی تہمت سے شرک ثابت کرنے کے لیے، وہ احادیث پیش کرتے ہیں، جن میں قرب قیامت کے اور بتوں کی عبارت کا ذکر ہے۔ (وضاحت آ رہی ہے)

اب ان کے پاس صحابہ کے بعد تابعین کے دور سے لیکر، قرب قیامت تک کے دور کے، شرک سے پاک ہونے کی کیا گارنٹی اور دلیل ہے؟

تیسرا تضاد یہ ہے کہ حدیث کے اگلے جملے ”ہاں یہ خوف ہے کہ دنیا کے حریص بن جاؤ گے“ کو بھی صحابہ کرام کے ساتھ خاص ماننا پڑے گا، کہ صحابہ بھی دنیا کے حرم کا شکار تھے۔ نجدی یہ بھی گوارہ نہیں کریں گے۔

ایسی متعدد احادیث پیش کی جاسکتی ہیں جن میں بظاہر مخاطب تو صحابہ کرام ہیں، مگر حالات بعد میں آنے والی امت کے بیان کیے جا رہے ہیں۔

مثلاً ایک وہ حدیث پاک کہ تم اپنے سے پہلوں یعنی یہود و نصاریٰ کی پیروی کرو گے۔ (بخاری، مسلم)

اسی انداز سے فرمایا ”وہ زمانہ قریب ہے کہ جب کافر متحد ہو کر تمہیں قتل کرنے کو تم پر ٹوٹ پڑیں گے، جیسے کچھ آدمی ایک پلیٹ پر جمع ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی: کیا اس وقت ہم قلیل ہو گئے؟۔۔۔ فرمایا: نہیں بلکہ تم اس وقت کثیر ہو گے، لیکن تم اس وقت سیلاب کی مہماگ کی طرح (بے حیثیت) ہو گے، اللہ تعالیٰ

تمہارے دشمنوں سے تمہارا رہب نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں ”وہن“ ڈال دے گا۔ ایک صحابی نے پوچھا ”وہن“ کیا چیز ہے؟ قال: حب السحیوة، وکراهیة الموت۔“ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔“ (مسند احمد: ۴/۷۷، مشکوٰۃ: ۵۳۶۹)

اس حدیث پاک میں: ”تم اس وقت کثیر ہوں گے“، میں بظاہر تو صحابہ کرام ہی مخاطب تھے، مگر مراد صرف بعد کی امت ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام پر ایسا وقت نہیں آیا، کہ وہ موت سے نفرت کرتے ہوں اور دنیا سے محبت۔ جس کی وجہ سے کفار نے ان پر غلبہ پا لیا ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر موقع پر فتح و غلبہ عطا فرمایا۔

بالکل اسی طرح مذکورہ بالا بخاری شریف کی حدیث میں فرمانِ رسول اللہ ﷺ ”مجھے تم پر شرک کرنے کا خوف نہیں رہا، مگر حرص دنیا کا ضرور خوف ہے۔۔۔۔۔“ سے صرف صحابہ کرام ہی مراد نہیں، بلکہ بعد میں آنیوالی بڑی جماعت اور اکثریت بھی مراد ہے۔ ورنہ نجدیوں کے پاس اس دعوے ”کہا امت کی اکثریت مشرک ہو گئی“، کی کوئی ایک بھی دلیل نہیں، سوائے شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی وغیرہما کی اندھی تقلید کے۔

آپ کو امت پر بت اور پتھر کی عبادت کا کوئی خوف نہیں تھا:

آئے اب مندرجہ ذیل میں چند ایسی احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں جن میں ”امتی من بعدی“ کے الفاظ کے ساتھ صحابہ کرام سے بعد والی امت کے بھی شرک اکبر سے محفوظ رہنے کی گارنٹی دے دی گئی۔۔۔ گویا یہ احادیث، حدیث بخاری ”ان بشرکوا بعدی“ کی شرح کرتی ہیں۔

۱۔ ھذا دین اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

کے چہرہ اقدس پر غم کے آثار دیکھے، تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کس چیز نے آپ کو غمناک کر دیا ہے؟ فرمایا: ”امر الخوفه على امتي من بعدی“، مجھے اپنی امت پر اپنے بعد ایک امر کا خوف ہے۔ عرض کیا وہ کیا ہے؟ قال: الشرك وشهوة خفية، فرمایا: کہ وہ شرک اور خفیہ شہوت ہے۔ میں نے عرض کیا: ”الشرك امتك من بعدك؟“، کیا آپ کی امت بھی آپ کے بعد شرک کرے گی؟۔

فرمایا ہاں! مگر اے شہداد! خبردار ہو جا: ”لا یعدون شمسا ولا قمرا ولا وثنا ولا حجرا ولكن يراؤن الناس باعمالهم“، ”کہ وہ نہ تو سورج کی عبادت کریں گے، نہ چاند کی، نہ پتھر کی، اور نہ ہی بت کی، لیکن وہ اعمال میں لوگوں کے لیے ریا کاری کریں گے۔ میں عرض کی: کہ ریا، شرک ہے؟، فرمایا: ہاں!۔ پھر عرض کی: کہ شہوت خفیہ کیا ہے؟ فرمایا: تم میں سے کوئی صبح کے وقت تو روزہ سے ہو، مگر وہ دنیا کے کسی چسکے کی خاطر روزہ توڑ دے۔ (متدرک للحاکم: ۴۷۰/۵، امام حاکم صحیح کی، ابن ماجہ، ابواب الزہد باب الریا والسوء: ۴۲۰۵، مسند احمد: ۸۳۵/۵، شعب الایمان: ۳۳۳/۵، حلیۃ الاولیاء: ۲۴۷/۱، الترغیب، ۱/۱، الصواعق الالہیہ، از علامہ سلیمان بن عبدالوہاب)

اس حدیث پاک کے خاص کر ”امتی من بعدی“ کے الفاظ نے بخاری شریف کی حدیث پاک کی شرح کر دی: ”اللہ کی قسم مجھے تم پر یہ خوف نہیں رہا کہ تم میرے بعد شرک نہیں کرو گے“، کہ اس سے صرف صحابہ ہی مراد نہیں، بلکہ ان کے بعد قیامت تک کی امت کی بڑی جماعت (اہل سنت) بھی مراد ہے۔

اس فرمان عالی شان کہ: ”میری امت بتوں اور پتھروں کی پوجا نہیں کرے گی“۔۔۔۔۔ سے دوسرے فرمان حق بیان کہ: ”قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ میری

امت کے کچھ قبائل مشرکوں سے جا ملیں گے، اور بتوں کی عبادت کریں گے۔ (ترمذی، ابواب المعن) کی بھی وضاحت ہوگئی، کہ امت کی اکثریت کسی صورت اور کسی دور میں بھی بتوں کی عبادت میں مبتلا نہیں ہو سکتی۔ ہاں انتہائی قرب قیامت کچھ قبائل بت پرستی کریں گے۔ (وضاحت آری)

حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کو قبر النور پر سر رکھے دیکھ کر مروان نے جب کہا تم کون ہو اور یہ کیا کر رہے ہو؟ تو آپ نے اس سے فرمایا تھا: کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس (قبر النور پر) آیا ہوں، ”ولم ات الحجر (ولی رواية ولا الخلد)“ ”کسی پتھریا بے جان چیز کے پاس تو نہیں آیا“۔ (متدرک للحاکم، ۵۶۰/۴، وغیرہ)

وہابی جن احادیث کی بناء پر اکثر امت کو مشرک کہتے ہیں: (تضادات)

نجدی مولوی اپنی کتابوں میں بڑی ڈھٹائی اور عیاری سے سرخیاں جھاتے ہیں: ”کیا امت مسلمہ مشرک میں مبتلا ہو سکتی ہے؟“، یا پھر: ”کیا کلمہ پڑھنے والا مشرک ہو سکتا ہے؟“، پھر اس عنوان کے تحت چند احادیث لاتے ہیں۔

۱: قیامت قائم نہ ہوگی، حتیٰ کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین ذوالنخلصہ کے گرد ملیں گے۔ (بخاری، کتاب المعن)

۲: قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبائل مشرکوں سے جا ملیں گے، اور بتوں کی عبادت کریں گے۔ (ترمذی، ابواب المعن)

۳: تم ضرور یہود و نصاریٰ کی پیروی کرو گے۔ (ملخصاً، بخاری، کتاب الاعتصام)

منکرین کا دعویٰ تو یہ ہے کہ آج امت کی اکثریت مشرک ہوگی۔ چاہے تو یہ تھا

کہ کوئی ایسی ایک ہی نص پیش کرتے، جس سے ان کے دعویٰ ثابت ہوتا۔ لیکن وہ چوری و سینہ زوری سے ان مذکورہ بالا احادیث کو پیش کر رہے ہیں: دیکھو رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں: کہ قرب قیامت میری امت شرک کرے گی۔

یقیناً یہ دھوکا، جھوٹ اور "تضاد" ہے، کیونکہ پہلی دو حدیثوں میں یہ وضاحت بھی ہے کہ مخصوص قبیلے اور اقوام مراد ہیں نہ کہ اکثر امت۔

تیسری حدیث کہ متعلق ہم یہ بھی پوچھتے ہیں کہ اگر، "ما ائحاف علیکم ان تشرکوا بعدی" صرف صحابہ سے مخصوص ہے، تو پھر اس حدیث پاک کو بھی صرف صحابہ سے مخصوص کرو!

ثابت ہوا کہ جیسے اس حدیث میں خاص کر خیر القرون کے بعد والے لوگ مراد ہیں، ایسے ہی "ان تشرکوا بعدی" میں بھی صحابہ کے بعد والی امت بھی مراد ہے۔

باقی رہا یہ دھوکا کہ چونکہ یہود و نصاریٰ نے شرک بھی کیا تھا، جس کا مطلب یہ ہو کہ تم بھی انکی طرح شرک کرو گے۔۔۔ تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ تو تمام کافر و مشرک ہو گئے تھے، آیتیں بچ دیں، کتابوں میں تحریفیں کر دیں، تو کیا اس امت کی بھی یہی حالت ہے؟

دوسرا جواب ہے کہ اس تیسری حدیث کی شرح پہلی دو حدیثیں کر رہے ہیں کہ انتہائی قرب قیامت (وضاحت آ رہی ہے) کچھ قبیلے مشرک ہو جائیں گے نہ کہ اکثر امت، جیسے نجد یہ کاکمان فاسد ہے۔

اور شارحین حدیث نے یہاں پر یہ وضاحت کی ہے کہ: "لن یصلحوا فی المعاصی والمعاملات لا لی الکفر"، "عملی خرابیوں اور تفرقہ بازیوں میں ان کی طرح ہوگی، لیکن

(الديباج ۶: صحیح مسلم، علامہ سیوطی۔ الرشاد الساری: ۱۰/۳۲۸، علامہ قسطلانی)

اور یہ بھی قابل غور بات ہے کہ ان حدیثوں میں (انتہائی) قرب قیامت
بتوں کی عبادت کرنے اور مشرکین سے مل جانے کا ذکر ہے، نہ کہ قبور یا اہل قبور کی
عبادت کا، لیکن یہ اہل اسلام دشمن لوگ ان احادیث کو مزارات اولیاء پر لگا کر مسلمانوں
کی اکثریت کو مشرکین مکہ کی طرح مشرک کہتے ہیں۔ یہی وجہ کہ وہابیت کی پوری تاریخ
میں ایک بھی ایسا واقعہ اور کارنامہ ایسا نہیں ہے، اور نہ ہی قیامت تک ہوگا (انشاء اللہ!)
کہ جس میں اس خارجی ٹولے نے بت پرستوں کے خلاف بھی کوئی کارروائی کی ہو۔۔۔
ان بدعتی لوگوں کی ساری جنگ صالحین امت اور عامۃ المسلمین کے ساتھ ہے۔۔۔ سچ
فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ نے: ”یقتلون اهل الاسلام ویدعون اهل الاوثان“، مسلمانوں
کو قتل کریں گے، اور مشرکوں کو چھوڑے رہیں گے۔

(بخاری، کتاب التوحید)۔ ("تاریخ نجد و حجاز" ملاحظہ کریں)

رسول اللہ کو امت پر اہل قبور کی عبادت کا بھی کوئی خوف نہیں تھا:

یہ بھی ان لوگوں کا دجل، فریب اور افتراء ہے، کیونکہ احادیث میں تو انتہائی قرب قیامت کچھ قبائل کا بتوں کی عبادت کرنے کا ذکر ہے، اس سے پہلے تو بتوں کی عبادت بھی نہ کرنے امت کے متعلق گارنٹی دی ہے۔۔۔ مگر یہ بدعتی لوگ مکاری سے

ان حدیثوں کو مزارات صالحین کو وسیلہ بنانے کی وجہ سے عامۃ المسلمین پر لگا کر ان کو مشرک قرار دیتے ہیں۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اس سبب سے امت کی اکثریت کے کسی دور میں بھی مشرک ہو جانے کے متعلق یہ لوگ کوئی دلیل بھی پیش نہیں کر سکتے۔

رسول اللہ ﷺ کو امت پر مقابر کی پوجا کا کوئی خوف نہیں تھا، اسی لیے تو فرمایا: ”نہیتکم عن زیارة القبور فزودوها“، میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع فرمایا تھا، پس اب تم زیارت کیا کرو۔ (مسلم: کتاب الجنائز، سنائی)

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ممانعت، پھر اجازت کی وجہ بیان فرماتے ہیں: ”آغاز اسلام میں لوگوں کا بتوں کی عبادت کے دور کا قریب ہونا اور قبروں کو سجدہ گاہ بنالینا تھا، لیکن جب دین اسلام مستحکم ہو گیا اور لوگوں کے دلوں میں ایمان مضبوط ہو گیا، ”وَأَمِنَتْ عِبَادَةُ الْقُبُورِ وَالصَّلَاةُ إِلَيْهَا لَسَخَ النَّهْيُ عَنْ زِيَارَتِهَا“، ”اور قبروں کی عبادت اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا اندیشہ جاتا رہا، تو زیارت قبور کی بھی کو منسوخ کر دیا گیا“، کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی، اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے۔“ (عمدة القاری: ۷/۷۷)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی شرح فرمائی

ہے۔ (امعة اللغات: ۱/۷۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ”کہ امام احمد بن حنبل غفرہ اللہ تعالیٰ سے سرکارِ دو عالم ﷺ کی قبر الوداع اور آپ ﷺ کے منبر شریف کو چومنے کے بارے میں منقول ہے، کہ وہ اس میں کوئی قہاحت نہیں سمجھتے تھے۔ اور اسی طرح مکہ کے شافعی ملا میں

سے ایک جید عالم حضرت ابوصیف یمانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی قرآن پاک، احادیث مبارکہ کے اجزاء اور قبور صالحین تک کو چومنے کا جواز منقول ہے، اور اللہ تعالیٰ جسے توفیق عطا فرمائے۔ (فتح الباری، ۴: ۵۷۳)

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا قبر رسول ﷺ پر چہرہ رکھ کر بیٹھنا بھی منقول ہے۔ (مستدرک للحاکم، ۴: ۵۶۰)

اسی طرح استاذ المحدثین محمد بن منکدر کے متعلق بھی منقول ہے کہ اپنا چہرہ قبر النبی پر رکھ لیتے۔ (سیر اعلام النبلاء، ۶: ۱۵۹)

کیا منکرین کے نزدیک صحابی رسول، ابن حنبل اور ابن حجر اور اس طرح روایات کو نقل کرنے والے ائمہ کرام بھی قبر پرست اور مشرک ہیں؟ نہیں تو کیوں نہیں۔ (حریدہ "نوت شدہ کا وسیلہ" عنوان دیکھیں)

واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا زیارت قبور کی اجازت دینا اس بات کا قطعی ثبوت ہے، کہ آپ کو امت پر اب عبادت قبور کوئی خطرہ خوف نہیں رہا تھا۔۔۔ جب کہ خارجی ٹولے نے اپنا پیٹ پالنے کے لیے، بلا دلیل اس امت کی اکثریت کے شرک کا سبب عبادت قبور کو قرار دے رکھا ہے۔

سعودی مفسر نے لکھا: آج کا مسلمان۔۔۔ سمجھتا ہے کہ مسلمان مشرک کس طرح ہو سکتا ہے؟ ان "مشرک مسلمانوں" نے شرک کو پتھر کی صورتوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے کہ صرف وہی مشرک ہیں۔ جب کہ یہ نام نہاد مسلمان بھی قبروں پر قبوں کے ساتھ وہی کچھ کرتے ہیں جو پتھر کے ہجاری اپنی صورتوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ (ص: ۲۳)

اگر کوئی کلمہ گو کسی قبر سے غیر شرعی معاملہ کرتا ہے، تو اس کا ذمہ دار مسلک المل

سنت اور علماء اہل سنت نہیں ہیں۔ اور کیا کسی کے ماتھے پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ ”سنی“ ہے؟
 --- نبی اللہ کے گھر بھی کافر پیدا ہو سکتا ہے۔۔۔ اور کیا نجدی عوام کی غیر شرعی حرکات
 کے ذمہ دار، نجدی مولوی ہیں؟ ع شرم تم کو مگر نہیں آتی!

کیا کوئی منکر علماء اہل سنت کی کوئی تقریر یا تحریر دیکھا سکتا ہے جس میں
 مزارات پر غیر شرعی حرکات کی اجازت دے گئی ہو۔۔۔ قبور صالحین کے ساتھ غیر شرعی
 رویہ اختیار کرنے والے ہمارے نزدیک یا تو جاہل و فاسق ہیں، (”موسیٰ علیہ السلام کی
 احتیاط“ عنوان ملاحظہ کریں) یا پھر مشرک۔

جہلا فساق کی بدکاریوں کا الزام اہل سنت کو دینا نا انصافی اور غلط فہمی ہے۔ قبور
 صالحین پر برکت کے حصول کے لیے حاضرین کو ”قبر پرست“ ”مردہ پرست“ کہنا، خود
 ظلم و جہالت و شقاوت ہے۔

اور اگر اصحاب قبور کا وسیلہ ان کی عبادت ہے تو پھر صحابہ کرام سمیت پوری
 امت محمدیہ مشرک ہے، سوائے امت نجدی کے، کیونکہ تسلسل کے ساتھ امت میں یہ
 سلسلہ جاری ہے، جس کا پہلا منکر ابن تیمیہ ہے۔ (”ابن تیمیہ کا تعارف“ عنوان ملاحظہ کریں)
 رہا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خدشہ کہ کہیں آپ ﷺ کی قبر انور کو مسجد نہ بنالیا
 جائے۔ (بخاری کتاب الجنائز)

تو اس سے امت کا اس فعل میں جہلا ہونا ثابت نہیں ہوتا، اور کیا کوئی صحابی یا
 تابعی اس فعل کا مرتکب ہوا؟۔۔۔ کیونکہ آپ نے تو دور صحابہ میں یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا۔
 اور یہ بھی ممکن ہے آپ تک یہ حدیث پاک نہ پہنچی ہو ”کہ مجھے تم (امت) پر
 شرک کا اب کوئی خوف نہیں رہا“ وغیرہ۔

”میری قبر کو بت نہ بنانا“، اور کیا قبر اور بت ایک جیسے ہیں:

یہ بے ادب اور بے لحاظ لوگ قبر النبی ﷺ اور قبور صالحین کو بت اور برابر قرار دیتے ہیں اور کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی تھی: ”اللہم لا تجعل قبری وثناً، بعد“، ”اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ جس کی عبادت کی جائے۔“

(مسند احمد: ۲/۳۸۷، موطا امام مالک: ۱۵۹)

یعنی ان لوگوں کی عقل ایسی الٹی ہے کہ آپ ﷺ کی دعا کا مطلب بھی الٹا سمجھ لیا۔ کہ بجائے آپ کی یہ دعا قبول ہونے کے الٹ ہو گیا، اور آپ کی قبر بت بن گئی، جس کی پوجا کی جاتی ہے۔ (استغفر اللہ!) ان الوهابیۃ قوم لا یعقلون!

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں اجتہاد کرنے والوں کی فہم و فراست کا یہ معیار ہے۔ حالانکہ اس فرمان پاک کا صاف یہ مطلب بنتا ہے کہ چونکہ نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ لہذا یہ حدیث پاک خود اس بات کی گارنٹی اور ثبوت ہے کہ کسی دور میں بھی آپ کی قبر مقدس کے ساتھ بت والا معاملہ نہیں ہو سکتا۔

اور اسی طرح وہ حدیث پاک کہ شیطان مایوس ہو گیا کہ جزیرۃ عرب میں اس کی عبادت ہو (شیخ سلیمان کے حوالے سے آ رہی ہے)، اور مزید یہ حدیث طیبہ کہ: شیطان مایوس ہو گیا کہ اب (پوری دنیا میں کہیں بھی) نمازی اس کی بندگی کریں۔

(البدایہ، ابن کثیر: ۶۶۱)

پتا چلا کہ نجدی گروہ کا اہل حریم کو نبی اکرم ﷺ سے طلب شفاعت کی وجہ سے مشرک و مباح الدم قرار دیکر ان سے قتل و قتال کر کے، قبضہ کرنا جھوٹ اور سارا ڈرامہ تھا۔

قبور صالحین کو بت اور بتوں جیسا کہنا یقیناً گستاخی و بے دینی ہے۔

کہاں: ”ما بین قبری ومنبری روضة من الرياض الجنة“ (نسائی: کتاب

المساجد، مسند احمد: ۶۳/۳، تاریخ کبیر بخاری: ۳۹۲/۱، مجمع الزوائد: ۸/۳، مشارق الانوار: ۱۰۵، قاضی عیاض، شرح نووی مسلم: ۱۶۱/۹، حمدۃ القاری: ۲۶۱/۷، تلخیص الحیر: ۲۳۰/۳، امام بخاری و مسلم نے باب جامعاً ”باب فضل ما بین قبری ومنبری الخ“: بخاری، کتاب الطوع، مسلم کتاب الحج)

اور ”من زار قبری وجبت له شفاعتی“، (سنن دارقطنی: ۲/۲۸۲، شعب الایمان

للبيهقي: ۳۹۰/۳، مجمع الزوائد: ۲/۳، شہاب ثاقب) اس طرح ہر ولی کی قبر بھی جنتی ہونے لگتی ہے۔

۔۔۔۔ اور کہاں جہنم کا ایندھن اور بے وقعت بت۔ (الانبیاء: ۹۸)

نجدی قرب قیامت کے اس خاص وقت کا تعین کریں (دہلوی کی دہائی)

نجدی مذکورہ بالا تین حدیثوں میں سے حدیث کے الفاظ ”حسی لا تقوم

الساعة“ سے قرب قیامت سے آج ہی کا زمانہ مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ ان احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے بعد انتہائی قریب قیامت کا زمانہ مراد ہے۔

پیشوائے وہابیہ اسماعیل دہلوی نے برصغیر میں وہابیت کے فروغ اور فرقہ

واریت کے لیے جو جھوٹ اور بدعتیں گھڑیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ جس کو مسلم شریف کی روایت (آگے آرہی ہے) کے تحت گھڑا۔ اور آج سے (۱۵۰) سال پہلے ہی یہ لکھ مارا:

”سو پیغمبر خدا کے فرمان کے موافق ہوا (یعنی وہ قرب قیامت والی ہوا) چل گئی

، اور جس کے دل میں ذرہ بھی ایمان تھا وہ فوت ہو گیا (یعنی مسلمان لوگ اپنے نبی و ولی اماموں شہیدوں کے ساتھ معاملہ شرک کا کرتے ہیں، اس طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے، اور

(مسلمان) کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں، اور ان کی رسموں پر چلتے ہیں۔

(تقویۃ الایمان: ۵۰، ۵۱) (لعنة الله على الكاذبين!)

دہلوی کو یہ فیض شیخ نجدی سے ملا، محمد بن یوسف سورتی غیر مقلد نے شیخ نجدی کے حوالے سے لکھا، کہ وہ سمجھتا تھا: ”آج“ لا الہ الا اللہ کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں رہا۔

(مقدمہ، کتاب التوحید، مترجم، ص ۱۸)

گویا کہ ساری دنیا کے کلمہ گو سمیت نجدیوں کے، کافر و مشرک ہی ہیں!

جبکہ ”۱۵۰“ سال گزرنے کے بعد بھی، ابھی تک قریب قریب قیامت کے کوئی

آثار نہیں ہیں، اور علامات کبریٰ بھی باقی ہیں۔ حالانکہ سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دورِ پاک

میں بھی یہ فرمایا تھا: ”میں اور قیامت دو ٹلی ہوئی انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہیں۔

(مسلم، کتاب المعن، وغیرہ) یعنی قیامت انتہائی قریب ہے، حالانکہ (۱۴) صدیاں گزر گئیں

اور ابھی قیامت نہیں آئی۔

اب ہم نجدیوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے تو مذکورہ بالا احادیث (مسلمان بتوں

کی پوجا کریں گے) کا مصداق آج سے ”۲۰۰“ سال پہلے کے زمانہ کو ٹھہرا کر اس وقت بھی

امت کی اکثریت کو مشرک جان کر اُنکا مال و خون مباح قرار دے کر اُنکا قتل عام کر چکے

ہو۔ (کشف المشبات: ۹، ”تاریخ نجد و حجاز“)

لہذا تم پر لازم و ضروری ہے کہ ان احادیث میں ”حتی لا تقوم الساعة“

وغیرہ کے وقت و حالات کا تعین کسی صحیح صریح حدیث پاک سے کرو۔

حالانکہ آج کے اس پر فتن دور میں بھی، الحمد للہ! اسلام کا نقش باقی ہے،

قرآن سلامت ہے، مساجد میں اذانیں ہو رہی ہیں، لوگ باوجود بے عملی کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں، تقویٰ شعار لوگ بھی موجود ہیں۔

حالات کے تعین والی احادیث کیوں چھپاتے ہیں؟:

مذکورہ بالا احادیث کو امت کی اکثریت اور آج کے زمانے کے مسلمانوں پر منطبق کر کے ان کو مشرک کہنا، نجدیوں کا رسول اللہ ﷺ پر صریح بہتان، غلوئی الدین اور اسلام دشمنی ہے۔

چوری اور بددیانتی یہ ہے، اسماعیل دہلوی اور اس کے مقلدین، قبیلہ دوس کی عورتوں کے ذکر والی حدیث (تقویۃ الایمان: ۹۱، مکتبہ خلیل) جو مسلم شریف سے پیش کرتے ہیں، اس سے اگلی حدیث مسلم (جس کی شرح میں دہلوی نے مذکورہ جھوٹ بولے) کو کبھی مکمل چھپا کر اور کبھی آدھا مضمون چھپا کر، (جس طرح دہلوی نے کیا) یہود کی سنت، ”وتکتبوا الحق“، ”کہ تم حق نہ چھپاؤ“، ادا کرتے ہیں۔

اسی حدیث مسلم میں حریص امت ﷺ نے حالات و اوقات کا تعین اور علامات بیان فرمادیں۔۔۔ کہ کب جا کر کچھ قبائل وغیرہ آباء کے دین کی طرف دوبارہ لوٹ آئیں گے۔۔۔ جنوں کی پوجا اور شرک کریں گے۔

۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتیں ہیں: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ دن اور رات (کا یہ سلسلہ) اُس وقت تک ختم نہیں ہوگا، جب تک لات وعزیٰ کی عبادت نہ کی جائے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے: ”هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق الخ“، ”وہ ذات جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اُس کو تمام دینوں پر غالب کر دے، خواہ مشرکین کو یہ ناگوار گزرے“۔ (توبہ: ۳۳) تو میں یہ مکان

کرتی تھی، کہ یہ دین مکمل ہو گیا (اور اب کفر و شرک نہ ہوگا)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے، وہ واقع ہوگا، ”لسم یبعث اللہ ربحا طیبة“، اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، جس کی وجہ سے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا، وہ فوت ہو جائیگا، اور جس کے دل میں بالکل خیر نہیں ہوگی وہ باقی ہوگا، اور وہ لوگ اپنے آبائی دین کے طرف لوٹ جائیں گے، (پھر جا کر یہ صرف نام کے مسلمان حقیقت میں بے ایمان شرک کریں گے)۔ (مسلم شریف، کتاب النہن)

اس حدیث پاک میں ”لا یذهب الیل والنہار“، کہ دن رات کا یہ سلسلہ اُس وقت تک ختم نہیں ہوگا، جبکہ لات وعزیٰ کی پرستش نہ کی جائے، سے انتہائی قرب قیامت کے وقت کی طرف اشارہ ہے۔

”لسم یبعث اللہ ربحا طیبة“، پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، یہ علامت بیان کر کے سید عالم ﷺ نے وقت اور حالات کا خوب تعین فرما دیا۔

مزید یہ کہ اسماعیل دہلوی نے مذکورہ بالا حدیث کے بعد جو حدیث نقل کی ہے، اس میں بھی مزید دو علامتیں موجود تھیں، جن سے اس نے دانستہ طور پر آنکھیں بند کر لیں، اور بددیانتی کی۔۔۔ ملاحظہ کریں۔

۴: ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: دجال نکلے گا، پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا، وہ دجال کو ڈھونڈ کر ہلاک کر دیں گے: ”لسم یوسل اللہ ربحا باردة من قبل الشام“، ”پھر اللہ تعالیٰ شام سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا“، جو روئے زمین کے ہر اس شخص کی روح کو قبض کر لے گی، جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان یا خیر ہوگی۔

پھر برے لوگ باقی رہ جائیں گے، جو چڑیوں کی طرح جلد باز، بے عقل اور درندہ صفت ہوں گے، وہ نہ کسی نیک بات کو اچھا سمجھیں نہ بری کو برا، ان کے پاس شیطان کسی بھیس میں آئے گا، اور کہے گا کیا تم میری بات نہیں مانتے؟۔۔۔ وہ کہیں گے تم کیا حکم دیتے ہو؟ ”لیامرهم بعبادة الاوثان“، ”وہ انہیں بت پرستی کا حکم دے گا“۔۔۔ وہ اسی میں مصروف کار ہوں گے، ان کا رزق اچھا ہوگا، اور ان کی زندگی عیش و عشرت سے ہوگی، پھر صور پھونک دیا جائے گا۔ (مسلم: کتاب فتن، باب ذرہ بنی)

نجدیوں پر سوالات:

ہم ان غالیوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ ”ریح طیبہ“ چل چکی ہے؟۔۔۔ اور جو لوگ باقی زندہ ہیں یہ سارے بے ایمان ہیں؟۔۔۔ کہ جن کے دلوں میں ذرہ بھی خیر نہیں رہی؟۔۔۔ تو پھر صرف نجدی ہی ایماندار کیسے رہ گئے؟۔۔۔ اور کیا دجال کا خروج بھی ہو چکا؟۔۔۔ اور عیسیٰ علیہ السلام آکر تشریف لے گئے؟

امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے تو وہ قرب قیامت والی ریح آج سے تقریباً (۱۸۰) پہلے چلا دی۔۔۔ اور لکھ مارا: ”سو خبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا الخ“۔ (تو یہ الایمان: ۹۶، مکتبہ ظیل) یعنی وہ باؤ چل گئی، اور وہ شرک پھیل گیا، اور اب سارے کلمہ گو، حقیقت میں بے ایمان ہی ہیں۔ استغفر اللہ!

غیر مقلدو!۔۔۔ دیوبندیو! تمہیں شرم سے ڈوب مرنا چاہیے، کہ جس کتاب کے تمام مضامین کی تم تصدیق کرتے ہو۔۔۔ کتاب سنت کے مطابق کہتے ہو۔۔۔ بڑے فخر و دعوے سے اور دین کی خدمت سمجھ کر بار بار چھاپتے ہو۔ اس کتاب

میں صالحین کی توہین کرنے اور مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لیے، کس قدر قصدِ ابڑے بڑے جھوٹ بولے گئے، جن کو تم قیامت تک سچ ثابت نہیں کر سکتے۔ (حرید: "تقویۃ الایمان اور اسماعیل دہلوی"، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں میں فرق ہے؟" عنوانات ملاحظہ کریں)

اور کاش تم لوگ دہلوی کے فہم و تدبیر کے متعلق گھر کے گواہ اس کے چچا عبدالقادر کی اس گواہی اور تحقیق کو یاد رکھتے: "بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا"۔ (ارواحِ ثلاثہ: ۹۸، از اشرف علی تھانوی)

امت کی اکثریت کو مشرک کہنا، ختم نبوت اور تکمیل دین کا انکار کرنا ہے:

جب عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے لات وعزیٰ کی عبادت کی خبر سنی، تو حیران ہو گئیں، اسی لیے آپ نے (توبہ: ۳۳) سے استدلال کیا۔ (حدیث پاک گزریگی)

گویا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یہ مکمل اور غالب دین ہے، اور آپ آخری نبی ہیں، اگر آپ کے وصال کے بعد دوبارہ یہ امت دوبارہ مشرک ہو جائے گی، تو پھر یہ دین مکمل اور غالب کیسے ہوا؟۔۔۔ ام المؤمنین کے استدلال سے بھی معلوم ہوا "ان نشر کو ابعدي" صرف صحابہ کے ساتھ خاص نہیں۔۔۔ اور رسول کائنات ﷺ نے بھی جواباً حالات کی وضاحت فرمادی: کہ یہ شرک اُس وقت ہوگا، جب ایک بھی آدمی ایسا نہیں رہے گا، جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو۔

لہذا سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہ کے سوال کرنے کے انداز سے اور رسول اللہ ﷺ کے جواب سے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہ بات ثابت اور واضح ہو گئی کہ "ثم یبعث اللہ ریحاً طیبۃ"، اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تک امت کی

ایسی اکثریت، کہ جو "شِرْكٌ لِّى النُّبُوَّةُ" برداشت نہ کرتی ہو۔۔۔ اُس پر "شِرْكٌ لِّى
الالٰہیہت" کی تہمت لگا کر اُسکو مشرک کہتا۔۔۔ دین محمدی ﷺ اور رسالت محمدی ﷺ کو
ناکمل اور ادھورا جاننا اور ختم نبوت کا انکار کرنا ہے۔۔۔ کہ گویا آپ کی تبلیغ رسالت کا نتیجہ
بھی پہلے نبیوں کی طرح ناکمل ہی رہا۔

سعودی تفسیر (ص: ۱۳۹۳) اور شیخ نجدی کی سیرت کی کتابوں میں بھی باور کرایا
گیا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کا اثر ختم ہو گیا تھا، پوری دنیا میں ہر سو پھر سے شرک
پھیل گیا تھا، کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ نجدی کو بھیج کر وہی کام لیا، جو رسول اللہ سے لیا
تھا۔ (استغفر اللہ!)

اور شیخ نجدی نے پورا پورا رسول اللہ ﷺ جیسا انقلاب برپا کیا۔۔۔ گویا شیخ
نجدی کو خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کا شریک بنایا گیا، جو کہ ختم نبوت میں ڈاکہ ڈالتا ہے۔
مجھے بتا تو کسی۔۔۔۔۔ اور کافر ہی کیا ہے؟؟؟

جبکہ سرور کائنات ﷺ کی خبر یہ ہے: میری امت کا امر ہمیشہ مستقیم رہے گا حتیٰ
کہ قیامت آجائے گی۔ (بخاری: ۷۳۱۳)

قرآن کی بقا، امت کے ایمان کی بقا کی دلیل ہے:

حدیث پاک: کہ ہر نبی کو وہ معجزہ دیا گیا کہ جس کی مثل (مثل رکھنے والے)
لوگ اُس پر ایمان لائیں، اور جو معجزات میں سے مجھے عطا کیا گیا، وہ وحی (قرآن) ہے
، جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے۔ اور مجھے اُمید ہے کہ (اسی قرآن وجہ سے بھی)،
"اکثر ہم تائبعا یوم القیامة"، کہ روز قیامت میری امت کی تعداد سب سے زیادہ

ہوگی۔ (بخاری، کتاب فضائل القرآن)

یعنی جب تک قرآن باقی رہے گا میری اُمت بڑھتی رہے گی، نہ کہ بقول وہابیہ کے مُشرک ہوتی رہے گی۔ لہذا قرآن کی سلامتی، اُمت کے ایمان کی سلامتی کی دلیل ہے۔ اور اگر مومن صرف یہ نجدی ہی ہوں، باقی اہلسنت (سوا و اعظم) مُشرک ہی ہوں، تو ان چند نجدیوں پر بڑی اُمت و جماعت کا اطلاق کسے درست ہو سکتا ہے، اور صرف یہی چند ٹوٹرو اُمت کی اتنی (۸۰) صفیں کیسے پوری کر سکتے ہیں۔

(ترمذی: کتاب صلوٰۃ الجُمُعہ، ابن ماجہ: کتاب الزُحُود)

ایسا وقت تب آئے گا جب قرآن اُٹھ جائے گا:

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ داتا ئے غیوب ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام ایسے ہی پرانا ہو جائیگا، جیسے کپڑے کی رنگت پرانی ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ یہ جاننے والے بھی باقی نہ رہیں گے، کہ نماز، روزہ، قربانی اور صدقہ کیا چیز ہے۔

اور کتاب اللہ ایک ہی رات میں ایسی غائب ہو جائے گی کہ اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی۔ اور مسلمانوں کے چند گروہ باقی رہ جائیں گے، جنکے بوڑھے اور بوڑھیاں یہ کہیں گی: کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا تھا، ”لا الہ الا اللہ“۔ اور ہم بھی آج یہ کہتے ہیں۔

صلہ بن زفر رحمۃ اللہ علیہ (حضرت حذیفہ سے روایت کرنے والے تابعی) نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کہ جب وہ نماز، روزہ اور قربانی سے منہ پھیرتے رہے (حتیٰ کہ انہیں بھول ہی گئے)، تو انہیں پھر بھی یہ کلمہ کچھ فائدہ دے گا؟

حضرت صلہ نے یہ سوال تین مرتبہ کیا اور ہر بار حضرت حذیفہ منہ پھیرتے رہے، تیسری مرتبہ صلہ کی طرف منہ کر کے حضرت حذیفہ نے (یہ فتویٰ دیا): ”یا صلہ! تَنْجِيهِمْ مِنَ النَّارِ، ثَلَاثًا“، اے صلہ! یہ کلمہ بھی اُنکو دوزخ (میں ہمیشہ جلنے) سے ضرور نجات دے گا، یہ جملہ تاکیدات تین مرتبہ کہا۔۔۔ (سبحان اللہ!)۔

(ابن ماجہ، ابواب المغن، مستدرک للحاکم: ج ۵: ۸۵۰، یہ حدیث سنی ہے)

اس حدیث پاک میں یہ وضاحت اور ترتیب ہے، کہ پہلے اعمال ختم ہوں گے۔۔۔ پھر اچانک مکمل قرآن اُٹھ جائیگا۔۔۔ باقی چند گروہ مسلمانوں کے رہ جائیں گے، جنہیں صرف کلمہ یاد ہوگا۔۔۔ لہذا یقیناً یہی وہ دور اور زمانہ ہے کہ جب ”ہسفی طوائف من الناس“ کہ امتیوں کے چند باقی رہ جانے والے لائمی گروہوں میں سے، کچھ قبائل اور گروہ اپنے مشرک باپ دادا کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اور لات وعزى وغیرہ بتوں کی عبادت کریں گے۔

لیکن دہلوی نے پہلے ہی لکھ دیا: کہ (مسلمان) کافروں کے بتوں کو مانتے

ہیں۔ (تقویۃ الایمان: ۹۸، مکتبہ خلیل) بحسب اللہ علی الکاذبین!

حالانکہ اس دور کے مسلمانوں کے ایمان کی تو، ”اعجب ایمان“ فرما کر محبوب

علیہ السلام نے خود تحسین فرمائی ہے۔ (مشکوٰۃ: ۶۲۸۸۔ ”ایمان رجیکٹ کرو یا“ عنوان ملاحظہ کریں)

مگر نجدیوں نے الٹی چال چلی۔۔۔ اور ترتیب الٹی کر دی کہ امت مشرک

پہلے ہو گئی۔۔۔ ایمان دنیا سے چلا گیا،۔۔۔ قرآن اور اعمال باقی رہ گئے۔

حالانکہ ان توحید کے جموں نے ٹھیکیداروں کے پاس کوئی ایک بھی دلیل موجود نہیں۔

الحاصل اب اگر کوئی شخص بھی دیا ننداری کے ساتھ فہم حق کے لیے ان مذکورہ

احادیث میں غور و فکر کرے گا، اور ان میں تطبیق دے گا۔۔۔ تو انشاء اللہ! یہ کہے بغیر نہ رہ سکے گا کہ آج نجدی جن حدیثوں کو بنیاد بنا کر کے عامۃ المسلمین کو مشرک ٹھہراتے ہیں۔۔۔ یہ انکار رسول اللہ ﷺ پر صاف بہتان اور امت پر ظلم ہے۔۔۔ اور یہ بھی مانے گا کہ دنیا میں اس نجدی ٹولے سے بڑی جھوٹی اور کوئی قوم نہیں ہو سکتی۔

رسول اللہ کو امت پر کن امور کا خوف تھا؟

۱: پچھلے صفحات میں آپ نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک ملاحظہ کی، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر ریا کاری اور خفیہ شہوت کا خوف ہے۔

۲: محمود بن لبید راوی رضی اللہ عنہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تم پر جن چیزوں کا زیادہ خوف ہے، اُن میں سے زیادہ خوفناک شے شرک اصغر ہے۔۔۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! شرک اصغر کیا چیز ہے؟۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ریا کاری!۔۔۔ (محب الایمان: ج ۵: ۶۸۳، ابن ابی الدنیا، اور امام احمد نے جید اسناد سے روایت کیا)

۳: بخاری شریف کتاب الجنازہ کی حدیث پاک کئی بار گزر چکی ہے کہ مجھے تم پر اس چیز کا تو کوئی خوف نہیں رہا کہ میرے بعد شرک کرو گے، "ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا الیہا"، اور لیکن اس چیز کا خوف ضرور ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

(یہی مضمون آگے جاری ہے)

آپ کو امت پر شرک کرنے کا نہیں، بلکہ تہمت شرک کا خوف تھا:

۴: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ”ان ما اتخوف علیکم رجل“، بیشک مجھے تم پر ایسے شخص کا خوف ہے، جو قرآن پڑھے گا (یعنی بظاہر عالم دین ہوگا)۔ یہاں تک کہ جب اُس پر قرآن کی رونق آنے لگے، اور اُس نے اسلام کی چادر اوڑھ لی ہوگی، تو اُسکی حالت بدل جائے گی، جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، تب وہ اُس چادر اسلام سے نکل جائیگا اور اُسے پس پشت ڈال دے گا۔

”وسعی علی جارہ بالسیف، ورماہ بالشرك“ اور وہ اپنے علاقے کے لوگوں پر حُرک کی تہمت لگائے گا، اور اُن پر تلوار سے حملہ آور ہوگا۔

راوی نے عرض کیا: یا نبی اللہ ﷺ اُن دونوں میں مشرک ہونے کا دراصل حقدار کون ہوگا؟ جس پر شرک کی تہمت لگائی گئی۔۔۔ یا شرک کی تہمت لگانے والا؟

”قال بل الرامی“، آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ شرک کی تہمت لگانے والا حقیقت میں خود مشرک ہوگا!۔ (حافظ ابن کثیر نے کہا: کہ یہ اسناد خوب عمدہ اور کھری ہیں)۔

(تفسیر ابن کثیر، عن مسند ابی یعلیٰ، تحت اعراف ۱۷۵، ج ۲۔ صحیح ابن حبان، ج ۱۔ مسند بزار، ج ۷۔ تاریخ کبیر امام بخاری، ج ۳۔ معجم الکبیر طبرانی، ج ۲۰۔ مسند شامین طبرانی، ج ۲۔ مسند ابن ابی عامر، ج ۱۔ معجم الزوائد، ج ۱۔ جامع الاحادیث کبیر سیوطی، ج ۳۔ جامع المسانید والسنن ابن کثیر، ج ۳۔ کشف المحجرات، ج ۱۔ شرح مشکل الآثار طحاوی، ج ۲)۔

خلاصہ احادیث: مذکورہ بالا چاروں احادیث کو خوب ذہن نشین کر کے غور کریں، کہ دانائے غیب ﷺ کی صفت و شان حریف علیکم ہے، جو سب سے زیادہ اپنی اُمت کی بھلائی چاہنے والے، غم کھانے والے ہیں، اُنکو اپنی اُمت پر کن کن امور کا خوف و اندیشہ تھا، اور آپ کی تعلیمات کیا ہیں؟۔

اور دوسری طرف ان نجدیوں، خارجیوں کی ذہنیت، سوچ، تعلیم اور مشن کو بھی دیکھیے!۔۔۔ اور خود فیصلہ کریں کہ دین اسلام اور نجدی دھرم میں کتنا تضاد و تعارض ہے۔

رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں: کہ مجھے امت کے شرک کرنے کا نہیں، بلکہ ظلماً شرک کی تہمت لگائے جانے کا خوف ہے۔

اور یہ قرن الشیطان کہے: کہ امت کی اکثریت مشرک ہو گئی۔

عمل بالحدیث کے دعوے دار، اگر اس حدیث پاک میں غور و تدبر کرتے، تو ان کو اس حدیث پاک میں اپنی اصلی صورت نظر آ جاتی، اور وہ وہابیت سے تائب ہو جاتے۔

وكان امر الله قلوا مقلودا

جبکہ یہ لوگ جان بوجھ کر (ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكتموا الحق والتم تعلمون) پر عمل کرتے ہو اس روایت کو چھپاتے ہیں، کہ کہیں ہمارے دین باطل کا پول نہ کھل جائے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ جن برائیوں کا رسول اللہ ﷺ کو امت پر خوف تھا، (مثلاً ریا کاری، خفیہ شہوت، عورت، حرم دنیا اور امت پر تہمت شرک) یہ لوگ ان کے خلاف جہاد و تبلیغ کرتے۔ مگر ان کا بڑے سے لیکر چھوٹا، خود ان گناہوں میں مبتلا ہے۔

بلکہ شیخ نجدی نے اپنے گھناؤنے مشن کی تکمیل کے لیے، ابن سعود کی بیوی کو۔ اور ابن سعود کی بیوی نے ابن سعود کو، وسیع سلطنت کا لالچ دے کر ہی گمراہ کیا، اور مزید اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کر کے اپنا حامی اور ساتھی بنایا تھا۔

اور دنیا کے لالچ کے لیے ہی نجدیوں نے حرمین شریفین کے مسلمانوں پر شرک کا جھوٹا فتویٰ لگا کر، ان کو تہ تیغ کر کے قبضہ جمایا تھا۔ (نواب صدیق نے بھی یہی لکھا، آگے آ رہا ہے)

یہ بھی دیکھ لیجیے کہ دانائے غیب ﷺ کی خبر کے مطابق، آج یہ فتنے (ریا، حرم

دنیا، خفیہ شہوت، تہمت شرک) زوروں پر ہیں۔ (اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ آمین!)

مسلمانوں کو مشرک کہنے والا، خود مشرک ہوگا:

مذکورہ بالا چوتھی حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے شرک کے جس فتویٰ سے خوف کا اظہار کیا، اس کا ایک بہت بڑا ثبوت ”سعودی تفسیر“ ہے۔

اگر مزید تحقیق درکار ہو تو، وحابی حضرات کے کسی بھی کتب خانے پر چلے جائے، آپ کو آدمی سے زیادہ کتابیں دعویٰ نظر آئیں گی، جو صرف مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں۔ اور ایسی تمام کتابوں کے بنیادی ماخذ، ”کتاب التوحید“، ”کشف الشبهات“ اور ”تقویۃ الایمان“ ہیں۔

ان کتابوں میں بلا دلیل، محض قرآنی آیات کی خود ساختہ تفسیریں اور معنوی تحریفیں کر کے، ان ان امور کو شرک بنایا گیا کہ جن کو اس قرن الشیطان سے پہلے (سوائے ابن تیمیہ یا اس کے ہمواروں کے) کسی نے بھی شرک نہیں کہا۔

پوری اسلامی تاریخ چھان مارئے آپ کو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے علاوہ اس امت میں وہ پہلا شخص اور کوئی بھی نہیں ملے گا، جو اس حدیث پاک کا مصداق ہو۔۔۔ جس نے مسلمانوں کے متواتر عقائد کو شرکیہ قرار دے کر ان کا قتل عام کیا ہو۔

النور شاہ کاشمیری دیوبندی نے بھی لکھا: اور رہا محمد بن عبدالوہاب نجدی وہ پلید شخص تھا، کم علم تھا اور مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔

(فیض الباری: اراۃ، سعودی تفسیر: ۹۷، پر اسی کتاب کا حوالہ دیا گیا)

اور شیخ نجدی کے بعد دوسرا مصداق اسماعیل دہلوی ہے، جس نے شیخ نجدی

کی ”کتاب التوحید“ کا ”تقویۃ الایمان“ کی صورت میں ہندوستان میں دوسرا ایڈیشن پیش کیا۔ اور یہ کتاب لکھ کر خود اقرار بھی کیا کہ میں نے (قصداً اور ظلماً) شرک اصغر کو ”شرک اکبر“ لکھ دیا ہے۔ جو یقیناً تفریق امت کا سبب بنے گا، مگر اُمید ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ (ملخصاً، اکمل البیان: ۱۴۔ ارواح ملاحذ از اثر فعلی تقانوی: ۸۳)۔ (تقویۃ الایمان کے شرک کے فتوؤں کی جھلک عنوان ”تقویۃ الایمان کی بدعات“ ملاحظہ کریں)

نجدی خود مشرک ہیں:

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اس بات پر نص ہے کہ ”اس امت کو مشرک کہنے والا خود مشرک ہوگا“، جیسے کسی مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

(بخاری: ۹۰۱/۳، مسلم: ۵/۱۷۵ وغیرہ)

دہلیہ کا ایک (۱) شرک تو یہ ہے کہ جو باتیں انہیں محبوب خدا ﷺ کے متعلق شرک اکبر نظر آتی ہیں، وہی باتیں اپنے مولویوں اور وڈیروں کے متعلق عین توحید دیکھائی دیتی ہیں۔

ان کے شرک کی دوسری (۲) صورت یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ والوں کے لیے کئی ایسی صفات ثابت کرنے کو شرک کہتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہی نہیں، مثلاً فوت شدہ سے، دور والے سے مدد مانگنا وغیرہ۔۔۔ جس سے یہ لوگ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے ”فوت ہونا“، ”دور و نزدیک ہونا“ صفات ثابت کرتے ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق کی صفات خاصہ ثابت کرنا بھی ایسا ہی شرک ہے، جیسا اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ مخلوق کے لیے ثابت کرنا شرک ہے۔

اور شرک کا معنی تو برابری کے ہیں، تو جب فوت ہونا، دور و نزدیک ہونا، اللہ

قدوس کی صفات ہی نہیں۔۔۔ تو پھر فوت شدہ، اور دور والے سے استمداد، اللہ تعالیٰ سے برابری کیسے ہوئی؟۔۔۔ اور اگر برابری نہ ہوئی تو پھر شرک کیسے ہوا؟۔

(ملاحظہ کریں؛ ”شرک کیا ہے؟ اور مشرک کون؟“، از علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی، اولیٰ جک)

ان کے شرک کی ایک تیسری (۳) صورت، انہیں کے اصول کے مطابق یہ بھی بنتی ہے، کہ جن عقائد کی وجہ سے یہ لوگ ہمیں مشرک کہتے ہیں، وہ سارے عقائد خود ان کے گھر، انہیں کی کتابوں سے بلا انکار و تردید ثابت ہیں۔

(”اختلاف ختم ہو سکتا ہے“، از علامہ ابوالمحافل غلام مرتضیٰ ساقی مجددی، اولیٰ جک، ملاحظہ کریں)

وہابیوں کے شرک کی چوتھی (۴) صورت یہ ہے، کہ چونکہ ان کے دھرم میں فوت شدہ کا وسیلہ اور مدد شرک اکبر ہے، لہذا نجدی پانچ نمازیں پڑھ کر شرک ٹھہرے۔ کیونکہ پچاس سے پانچ نمازیں، ایک وصال یافتہ نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ اور مدد سے ہوئیں۔

اگر نجدی کہیں کہ وہ تو ایک معجزہ کی صورت تھی۔۔۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ: کیا معجزہ کی صورت میں شرک جائز ہو جاتا ہے؟۔۔۔ اور دوم، وہابیوں سے پہلے سلف کرام میں سے کس نے معجزہ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس وسیلے اور مدد کا انکار کیا؟۔

ع تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف۔

وحید الزماں کی گواہی، کہ مسئلہ شرک میں غالی اور خارجی کون؟:

نام نہاد غیر مقلدین کے مجتہد اور مترجم وحید الزماں حیدر آبادی لکھتے ہیں:

”ہمارے بعض متاخرین نے شرک کے مسئلہ میں بہت غلو و تشدد کیا اور دائرہ

اسلام کو بہت تنگ کر دیا، مکروہ و حرام امور کو بھی شرک قرار دے دیا۔ اگر اس شدت سے اُنکا مقصد شرکِ اصغریٰ یا ان امور کا سید باب مقصد ہے تو اللہ اُنکو معاف کرے۔ وگرنہ وہ دین میں سخت غالی اور تشدد کرنے والے تھے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”لَا تَعْلُوا فِی دِیْنِکُمْ“، کہ دین میں زیادتی نہ کرو۔ دین میں تشدد ”خارجیوں“ کی نشانی ہے جو دین سے خارج اور عہدِ شکن ہیں۔“

حاشیہ میں لکھا ہے: ”اور وہ“ محمد بن عبدالوہاب نجدی“ ہے، جس نے ان امور کو شرک اکبر قرار دیا (جو شرک نہیں تھے)، اور اس کی اتباع میں ”اسمعیل دہلوی“، نے تقویۃ الایمان میں بھی دعویٰ کا روائی کی ہے، اس پر شیخ نجدی کے (سکے) بھائی سلیمان بن عبدالوہاب نے رد کیا۔“

(ہدیۃ المہدی: ۲۶، عربی)

”الفضل ما شهدت بہ الاعداء“،

لیجئے جناب! خود اُن کے گھر کے مستند آدمی نے دونوں کو فیصلہ کر دیا، کہ واقعتاً یہی دونوں حضرات ہیں، جنہوں نے مسئلہ شرک کے متعلق انتہائی غلو سے کام لیا، جو کہ خارجیوں کی نشانی ہے۔ پوری تاریخ اسلامی میں ان دو کے علاوہ اور کوئی نہ ملے گا، جس نے مسئلہ شرک میں اتنا تشدد اور زیادتی کی ہو۔

لہذا واضح ہو گیا کہ مذکورہ بالا حدیث میں ”شرک کی تہمت لگانے والے آدمی“ کا مصداق، یہی دو حضرات ہیں، اور ان کے قبیحین۔

سعودی مفتی کی گواہی، اس حدیث کا مصداق کون؟:

مذکورہ بالا حدیث پاک میں، ”رجل قراء القرآن“، ”ایک ایسا آدمی ہوگا جو قرآن پڑھے گا“، کی دو علامتیں بیان فرمائیں ہیں۔ ا: جارہ بالسيف۔

۲: رماہ بالشرك، ”تکوار سے حملہ کرنا اور شرک کی تہمت لگانا“۔

یعنی قرآن کی آڑ لے کر کافروں کے متعلق آیات مسلمانوں پر چسپاں کر کے شرک کی تہمت لگا کر قتل کرے گا۔ اصلی مشرکوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کرنے کی یہ علامت ”بخاری کتاب التوحید“ میں بھی ہے کہ: ”یقتلون اهل اسلام ویدعون اهل الاوثان“، مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دے رہیں گے۔

یعنی یہود و نصاریٰ سے یارانہ ہوگا، اور اہل ایمان سے دشمنی۔

یہ دونوں علامتیں سعودی مفتی بن باز نے اپنے رسالے میں شیخ نجدی کے حوالے بڑی صراحت سے لکھی ہیں: ”کہ شیخ نجدی نے مسلمانوں کو شرک سمجھ کر ان سے ”جہاد بالسيف“ کیا، اور اس طرح خطہ عرب سے شرک کو مٹایا۔“

(ملاحظہ ہو ”سیرت محمد بن عبد الوہاب“ ۳۱، ۴: مجموعۃ دار شاد اور ریاض)

نجدیوں کا یہ جہاد بالمسلمین شیخ نجدی کے مرنے کے بعد بھی وقفے وقفے سے جاری رہا۔ جس کی انتہا ”قبضہ حرمین شریفین ۱۹۲۰ء“ پر ہوئی۔ (نجدیوں کے جہاد باطل اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ مکہ جوڑ کی تفصیل: ”والیان نجد و حجاز“، اولیٰ بابک۔ اور ”تاریخ نجد و حجاز“ میں ملاحظہ فرمائیں)

مزید علامتیں ”نجدی اور تمیمی“ ہوتا:

نبی اکرم ﷺ نے اس قہرِ عظیم کے ابھرنے کی جگہ اور نسل و خاندان کے متعلق بھی نشاندہی فرمادی۔

۱: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شام اور یمن کے لیے برکت کی دعا کی، مگر ہاؤ جوو کچھ لوگوں کے عرض کرنے کے بھی نجد کے لیے دعا نہیں فرمائی۔ تیسری مرتبہ فرمایا: وہاں زلزلے اور قحط ہو گئے، اور وہاں سے شیطان کا گروہ

نکلے گا۔ (بخاری، کتاب الفتن)

۲: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، کہ ذوالخویصرہ تمیمی آیا، اور کہنے لگا: اعدل یا محمد! اے محمد انصاف کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے غضبناک ہو کر فرمایا: کم بخت اگر میں انصاف نہیں کرنے والا، تو میرے سوا اور کون ہے! الخ۔ (بخاری، کتاب استناب المرتدین)

۳: ایک روایت میں ہے: کہ اس شخص کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہوگی، جو قرآن پڑھیں گے، مگر حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (بخاری، کتاب التوحید)

مذکورہ بالا پہلی حدیث شریف میں جگہ کی نشاندہی ہے، کہ ”نجد“ سے شیطانی گروہ نکلے گا۔ دوسری حدیث میں خاندان ”بنو تمیم“ کی نشاندہی ہے۔

اور تیسری میں اس آدمی کی نسل (بنو تمیم) سے، وہ شیطانی گروہ نکلنے کی صراحت ہے۔

شیخ الاسلام سید احمد بن زینی دحلان کی شافعی (م ۱۳۰۴) رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پر یہی وضاحت فرمائی ہے۔ (الدرر السنیہ: ۵۱)

سعودی مفتی ابن باز کے اس مذکورہ رسالے (سیرت شیخ محمد بن عبد الوہاب: ۶) پر

لکھا ہے: ”امام شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان بن علی التیمی الحنبلی النجدی“۔

اس حدیث کا مصداق اگر شیخ نجدی نہیں تو اور کون ہے؟:

قارئین! احادیث مبارکہ میں بیان کی گئیں ساری علامات، کہ قرآن پڑھے

گا۔۔۔ شرک کی تہمت لگائے گا۔۔۔ تلوار سے حملہ کرے گا۔۔۔ اور یہ قرن الشیطان

خاندان بنو تمیم۔۔۔ اور علاقہ نجد سے برآمد ہوگا۔ یہ ساری علامتیں خود انہی کے مفتی اعظم کے رسالے کی روشنی میں محمد بن عبدالوہاب نجدی پر صادق آتی ہیں۔

ہم دنیائے وہابیت سے مطالبہ کرتے ہیں، اگر حدیث حذیفہ کا مصداق شیخ نجدی نہیں تو اور کون شخص ہے؟۔۔۔ جس نے شیخ نجدی سے بھی پہلے اور اس سے بھی بڑی ”شُرک مٹاؤ“ مہم، اور تحریک چلائی ہو؟۔

اور یہ بھی ثابت کریں ان متنازعہ امور (فوت شدہ کا وسیلہ و شفاعت واستمداد) کو شیخ نجدی سے پہلے بھی کسی نے شرکیہ قرار دیا ہو؟۔

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی شیخ نجدی کی تحریک کے بارے میں فرماتے ہیں: شیخ نجدی نے جو اپنے خانہ ساز عقائد کی عالم اسلام کو دعوت دی اور اُس دعوت کے انکار کو وجہ کفر قرار دے کر تمام مسلمانوں کو واجب القتل قرار دیا، اور جہاں جہاں اُس کا بس چلا، اُس نے اپنے مزموم مقاصد کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ شیخ نجدی کی اس تکفیر عام، اور بیہمانہ قتل و غارت گری کے خلاف اُس وقت سے لے کر آج تک کے علماء اُس کی تحریک کے بطلان پر کتابیں لکھتے چلے آ رہے ہیں۔

ہم قارئین کرام کے سامنے ان بے شمار کتابوں میں سے چند کتابوں سے اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ پہلے شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب (م ۱۲۰۶ھ) کے بھائی ”علامہ سلیمان بن عبدالوہاب“ (متوفی ۱۲۰۸ھ) کی شہرہ آفاق کتاب ”الصواعق المہیة“ سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

(اس کتاب کا ذکر وحید الزماں غیر مقلد نے بھی کیا۔ ہدیۃ المہدی)

شیخ نجدی کا رد اس کے بھائی، شیخ سلیمان سے: (توحید و رسالت کی گواہی کی اہمیت) لکھتے ہیں: ”تمہارے عقائد اور تکفیر کے صحیح نہ ہونے پر دلیل یہ ہے، توحید و رسالت کی گواہی کے بعد اسلام کا سب سے عظیم رکن نماز ہے۔ اسکے باوجود جو شخص ریا کاری کے طور پر نماز پڑھتا ہے اُسکے بارے میں فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔ بلکہ فرمائے گا: میں دوسرے شرکاء کی نسبت اپنے شرک سے زیادہ بے پرواہ ہوں، جس شخص نے اپنے کسی عمل میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کر لیا، میں اُسکے عمل اور شرک کو چھوڑ دیتا ہوں اور قیامت کے دن ریا کار سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا کر اپنا اجر اُس شخص سے طلب کر جس کے لیے تو نے عمل کیا تھا۔ ایسے شخص کے بارے میں فقہائے اسلام نے یہ کہا ہے کہ اُسکا عمل باطل ہے، یہ نہیں کہا کہ اُسکو قتل کرنا اور اُسکا مال لوٹنا جائز ہے۔ جبکہ تم اس بہت ہلکی اور معمولی بات کو کفر قرار دیتے ہو۔“

سجدہ کی بناء پر تکفیر مسلمین کا رد: (عبادت کی حقیقت، مسلک سلف کا باغی، نئے دین کا بانی، چیلنج)

مزید لکھتے ہیں: ”اسی طرح نماز کے تمام ارکان میں سب سے اہم رکن سجدہ ہے، اور نذر و نیاز اور غیر اللہ پکارنے کی نسبت سجدہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ حالانکہ فقہائے اسلام نے سجدہ کے احکام میں بھی فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص سورج، چاند، ستارے یا بت کو سجدہ کرے وہ کافر ہے اور جو شخص انکے علاوہ کسی اور کو (تعطیسی) سجدہ کرے وہ کفر نہیں، بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔“

لیکن تم فقہائے اسلام اور انکی عبارات کی تقلید نہیں کرتے، بلکہ جو کچھ تم نے (گمان فاسد سے) بطور خود سمجھا ہے، اُسی میں حق کو منحصر سمجھتے ہو، اور (ایک نئے دین کی بنیاد رکھ کر) اُسکو ضروریاتِ دین قرار دے کر اُسکے منکر کو کافر قرار دیتے ہو۔ اور جن مشتبہ عبارات سے تم استدلال کرتے ہو، وہ محض تمہاری مغالطہ آفرینی ہے۔

ہمارا تم سے مطالبہ یہ ہے کہ تم اپنے خود ساختہ مذہب (دین و شریعت) کی تائید میں فقہائے اسلام میں سے کسی مسلم فقیہ سے نص صریح پیش کرو۔ اور اگر تم ایسی کسی عبارت کے پیش کرنے کی بجائے محض سب و شتم اور تکفیر پر اکتفا کرتے ہو، تو ہم تمہارے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔“

تکفیر مسلمین کے رد پر پہلی حدیث: (ہر پکارنا عبادت نہیں، مسلک حلف)

لکھتے ہیں: ”مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں تمہارا موقف اس لیے بھی صحیح

نہیں، کہ غیر اللہ کو پکارنا اور نذر و نیاز قطعاً کفر نہیں۔ حتیٰ کہ اس کے مرتکب مسلمان کو ملتِ اسلامیہ سے خارج کر دیا جائے۔ کیوں کہ صحیح حدیث میں ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شبہات کی بناء پر حدود ساقط کرو“۔ (تاریخ بغداد: ۳۰۳/۹) اور حاکم نے اپنی صحیح میں، ابو عوانہ اور بزار نے سند صحیح کیساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی شخص کی سواری کسی بے آب و گیاہ صحرا میں گم ہو جائے، تو وہ تین بار کہے: ”یا عباد اللہ! احبسوا“، اے اللہ کے بندوں! مجھ کو اپنی حفاظت میں لے لو۔ تو اللہ کے کچھ بندے ہیں جو اُسکو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں۔ (مسند ابی یوسف: ۳۱۲۸، عمل الیوم واللیلة للنسائی: ۵۵۸)

اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ اگر وہ شخص مدد چاہتا ہو تو یوں کہے: ”یا عباد اللہ

اعینونی“ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۵۱۸)

اس حدیث کو فقہائے اسلام نے اپنی کتب جلیلہ میں ذکر کیا ہے، اور اسکی عام

اشاعت کی ہے، اور معتمد فقہاء میں سے کسی نے اسکا انکار نہیں کیا۔ چنانچہ امام نووی نے

(کتاب الاذکار: ۸۰۷) میں اسکا ذکر کیا ہے (خود آزمائش بھی کی)۔ اور (امام الوہابیہ) ابن القیم

نے اپنی کتاب ”المکرم الطیب“ میں اسکا ذکر کیا۔ اور ابن مفلح نے ”کتاب الآداب“ میں

اور ابن مفلح نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا: کہ حضرت امام احمد بن حنبل کے

صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا، وہ فرماتے تھے میں نے

پانچ بار حج کیے ہیں، ایک بار میں پیدل جا رہا تھا اور سہل بھول گیا، میں نے کہا: اے اللہ

کے بندو! مجھے راستہ دکھاؤ، میں یونہی کہہ رہا تھا، حتیٰ کہ میں صحیح راستہ پر آ گیا۔

تم بغیر کسی نص کے، محض قیاس فاسد سے تکفیر کرتے ہو: (مسک سلف)

لکھتے ہیں: ”اب میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص کسی غائب یا فوت شدہ بزرگ کو

پکارتا ہے، تم اسکی تکفیر کرتے ہو۔ بلکہ تم محض اپنے قیاس فاسد سے یہ کہتے ہو کہ اس شخص

کا شرک اُن مشرکین کے شرک سے بھی بڑھ کر ہے، جو بحر میں عبادت کی غرض سے

غیر اللہ کو پکارتے تھے۔ اور اُسکے رسول ﷺ کی علی الاعلان تکذیب کرتے تھے۔ کیا تم اس

حدیث اور اُسکے تقاضے پر علماء اور ائمہ کے عمل کو اس شخص کے لیے اصل قرار نہیں دیتے

؟ جو بزرگوں کو پکارتا ہے اور محض اپنے فاسد قیاس سے اُس کو شرک اکبر قرار دیتے ہو۔

(السالہ والالہ راجعون) جبکہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں، تو اس ”مضبوط

اصل“ کی بناء پر کافر نہیں کہا جائے گا، اور (تمہارے امام) ابن تیمیہ نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے۔ (جبکہ جو شخص فوت شدہ بزرگوں کو پکارتا ہے وہ کسی بدعت کا مرتکب بھی نہیں ہے، کیوں کہ اُس کا یہ فعل ایک مضبوط اصل یعنی حدیث صحیح جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) اور سلف کے عمل پر مبنی ہے۔ (الصواعق المہیہ: ۳۵، ۳۶، مکتبہ مشرق استنبول)

تکفیر مسلمین کے رد پر دوسری حدیث: (عقائد اہلسنت پراجماع)

مزید رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”تم نے جو مسلمانوں کی تکفیر کی بنیاد پر اپنے مذہب (اور نئے دین) کو قائم کیا، اُس کے باطل ہونے پر صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے، کہ جس کو حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کیساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اُس کو دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے اور یہ اُمت ہمیشہ صحیح دین پر قائم رہے گی، یہاں تک کہ قیامت آجائیگی۔ (صحیح البخاری: ۱۷۱) اس حدیث کی ہمارے مطلوب پر اس طرح دلالت ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک اُمت کے دین پر مستقیم رہنے کی خبر دی ہے اور یہ حقیقت واقعی ہے کہ جن امور کو تم وہ کفر قرار دیتے ہو، ”یہ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک تمام دنیائے اسلام میں مروج اور معمول ہیں“، پس اگر اولیائے اللہ کے مقابر بڑے بڑے بُت ہوتے اور اُن سے استمداد اور استغاثہ کرنے والے کافر ہوتے، تو تمام اُمت صحیح دین پر قائم نہ ہوتی، بلکہ اُس کے برعکس ساری اُمت کافر اور تمام بلاد اسلام، بلاد کفر بن جاتے، علی الاعلان بتوں کی پوجا جاری ہو جاتی، باتوں کی عبادت پر اسلام کے احکام جاری ہوتے، پھر حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اس

اُمت کی دین صحیح پر استقامت کی حدیث کس طرح صحیح ہو سکتی ہے، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ (الصواعق المہیہ: ۴۰)

تکفیر مسلمین کے رد پر تیسری حدیث: (فتنہ مشرق) (نجد) سے ظاہر ہوگا)

لکھتے ہیں: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کفر کا گڑھ مشرق کی طرف ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایمان یمانی ہے اور فتنہ وہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینک طلوع ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۰۲، صحیح المسلم: ۵۱) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے شام اور یمن کے لیے دعائے برکت فرمائی باوجود تین مرتبہ عرض کرنے کے، آپ ﷺ نے نجد کے لیے دعا نہیں فرمائی، بلکہ فرمایا: وہاں سے زلزلوں اور قتلوں کا ظہور ہوگا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی یہ احادیث شیخ نجدی کی دعوت اور تکفیر مسلمین کے رد پر کئی وجوہ سے دلالت کرتی ہیں۔“

حرین اور یمن کے مسلمانوں کا صدیوں سے معمول: (نجد میں پہلا بڑا فتنہ؟)

لکھتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کے بعد جو سرزمین نجد میں جو پہلا فتنہ واقع ہوا، وہ شیخ نجدی کا فتنہ ہے، جس نے مسلمانوں کے درمیان صدیوں سے رائج معمولات کو کفر اور مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ بلکہ شیخ نجد نے انکو کافر بنا دیا جو ان مسلمانوں کو کافر نہ کہے۔ حالانکہ مکہ اور مدینہ اور یمن کے علاقوں میں صدیوں سے یہ معمولات رائج ہیں بلکہ ہم کو تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اولیاء کا وسیلہ انکی قبروں سے توسل اور استمداد اور اولیاء اللہ کا پکارنا یہ تمام دنیا میں سب سے زیادہ یمن اور حرین شریفین میں کیے جاتے ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قدر عظیم فتنہ سرزمین نجد میں واقع ہوا، وہ کسی

دور میں بھی اور جگہ وقوع پذیر نہیں ہوا اور اسے شیخ نجدی! تمہارا کہنا یہ ہے کہ دنیا کہ تمام مسلمانوں پر تمہاری اتباع واجب ہے۔ اور جو شخص تمہارے مذہب (اور خود ساختہ دین) کی اتباع کرے اور وہ مذہب کے اظہار اور دوسرے مسلمانوں کی تکفیر کی طاقت نہ رکھے، اُس پر واجب ہے کہ وہ تمہارے شہر کی طرف ہجرت کرے، اور یہ کہ تم بھی طاقتہ منصورہ ہو۔

رسول اللہ نے اکثر امت مشرک ہو جانے کی خبر کیوں نہ دی؟

علامہ سلیمان مزید لکھتے ہیں: ”اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے، کیوں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ہونے والے واقعات کا علم عطا فرما دیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے امت پر گزرنے والے تمام واقعات کو بتا دیا ہے، اگر رسول اللہ ﷺ کو علم ہوتا کہ سرزمینِ مسیلمہ یعنی شہر نجد آخر کار دارالایمان بنے گا، اور طاقتہ منصورہ اسی شہر میں ہوگا، حریمین شریفین اور یمن بلاؤ کفر بنا جائیں گے جن میں بت پرستی ہوگی۔۔۔ تو رسول اللہ ﷺ خصوصاً نجد کے لیے ضرور دعا فرماتے، اور حریمین شریفین اور اہل یمن کے لیے دعائے ضرر فرماتے۔۔۔ لیکن جب ایسا نہیں ہوا، بلکہ اسکے برعکس رسول اللہ ﷺ نے بالخصوص نجد کے بارے میں خبر دی کہ وہاں سے شیطان کا سینک طلوع ہوگا اور اُس شہر میں اور اُس شہر سے فتنے نمودار ہونگے اور نجد کے لیے دعا کرنے سے انکار فرما دیا، اور یہ بات تمہارے زعم کے بالکل برعکس ہے، تمہارے نزدیک جن لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی وہ کفار ہیں، اور جس علاقے کے لوگوں کے لیے دعا سے انکار فرمایا اور خبر دی تھی کہ وہاں سے شیطان کا سینک نکلے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔ (مکمل بخاری)

(۱۰۳۷) تمہارے عقیدے کے مطابق وہ علاقہ دارالایمان ہے (جو اصل میں دارالشیطان ہے) اور اسکی طرف ہجرت واجب ہے۔“

تکفیر مسلمین کے رد پر چوتھی حدیث (تم نیا دین لائے ہو، ان لشکر کو ا بعدی) لکھتے ہیں: ”تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت ہے جس کو بخاری اور مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم سب (مسلمان) میرے بعد شرک کرنے لگو گے، لیکن مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تم کو مال دنیاوی بہ کثرت حاصل ہوگا اور تم مالی دنیاوی کی محبت میں متفرق ہو جاؤ گے اور مال و دولت کی وجہ سے تم لوگ آپس میں لڑو گے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے، جس طرح اس سے پہلی اُمّیں ہلاکت میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۳۳) عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ آخری وعظ سنا تھا۔ (آج سعودی عرب میں سیال تیل کے چشموں اور سونے کی کانوں سے روپیہ کی ریل پیل حضور ﷺ کی اس فرمان کی تصدیق ہے کہ اس وقت مرکب فتنہ سعودی عربیہ ہے۔ سعیدی غفرلہ)

یہ حدیث شریف بھی تمہارے مذہب کے بطلان پر اسی طرح دلالت کرتی ہے کہ قیامت تک رسول اللہ ﷺ کی اُمت پر جس قدر احوال گزرنے تھے، حضور ﷺ نے وہ تمام احوال بیان فرمادیئے، اور اس حدیث صحیح میں حضور ﷺ نے یہ بھی بتا دیا ہے، کہ آپ ﷺ کی اُمت بت پرستی سے محفوظ رہے گی، اور نہ حضور ﷺ کو اپنی اُمت سے بت پرستی کا خطرہ تھا اور نہ اس بات کی آپ ﷺ نے خبر دی ہے۔ اور جس چیز کا خطرہ تھا اور جس چیز سے رسول اللہ نے ڈرایا، وہ مال و دولت کی کثرت اور فراوانی ہے۔ (اور مملکت

مسعودی عربیہ آج اسی فتنہ میں مبتلا ہے۔ سعیدی غفرلہ

اور یہ حدیث تمہارے مذہب کے برعکس ہے، کیونکہ تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ تمام امت نے بت پرستی کی اور تمام اسلامی ممالک بت پرستی سے بھر گئے اور اگر تمام دنیا میں کسی جگہ میں اسلام کی کوئی رمتی ہے، تو وہ نجد ہے، یہاں تک کہ تمہارے خیال میں روم، یمن اور مغرب کے تمام علاقے (حریمین شریفین وغیرہ) بت پرستی سے بھرے ہوئے ہیں اور تم کہتے ہو کہ جو شخص ان لوگوں کو کافر نہ کہے، وہ خود کافر ہے، پس تمہارے عقیدے کے مطابق تمام بلاد اسلام کے مسلمان کافر ہیں، سواء نجد شہر کے۔ اور جو نیا دین تم لائے ہو اسکی عمر صرف دس سال ہے۔ (الصواعق المہیہ: ۲۳، ۲۵)

(گویا اس سے پہلے گیارہ سو سال تک کے مسلمان العیاذ باللہ کافر تھے، سعیدی غفرلہ)
تکفیر المسلمین کے رد پر، پانچویں حدیث۔ (جزیرہ عرب میں شرک نہیں ہو سکتا)
لکھتے ہیں: ”تمہارے مذہب کی بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایات کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں اسکی پرستش کی جائے لیکن وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۲) اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور ابوالعلیٰ اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی کی جائے، لیکن اس سے کم بات یعنی آپس کے لڑائی جھگڑوں پر راضی ہو گیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۹۳۷) اور امام احمد نے اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن ماجہ نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت پر

شرک کا خوف کرتا ہوں، میں نے عرض کیا: حضور! کیا آپ ﷺ کے بعد کی امت شرک کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج، چاند یا کسی بت کی پوجا میں کرے گی، لیکن اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۵، مسند احمد: ۱۲۴/۳)

ان احادیث کی تمہارے مذہب کے بطلان پر دلالت اس طرح ہے کہ اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کو جس قدر چاہا اپنے غیب سے مطلع فرمایا، اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے، اس کی خبر دے دی، رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ جزیرہ عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے اور حضرت شہاد کی روایت میں آپ نے خبر دی ہے کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی نہیں ہوگی اور یہ چیزیں تمہارے مذہب کے برعکس ہیں۔ کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ بعمرہ اور اس کے گرد و نواح اور عراق میں دجلہ سے لے کر اس جگہ تک جہاں حضرت علی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کی قبور مبارک ہیں، اسی طرح سارے یمن اور حجاز میں شیطان کی پرستش اور بت پرستی ہوتی ہے اور یہاں کے مسلمان بت پرست اور کفار ہیں۔ حالانکہ یہ تمام جگہیں سرزمین عرب کے وہ تمام علاقے ہیں جنکی سلامتی و ایمان اور کفر سے برأت کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے اور تم کہتے ہو کہ یہاں کے لوگ کافر ہیں اور جو انکو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے، لہذا تمام احادیث تمہارے مذہب کا رد کرتی ہے۔ (الصواعق المیہ: ۳۶، ۳۵)

چھٹی حدیث، (مکہ شریف میں شرک نہیں ہو سکتا، اہل مکہ نجدیوں پر لعنت کرتے ہیں)

علامہ سلیمان لکھتے ہیں: ”اور تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جسکو امام احمد اور امام ترمذی نے اپنی سند کیساتھ ذکر کیا اور اسکو صحیح قرار

دیا اور امام نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن آس سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: شیطان اس بات سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے شہر میں اُسکی پرستش کی جائے، البتہ تمہاری آپس کی لڑائیوں میں اُسکی پیروی ہوتی رہے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۵) اور حاکم نے سند صحیح کیساتھ بیان کیا کہ حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا اور فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اُسکی پرستش کی جائے لیکن اُسکے علاوہ دوسری باتوں میں پیروی کی جانے پر راضی ہو چکا ہے، ان چیزوں میں ایک یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کے اعمال کو حقیر جانو گے، پس اس بات سے احتراز کرنا۔۔۔۔۔ ان احادیث میں تمہارے مذہب کے بطلان پر کسی طرح دلالت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خصوصاً مکہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بُت پرستی نہ ہونے کی خبر دی اور حضور ﷺ کبھی خلاف واقع خبر نہیں دیتے۔ نیز اس میں حضور ﷺ نے اُمت کو بشارت دی ہے اور حضور ﷺ کی بشارت کبھی غلط نہیں ہوتی، البتہ اس حدیث میں بُت پرستی کے علاوہ دوسری غلط باتوں مثلاً لڑائی جھگڑوں سے ڈرایا ہے۔

اور یہ بات حدیث سے بالکل ظاہر ہے اور جن چیزوں کا نام تم شرک اکبر رکھتے ہو بھور اُنکے کرنے والوں کو (اولیاء سے وسیلہ، شفاعت طلب کرنا اور اُنکی قبروں سے فیض طلب کرنا، سعیدی) بت پرستی کا مرتکب کہتے ہو ان تمام امور پر تمام اہل مکہ اُنکے عوام، امراء اور علماء چھ سو سال سے زیادہ عرصہ سے عمل پیرا ہیں، اُسکے باوجود یہ تمام لوگ اب تمہارے دشمن ہیں۔ تم کو سب و شتم کرتے ہیں اور تمہاری اس بد عقیدگی کی وجہ سے تم پر لعنت بھیجتے ہیں اور مکہ کے علماء اور شرفاء ان تمام امور پر احکام اسلام جاری

کرتے ہیں۔ حکومت شرک اکبر قرار دیتے ہو۔ یہ احادیث تمہارے زعم فاسد کا رد کرتی ہے اور تمہارے مذہب کو باطل کرتی ہے۔“ (الصواعق المہیہ: ۴۷)

ناظرین کرام! گھر کے آدمی نے اپنے ہی گھر سے اٹھنے والے ایک فتنہ عظیم کا، جس مضبوط اور جامع انداز میں رد کیا، کوئی بھی انصاف طلب، اور غیر متعصب شخص اس کا انکار نہیں کرے گا۔ اور قیامت تک شیخ نجدی کے قبعین اپنے شیخ الاسلام اور مجدد الدعوة اور اس کے جدید دین کے اصولوں کی اس طرح صریح دلائل سے کبھی صفائی پیش نہیں کر سکتے۔ انشاء اللہ!

علامہ ابن عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۲ھ)، اور نجدی تحریک (حرمین پر قبضہ) لکھتے ہیں: ”ہمارے زمانہ میں محمد بن عبد الوہاب کے پیروکار جو نجد سے نکلے اور حرمین پر قابض ہو گئے اور وہ اپنے کو حنبلی المذہب کہتے تھے، لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا، کہ مسلمان صرف وہ یہ ان کے موافق ہیں اور جو عقائد میں ان کے مخالف ہیں وہ مسلمان ہی نہیں ہیں، بلکہ مشرک ہیں۔ اس بناء پر انہوں نے اہلسنت اور علمائے اہلسنت کے قتل کو جائز رکھا۔“ (رد المحتار: ۳۱۷/۶)

نواب صدیق غیر مقلد اور شیخ نجدی (اہل حرمین کی نفرت)

”جب محمد بن عبد الوہاب نے وہابی مشن ظاہر کیا اور قرامطہ اس سے دور ہونے لگے، تو اس نے بن سعود کے دامن میں پناہ لی۔ بن سعود نے اس کی دعوت وہابیت کو قبول کیا، اور اس کی تائید و حمایت پر کمر بستہ ہو گئے۔ ابن سعود کو ابن عبد الوہاب نجدی نے یہ فریب اور لالچ دی، کہ وہ اسے بلاد نجدی کا حکمراں بنا دے گا، یہ واقعہ

۶۰ء کا ہے۔ اور محمد بن سعود کی شادی ابن عبد الوہاب نجدی کی لڑکی سے ہوئی۔“

(الاجلہ لکھل عربی سے ترجمہ: ۳۰۰)

نواب صاحب مزید اپنے فرقے یعنی غیر مقلدوں کو وہابیت سے بری کرنے کے لیے ایک طویل گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”ہندوستان سے لوگ تجارت اور حریمین شریفین کی زیارت کے لیے جاتے ہیں، اور حریمین کے لوگ شیخ نجدی کے نام سے بھی ناراض ہوتے ہیں۔ کیوں کہ شیخ نجدی اُنکے لیے مزید تکالیف اور مصائب کا سبب بناتا تھا۔ پس جو شخص بھی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے ہو کر آتا ہے، وہ اپنے دل میں محمد بن عبد الوہاب کے خلاف سخت غم و غصے کو لے کر آتا ہے۔“

(موائد العوائد من عیون ملاحیہ و التواضع ص ۳۸)

حسین احمد دیوبندی کی شیخ نجدی اور دین نجدی کے متعلق تصریحات:

”صاحبو! محمد بن عبد الوہاب نجدی، ابتداً تیرہویں صدی، نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا، اس لیے اُس نے اہلسنت و جماعت سے قتل و قتال کیا، اُنکو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، اُنکے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا، اُنکے قتل کرنے باعثِ ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، اہل حریمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً تکالیف شاقہ پہنچائیں۔“

سلف الصالحین اور اُنکے اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے

الفاظ استعمال کیے، بہت سے لوگوں کو بوجہ اُسکی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا، اور ہزاروں آدمی اُسکے اور اُسکی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

الحاصل وہ ایک خالم و باغی، خونخوار اور فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اُسکے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے، اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے، نہ مجوس، نہ ہنود سے۔ (اشہاب الثائب: ۴۲)

چند عقائد و حابیہ کی نشاندہی:

۱: ”محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانانِ دیار، مشرک و کافر ہے اور اُن سے قتل و قتال کرنا، اُنکے اموال کو اُن سے چھین لینا، حلال اور جائز بلکہ واجب ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اُسکے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔

۲: نجدی اور اُسکے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے، بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین (بلکہ کفار بھی) موت میں برابر ہیں۔

۳: زیارتِ رسول مقبول ﷺ و حضوری و آستانہ شریفہ و ملاحظہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت، حرام (بلکہ شرک) وغیرہ لکھتا ہے، اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور و ممنوع جانتا ہے۔۔۔ بعض ان میں کے سفرِ زیارت کو (معاذ اللہ!) ”زنا“ کے درجے کو پہنچاتے ہیں۔ اگر مسجدِ نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ و سلام ذاتِ اقدس نبوی ﷺ کو نہیں پڑھتے نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں (بلکہ حرام و شرک کہتے ہیں)۔

۴: وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالہ جانتے ہیں، اور ائمہ اربعہ اور اُنکے مقلدین کی شان میں الفاظِ وہابیہ، خبیثہ استعمال کرتے ہیں، اور اسکی وجہ سے مسائل

میں وہ گروہ اہلسنت و جماعت کے مخالف ہو گئے۔ چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شیعہ کے پیرو ہیں (اور اب دیوبندی بھی انہی کے پیرو ہیں)، وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقت اظہار دعویٰ حنبلی ہونے کا کرتے ہیں، لیکن عمل درآمد انکا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل کے مذہب پر نہیں۔

۵: مسئلہ ندائے رسول ﷺ میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں۔۔۔ چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ وہ ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ کو سخت منع کرتے ہیں، اور اہل حریمین پر سخت نفریں اس ندا اور خطاء پر کرتے ہیں، اور انکا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں (یہی عقیدہ طریقہ آج تمام دیوبندیوں کا بھی ہے) وہابیہ نجد یہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں، کہ یا رسول اللہ ﷺ میں استعانت لغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے۔

۶: وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ و سلام و درود بر خیر الانام علیہ السلام۔۔۔ بعض اشعار کو قصیدہ بردہ میں شرک وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(جیسے محمد بن جمیل زینونجدی نے رسالہ ”ارکان اسلام و ایمان“ ۱۶۲، ۱۶۶، ۱۷۴، مکتبہ دعوۃ

دارشاد، پر امام بوصری کو جھوٹا اور مشرک کہا۔ معاذ اللہ!)

۷: وہابیہ ہر شفاعت اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم (نہ ہونے کے برابر)

کے پہنچا دیتے ہیں۔ (آج یہی عقیدہ، تقویۃ الایمان کی تقلید میں تمام دیوبندیوں کا ہے) حالانکہ اکابر ظاہر و باہر تحقیق اور ثبوت شفاعت کے حضرت رسالت مآب ﷺ کے لیے قائل ہیں۔۔۔ اور راز کو حکم کرتے ہیں کہ بوقت حضوری بارگاہ مصطفویٰ اسکا سوال کرے۔

صاحبان! آپ حضرات کے ملاحظہ کے واسطے یہ چند امور ذکر کر دیئے، جن

میں وہابیہ نے علمائے حرمین شریفین کے خلاف کیا تھا اور کرتے ہیں، اور اسی وجہ سے جبکہ انہوں نے غلبہ کر کے حرمین شریفین پر حاکم ہو گئے، ہزاروں کوتاہ تیج کر کے شہید کیا اور ہزاروں کو سخت ایذائیں پہنچائیں، بارہا ان سے مباہلے ہوئے، ان سب امور میں ہمارے اکابر انکے سخت مخالف ہیں۔ (مخص، اشہاب الثاقب: ۶۸۲۳)

دیوبندیوں کی گمراہی، ان کے گھر کی گواہی:

افسوس اور حیرت کی بات یہ ہے حسین احمد مدنی نے تو وہابیہ کے ان عقائد کو بیان کر کے ان کو گمراہ ثابت کیا، اور ان عقائد سے برأت کا اظہار کیا تھا۔ جبکہ انہیں کے حضرت رشید احمد گنگوہی پہلے لکھ چکے تھے، محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۲۹۷، رحمانیہ)

اور ظلم کی بات یہ ہے کہ آج یہ سارے عقائد دیوبندیوں نے بھی اپنا رکھے ہیں، جس سے ان کا وہابی اور گمراہ ہونا واضح ہے۔

منصور نعمانی دیوبندی نے بھی شیخ نجدی کو حق کا امام، بے گناہ اور اپنا پیشوا ثابت کرنے کو مکمل ایک کتاب لکھ ماری۔

(شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ، ناشر: الفرقان بکڈ پو، لکھنؤ)

شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی کی تصریح: (شیخ نجدی، پلید اور جاہل تھا)

لکھتے ہیں: اور رہا محمد بن عبدالوہاب نجدی وہ پلید شخص تھا، کم علم تھا اور مسلمانوں

پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔ (فیض الباری: ۱۷۱/۱)

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کا شیخ نجدی کے متعلق نظریہ:

لکھا: ”پس اگر ان پیشین گوئیوں کو بھی خارج میں مطابق کر کے دیکھا جائے، تو مسیلہ کذاب اور اسود غسی اور حمد ان بن قرمط اور محمد بن عبدالوہاب کے بعد یہی قادیانی صاحب ہیں، جنہوں نے اپنے کو نبی سمجھا“۔ (سیفِ چشتیائی: ۱۰۵، ۱۰۰)

مزید لکھتے ہیں: ”مرزائے قادیانی کے سلسلہ اباحت میں محمد بن عبدالوہاب اور اُسکے ہم خیال مطلق العنان لاندہب افراد کا بھی ذکر ضروری تھا، کیوں کہ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے پٹے ہیں۔ (ایضاً، ص ۱۰۳)

شیخ نجدی کے مزید عقائد فاسدہ:

شیخ نجدی کے سکے بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوہاب، علامہ شامی، نواب صدیق غیر مقلد، حسین احمد دیوبندی، انور شاہ دیوبندی نے شیخ نجدی اور اس کے قبیضین فرقہ وہابیہ کے جن عقائد کا تذکرہ کیا، وہ بھی اصل میں شیخ نجدی ہی کے عقائد ہیں۔ ان کے علاوہ مزید شیخ نجدی کے عقائد ملاحظہ کریں۔ شیخ نجدی، پوری امت کو مشرک ثابت کرتا ہوا، لکھتا ہے:

”تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان (علمۃ المسلمین) کا توحید رسالت کا اقرار کرنا، انکو اسلام میں داخل نہیں کرتا، جو ملائکہ، انبیاء کا قصد کرتے ہیں، اور انکی شفاعت کا ارادہ کرتے ہیں، اور ان سے اللہ کا تقرب چاہتے ہیں۔ یہی وہ چیز ہے، جس نے ان (اہلسنت) کی جانوں اور مالوں کا حلال کر دیا، اور اب تم نے اس توحید کو جان لیا ہوگا، جسکی رسولوں علیہم السلام نے دعوت دی ہے، خواہ اسکا اقرار کرنے سے مشرکوں نے انکار

کیا ہو۔ (کلف الشہات: ۹، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ)

محمد بن یوسف السورقی وہابی نے لکھا ہے:

شیخ (محمد بن عبد الوہاب نجدی) نے سمجھا کہ آج ”لا الہ الا اللہ“ کی حمایت کرنے والا کوئی بھی نہیں۔ (یعنی پوری دنیا کافرو بے ایمان ہے۔ معاذ اللہ!)۔

(مقدمہ کتاب التوحید: ۱۸)

شیخ نجدی نے سیدنا عبد المطلب اور آپ کے ابا و اجداد کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔

(ایضاً: ۹۱)

لکھا: صحابہ کرام پر شرک کی نوعیت مخفی رہی (یعنی انہیں شرک کی سمجھ نہیں

آئی)۔ (قرۃ عیون الموحدين: ۱۷۷، ۱۷۸، کتاب التوحید مترجم: ۶۳)

محمد بن عبد الوہاب نے مسئلہ توحید کے متعلق لکھا ہے: ”اس مسئلہ کو بہت سے

صحابہ نہیں جانتے تھے“۔ (کتاب التوحید: ۲۸ مترجم)

شیخ احمد بن علی بصری شافعی لکھتے ہیں: ”شیخ نجدی کا یہ کہنا تھا: اگر مجھے حجرہ

رسول ﷺ پر قبضہ و تصرف کا موقع ملے تو میں اُسے ضرور ڈھا دوں گا“۔

(عربی سے ترجمہ فصل الخطاب)

نبی ﷺ علی المرتضیٰ اور شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہما کو بت کہا۔ (سیف چشتیائی: ۱۰۳)



باب: ۳۸

اگر یہ امور شرک تھے تو رسول اللہ نے واضح تعلیم کیوں نہ فرمائی؟

بقول وہابیہ، اگر وصال یافتہ صالحین کو وسیلہ اور شفیع جانتا، اُن سے استمداد کرنا، اُمت کی اکثریت کے شرک کا سبب اور بنیاد تھا، تو اسکے متعلق رسول اللہ ﷺ نے خدشے کا اظہار اور واضح تعلیم کیوں نہ فرمائی؟

جب داناتے غیوب ﷺ نے قیامت کے حالات و علامات، اور تمام اہم فتنوں کے متعلق خبر دے دی تھی، جن میں آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی اُمت نے جتلا ہونا تھا۔ مثلاً حرص دنیا، ریاکاری، خفیہ شہوت، مسلمانوں پر شرک کی تہمت کا لگایا جانا قرآن میں غلط تاویلیں کرنا، فتنہ ”رافضیت“ (کنز العمال: ۱۱/۵۴۰) ”فتنہ نجدیت“ اسی طرح آپ ﷺ نے عملی بد اعمالیوں میں یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلنے کی خبر دے دی۔ مگر نجدی دین کے، جس خود ساختہ عقیدہ توحید کی، آج نجدیوں کو فکر لاحق ہے، جسکے دفاع کے لیے وہ مسلمانوں کے اجماعی عقائد کی مخالفت اور صالحین کی توہین اور تذلیل کرتے پھرتے ہیں۔ اور اپنے گمان فاسدہ میں وہ رب تعالیٰ کی توحید کو بڑے خطرے میں محسوس کر کے، اس کی پناہ گاہ بنے بیٹھے ہیں۔

اگر فی الحقیقت کوئی ایسی بات ہوتی، تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو ضرور مطلع فرما دیتا، اور آپ ﷺ اسکے متعلق ضرور ہدایات ارشاد فرما دیتے۔

جیسے سعودی مفتی ابن باز نے لکھا: کہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی اُمت کو دے دی ہے، اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔ (زیارت، مینہ منورہ: ۳۶، زیر اہتمام پریزیڈنسی جنرل (دکالت رسالت عامہ) بمائے امور مسجد نبوی شریف)

اور کیا بدعت کے مسئلے کی طرح اس مسئلے کے متعلق یہ خیال نہیں رہتا کہ دین

کھل ہو گیا ہے؟ اور ہر مسئلے اور جزی کو (بقول وہابیہ کے) بیان کر دیا گیا۔
مگر ہمارا دعویٰ ہے! کہ سارے جہان کے نجدی ملکر کر بھی رسول اللہ ﷺ کی
زبانی، اُمت کے اس طرح کے فتنے میں مبتلا ہونے کی کوئی خبر نہیں دیکھا سکتے۔
اب یا تو یہ لوگ آپ ﷺ کی تعلیمات اور دین اسلام کو ناکھل کہیں، یا پھر خود
اپنی اس تحریک اور مشن کو مردود اور باطل تسلیم کریں۔



باب: ۳۹

حج و عمرے کے ویزے کیوں جاری کیے جاتے ہیں؟

جب ان نجدیوں کے نزدیک عامۃ المسلمین (اہلسنت) انبیاء و اولیاء کو وسیلہ و
شفیع جاننے کی وجہ سے مشرکین مکہ سے بڑے مشرک ہیں۔ جنکو اس مختصر سی سعودی تفسیر
میں کم از کم پچاس (۵۰) دفعہ مشرک لکھا گیا۔ تو پھر انکے حج و عمرے کیوں جاری کرتے
ہیں؟

کیوں کہ قرآن مجید میں ہے: اے ایمان والو! بیشک مشرک بالکل ہی ناپاک
ہیں، ”فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا“ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام
کے پاس بھی نہ آنے پائیں۔ اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے، تو اللہ تمہیں دولت مند کر دے
گا، اپنے فضل سے اگر چاہے۔ اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔ (توبہ: ۲۸)

اب یہ لوگ یا تو اپنے شرک کے فتوؤں کو خود بھی باطل اور سیاسی سمجھتے ہیں، یا پھر
مال دنیا کے لالچ اور مفلسی کے خوف سے، (جیسا کہ اس آیت میں ذکر ہوا) یا اپنی

حکومت کو بچانے کے لیے، اپنے فتوؤں کے مطابق عمل نہیں کرنا چاہتے۔

کہ اگر امت مسلمہ پر شرک کے لگائے گئے فتوؤں پر عمل کرتے ہوئے، اُنکے حج و عمرے بند کیے گئے، تو عالم اسلام میں تھرقلی مچ جائے گی، ایک سیلاب اٹھ پڑے گا، جس کا سامنا کرنا بڑا مشکل اور مہنگا پڑے گا، جس کا نتیجہ ہوگا، ”کہ نہ رہے گا بانس، اور نہ بچے گی بانسری“۔۔۔ نہ رہیں ہم اور نہ رہے گی ہماری حکومت۔

جیسا کہ (۱۸۰۳ء) میں سعود بن عبدالعزیز نے حرمین شریفین پر قبضہ کرنے کے بعد حرم دیا، کہ بیت اللہ کا حج سوائے وحابیوں کے کسی اور کو نہ کرنے دیا جائے، جس کی وجہ سے کئی برس تک لوگ (اہل سنت) حج سے محروم رہے۔

(ترجمان وحابیہ: ۳۶، نواب صدیقی وہابی)

لہذا ان خارجیوں کی یہ سوچی سمجھی سازش اور منصوبہ ہے، کہ ہمارا بھلا اسی میں ہے، کہ امت مسلمہ کی اکثریت کے حج و عمرے کے لیے ویزے جاری کر کے مال دنیا بھی حاصل کرتے رہو۔ اور قرآن پاک کے آڑ میں، ”سعودی تفسیر“ اور دیگر کتابیں مفت تقسیم کر کے دنیا بھر میں نجدی دین کی اشاعت و ترویج بھی کرتے رہو۔

اس سیاست و مکر کا فائدہ یہ ہوگا، کہ نجدی دین اور حکومت بھی مضبوط ہوتی رہے گی۔ اور بیرونی ممالک سے حاضری حرمین شریفین اور محنت و مزدوری کے لیے آئے ہوئے، بھولے بھالے کم علم مسلمانوں کو شرک کے فتوؤں کے ”بھاؤ پلے“ سے ڈرا کر نہایت آسانی سے وہابی بھی بناتے رہیں گے۔ یعنی۔۔۔ ایک تیر۔۔۔ اور کئی شکار!

ایک پاکستانی وہابی مولوی توصیف الرحمن راشدی (جو اس وقت دعوت اسلامک

سنٹر پامس ایگزٹ ۱۶، میں مقیم ہے) سے موبائل پر بات ہوئی، (جس کی ریکارڈنگ مخطوط ہے) اس

پر آخری سوال یہی تھا: کہ اگر ”یا رسول اللہ ﷺ“ پکارنے والے ہمارے نزدیک واقعہ مشرک ہیں۔ تو پھر حکومت سعودیہ ان کے حج و عمرے کیوں جاری کرتی ہے؟۔۔۔ تو وہ کوئی مدلل جواب نہ دے سکا۔

کہنے لگا: جب تک پوری امت ملکر کسی گروہ کو کافر قرار نہ دے، حکومت اس وقت تک پابندی نہیں لگا سکتی۔

اسے کہا گیا: یعنی یہ ان کی سیاسی مجبوری ہے؟ کہنے لگا: یوں ہی سمجھ لیجئے!۔

ع تف نجدیت! نہ کفر نہ اسلام، سب پہ حرف



باب: ۴۰

بزرگوں کے نام کا صدقہ حرام، اور کرنے والے مشرک ہیں؟:

سودی مفسر نے ”ما اهل به لغير الله“۔ (بقرہ: ۱۷۳) کے تحت لکھا: ”بزرگوں کے

ایصال ثواب کی اشیاء چاول، مٹائی وغیرہ وار جانور اگرچہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ہی ذبح کیے جائیں پھر بھی حرام ہیں۔ کرنے والے مشرک و مرتد ہیں۔ (ملخصاً ص ۶۹، ۱۱۹، ۳۹۸، ۷۶۰)

ان مقامات پر مسلمانوں اور مشرکوں، بیت کدوں اور مزارات اولیاء کو ایک

جیسا ذکر کیا گیا، کہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (ملخصاً: ۴۰، ۲۸۴، ۷۶۱)

نجدیوں کا سارا دھندا مسلمانوں پر ”بدگمانی“ سے چلتا ہے:

حاشیہ بیضاوی، در مختار اور علامہ شامی پر بہتان باندھا کہ انہوں نے اس

صورت کو، کہ بزرگوں کے ایصال ثواب کے لیے جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا

جائے، بھی حرام کہا ہے اور فاعل کو مرتد۔ (صفحہ: ۷۶۰)

جبکہ علامہ شامی نے (رد المحتار، ص ۱۹۷) پر صراحت فرمائی ہے، ہم کسی مسلمان کیساتھ بدگمانی نہیں کرتے، کہ وہ اس ذبح کیساتھ غیر اللہ کا "تقرب علی وجه العبادۃ" حاصل کریگا، اور تکفیر کا مدار اسی پر ہے، اور یہ صورت مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔

فقہائے کرام تو فرمائیں کہ ہم کسی مسلمان سے بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ کسی بزرگ کے نام کا جانور ذبح کر کے اسکی عبادت کرنا چاہتا ہے، "بلکہ یہ صورت مسلمان کے حال سے بہت دور ہے۔"

جبکہ مخالفین کے شرک و بدعت کے فتوؤں کا سارا کاروبار علمائے المسلمین پر بدگمانی سے چلتا ہے۔ یہ خارجی لوگ اپنی سینہ زوری اور بے حیائی سے مسلمانوں کو جو کہ ہر طرح سے برات کا اظہار کرتے ہیں کہ واللہ کسی بزرگ کی عبادت کرنا تو درکنار، ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔ ان مشرکین مکہ کیساتھ ملا تے ہیں، جو کہ "غیر اللہ" کی عبادت کا خود اقرار و اعتراف کرتے تھے، "ما نعبدہم الا ليقربوا الی اللہ ذلھن"۔ (زم: ۳) "ہم اس لیے ان کی عبادت کرتے ہیں، تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کروئے۔"

کتاب اللہ پر بہتان اور اندھی تقلید:

زیر بحث آیات اور فقہائے کرام نے تو فقط جانوروں کے حلال و حرام کی صورتیں بیان کی ہیں، جبکہ ان مبتدعین نے غلو کرتے ہوئے کھانے کی باقی اشیاء، فروٹ، چاول، بلکہ مزارات پر صندوقی میں ڈالے جانے والی رقم کو بھی حرام کہہ دیا۔ (سعودی تفسیر خلاصہ: ۶۹)

ان نجدیوں کا بزرگوں کے ایصالِ ثواب کے جانوروں والی معروف صورت (جو کہ اہلسنت کا معمول ہے) کو بھی حرام ثابت کرنے کے لیے فقہائے کرام پر بہتان باندھنا۔ (ص: ۷۶۰)

جو اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ ان توحید و سنت کے ٹھیکداروں کے پاس، اپنے موقف پر قرآن و سنت سے ایک بھی صریح نص موجود نہیں، ورنہ یہاں پر اس کو لازماً پیش کرتے، انہیں فقہاء پر تہمت لگانے کے سہارا کی ضرورت نہ پڑتی۔

سچ ہے! کہ یہ لوگ صرف صالحین دشمنی، ہوائے نفس، گمان فاسد اور اپنے گمراہ پیشواؤں کی اندھی تقلید میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

قارئین کرام! یہ ہے ان عمل بالقرآن والحدیث کے دعوے داروں اور مسلمانوں کو بات بات پر مشرک و بدعتی قرار دینے والوں کی اپنی مفلسی دلائل۔

نجدی مفسر نے اسی مسئلہ کے متعلق بڑی عیاری سے اہل سنت پر الزام تراشی کی، لکھا: ”اسکے مفہوم میں تاویلات رکیکہ اور تو جیات بعیدہ، سے کام لے کر شرک کے لیے چور دروازہ تلاش کیا جاتا ہے“۔ (ص: ۷۶۰)

اب تو یہ نجدی ملاں اور اُنکے اندھے مقلدین آنکھیں کھولیں اور اس حقیقت کو بغور دیکھیں، کہ ”تاویلات رکیکہ اور تو جیات بعیدہ سے کام لے کر امت مسلمہ کو مشرک ثابت کرنے، اور اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ کے لیے چور دروازے کون تلاش کرتا ہے؟۔

ع شرم تم مگر نہیں آتی!

اجماع امت اور مخالفین:

تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ”ما اهل به لغير الله“ کا معنی ہے ”وہ

جانور جن کو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح جائے، اور یہ اُن مشرکین کے رد میں نازل ہوئی جو جانوروں کو بتوں کا نام لے کر ذبح کرتے تھے۔

جیسے خود بھی لکھا: ”کہ وہ ذبح کے وقت، صرف بتوں کا نام لیتے، اللہ کا نہ لیتے۔“ (ص ۳۹۳)

امام ابو بکر الجصاص فرماتے ہیں: ”ولا خلاف بین المسلمین“، مسلمانوں کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے، جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ (احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۲۵)

چند سلفی تفاسیر کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔ (تفسیر کبیر، ۱۱/۳۳۲، عالم التزیل، ۳۸۱، معالم التزیل، ۸/۲، ابی سعود، ۱۹۱، جلالین، ۲۳، بیضاوی، ۱۲۷، ابن جریر، ۵۰۲، درمنثور، ۱/۱۶۸، ابن ابی حاتم، ۲۸۳، البحر المحیط، ۳۸۸، خازن، ۱۱۲، روح المعانی، ۶/۵۷، قرطبی، ۲۳۳، روح البیان، ۱/۲۷۷)

اہل لغت کے نزدیک بھی یہی مفہوم ہے۔ (لسان العرب، ۱۵/۱۲۰، المنجد، ۱۱۳۳) لطف کی بات تو یہ ہے کہ بالخصوص جن دو مفسرین ابن کثیر اور قاسمی شوکانی کی تفسیروں، (ابن کثیر، ۲۰۵ اور فتح القدر) کو اس سعودی تفسیر کا بنیادی مآخذ بنایا گیا، ان کا موقف بھی باقی مفسرین کے ساتھ ہے۔

اب اگر مخالفین امت میں کچھ بھی انصاف ہے، تو باقی مسلمانوں کی طرح ان دو مفسرین کو بھی مشرک کہہ کر ان سے بھی ہاتھ صاف کر لیں اور غڈتے کھینچ لیں۔

غیر مقلدین کے مجتہد اور وحید الزماں نے بھی بزرگوں کے ایصالِ ثواب کی اشیاء کو حلال و طیب لکھا اور اس پر اکابرین کا اجماع بیان کیا۔ (ہدیٰ الہدی، ۲۸)

نواب صدیق حسن نے بھی اس آیت کا یہی معنی کیا۔ (تفسیر فتح البیان، ۱/۲۲۲)
غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے لکھا: گیارہویں، بارہویں
ایصال ثواب کی نیت سے درست ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ، ۲/۷۱)

صادق سیالکوٹی نے بھی یہی لکھا۔ (ارشادات شیخ عبدالقادر جیلانی، ۲/۳۷)
اور خود لکھا: ”بعض علما نے سبیل المؤمنین (النساء: ۱۱۵) سے مراد اجماع امت لیا، یعنی
اجماع امت سے انحراف بھی کفر ہے۔ اجماع امت کا مطلب ہے، کسی مسئلے میں امت کے تمام علماء
فقہاء کا اتفاق۔ یا کسی مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق، یہ دونوں صورتیں اجماع امت کی
ہیں، اور دونوں کا انکار یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔۔۔۔۔ تاہم ایسے جو بھی مسائل
ہیں، ان کا انکار بھی صحابہ کے اجماع کے انکار کی طرح، کفر ہے۔ اس لیے کہ صحیح حدیث میں ہے ”اللہ
تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔“ (صحیح ترمذی لا لبانی
جلد ۲: ۱۷۵۹)۔ (ص: ۲۵۶)

اب بتائیں کہ اس مسئلے میں اجماع امت کا خلاف کر کے منکرین کی کیا
حیثیت رہ گئی؟۔ (سعودی تفسیر کو سلتی تفاسیر کا خلاصہ کہنے کا جھوٹ بھی بولا۔) ”سعودی تفسیر“، عنوان
ملاحظہ کریں

شاہ ولی اللہ اور عبدالعزیز محدث دہلوی کا مسلک:

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا: ”وآنچه آواز بلند کرده شود در ذبح وے
بغیر خدا“۔ ”اور جانور جس پر ذبح کے وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے آواز بلند کی جائے“۔
(ترجمہ فارسی شاہ ولی اللہ، ۱۳۳۱ھ، نور الکبیر میں بھی)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ پر بھی یہ بہتان باندھا۔ (ص: ۶۹) کہ گویا اس مسئلہ میں آپ کا موقف بھی ان وحابیہ کے ساتھ ہے۔ جبکہ شاہ صاحب نے خود (فتاویٰ عزیزی، ۱/ ۴۱، ۷۸، ۴۱۷، تحفۃ اثناء عشریہ، ص: ۳۹۶، اور زبدۃ الصالح، ص: ۱۳۲) میں وضاحت فرمائی ہے، اور آپ کا مسلک بھی جمہور مفسرین کیساتھ ہے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں: ”اگر مالیدہ اور دودھ کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے ارادے سے پکا کر کھلائیں تو کچھ مضائقہ نہیں جائز ہے۔۔۔۔۔ اگر کسی بزرگ کے نام فاتحہ دی گئی تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے۔“ (فتاویٰ عزیزی، ۱/ ۵۰۷)

مزید لکھا: ”وہ کھانا جس کا ثواب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو پہنچایا جائے، اور اس پر فاتحہ، قل، درود شریف پڑھا جائے تو وہ تبرک ہو جاتا ہے، اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔“ (ایضاً، ۱/ ۷۸)

یہ سب کچھ لکھ کر شاہ صاحب بھی ان لوگوں کے نزدیک مشرک ٹھہرے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ، ”تفسیر عزیزی“، میں جو کچھ بھی آپ کی طرف منسوب کیا گیا، آپ اس سے بری ہیں، وہ کسی عہد کا الحاق کردہ، اور آپ کے خلاف سازش ہے۔ جیسا کہ (تفسیر روئی، بوارق محمدیہ) میں ذکر کیا گیا۔

اور پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ جملہ مفسرین اور اپنے باپ اور استاد شاہ ولی اللہ کے خلاف لکھیں۔ اگر کتب احادیث میں تحریف ہو سکتی ہے، تو کتب تفاسیر میں کیوں نہیں ہو سکتی؟

نجدیوں نے ہر چیز حرام کر دی: (تحریف قرآن، ذاکر نائیک)

حضرت شاہ ولی اللہ کا آیت، ”وما اهل به لغير الله“، (بقرہ: ۱۷۳) کا ترجمہ ابھی گزرا! ”اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے آواز بلند کی جائے۔“ جس سے معلوم ہوا کی ایسی مجمل المفہوم آیت کا ترجمہ بالکل لغظی نہیں کرنا چاہیے، بلکہ تفسیری کیا جاتا ہے، تاکہ صرف ترجمہ پڑھنے والا بھی مدعا ئے قرآنی کو سمجھ سکے۔

اسماعیل دہلوی نے بھی غلط ترجمہ کیا: ”کسی مخلوق کے نام کا جانور ٹھہرانا حرام ہے۔“ (تقریہ الایمان: ۴۶)

مگر سعودی قرآن کے مترجم جو ناگرمی نے اپنے عقیدہ بد کے دفاع کی غرض سے ترجمہ کیا: ”اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے۔“ اب قارئین غور کریں، ”ہر وہ چیز“ کے عموم سے کائنات کی کون سی چیز حلال رہ سکتی ہے؟

اصل میں نجدی ”ہر وہ چیز“ سے جانوروں کے علاوہ ایصالِ ثواب کی باقی اشیاء کو بھی حرام ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت میں صرف جانوروں اور ان کے متعلقہ اشیاء کا ذکر ہے، لیکن یہ لوگ دین میں زیادتی کرتے ہوئے ایصالِ ثواب کی، بلکہ کائنات کی ہر چیز کو حرام کہتے ہیں۔

”ذاکرنائیک“ خارجی بزییدی نے تو حد ہی کر دی، اپنی ایک تقریر میں انہی الفاظ قرآنیہ کا ترجمہ یوں کیا: ”اور وہ“ ”کھانا“ جس کے اوپر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام

لیا جائے، حرام ہے۔“

مزید کہا: ”چاہے وہ محمد ﷺ کا ہی نام ہو حرام ہے۔۔۔ استغفر اللہ!“

(موضوع تقریر ”اسلام کے متعلق غلط فہمیاں“)

یقیناً یہ قرآن کا ترجمہ نہیں، بلکہ تحریف قرآن ہے۔ کس قدر جھوٹ اور مکاری سے فاتحہ و ختم کے کھانے کو حرام کرنے کے لیے، قرآن پاک کے الفاظ کو بدل دیا گیا۔ یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ان لوگوں کے اس ترجمے اور تفسیر سے تو قربانی کے جانور بھی حلال نہیں رہ سکتے، کیوں کہ ان پر بھی غیر اللہ کا نام پکارا جاتا ہے۔

اور یہ وہابی تفسیر، اجماع امت اور نص قرآنی کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید نے مشرکین کی اس حرکت کا رد فرمایا، کہ وہ کچھ جانور بتوں کی عبادت کے لیے مازور کر کے اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے۔۔۔ فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حرام نہیں ٹھہرایا، تو بتوں کے لیے مخصوص کر کے، تمہارے حرام سمجھ لینے سے، یہ جانور حرام کیسے ہو جائیں گے۔ (منہوم، مائدہ: ۱۰۳۔ مزید، ص: ۵۸۰، ۴۱۶، ۳۳۱)

ملاحظہ کیا آپ نے! کہ وہ جانور بتوں کی طرف منسوب ہونے کے باوجود بھی حرام نہیں ہوئے تھے۔ لہذا یہ فعل تو شرک ضرور تھا، مگر وہ جانور پھر بھی حلال ہی رہے۔ لہذا مشرکین کا ان جانوروں کو حرام کہنا ”الھواء علی اللہ“ تھا۔

آج وہابیوں کی حالت دیکھیے کہ یہ لوگ اللہ کا نام لے کر ذبح کیے گئے جانوروں کو بھی حرام کہہ کر مشرکین کی سعت ادا، بلکہ زندہ کر رہے ہیں۔

لکھا: ان جانوروں کو، چاہے ذبح کے وقت اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کیا جائے، حرام ہی

ہوں گے۔ (ص: ۶۹)

ان دشمنان اہل اسلام کا دوسری طرف موقف یہ ہے: ”اہل کتاب کا وہ ذبیحہ

حلال ہوگا جس سے خون بہہ جائے۔“ (ص: ۱۸۵)

سچ فرمایا تھا نبی کریم ﷺ نے؛ مسلمانوں کو قتل کریں گے، مشرکوں کو چھوڑے

رہیں گے۔ (بخاری کتاب التوحید)

یعنی مسلمانوں کے دشمن اور کافروں کے دوست ہوں گے۔

اگر نام پکارنا جرم ہے، تو صدقہ کیسے کریں؟: (تضاد و بدعت)

ایک طرف تو یہ لکھا: ”البتہ دعا اور صدقہ و خیرات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے، اس پر

تمام علماء کا اتفاق ہے۔ (ص: ۱۴۹۸)

جبکہ دوسری طرف ایصالِ ثواب کی اشیاء پر جس کے لیے صدقہ کیا جائے اس

کا نام پکارنے کو حرام اور فاعل کو مشرک و مرتد کہہ دیا۔ (ص: ۷۶۰، ۳۹۸، ۲۸۳، ۶۹)

یہ عجیب تضاد ہے، کہ ایک کام سنت بھی ہے۔۔۔ اور شرک بھی؟

ہم ان غالیوں سے پوچھتے ہیں کہ صدقہ کیسے کرنا چاہیے؟ حالانکہ جو آدمی

صدقہ و خیرات کرے گا، وہ اس چیز پر ضرور اس آدمی کا نام بھی ذکر کرے گا، جس کے

لیے یہ ایصالِ ثواب کر رہا ہے۔۔۔ اور شریعت مطہرہ نے اس بات کا ہمیں مکلف

اور پابند نہیں کیا، کہ جس کے لیے صدقہ کیا جائے، صدقے پر اس کا نام ذکر نہیں کر سکتے

ورنہ شرک و حرام ہوگا۔ یہ قید و شرط نجدیوں کی بدعت اور مداخلت فی الدین ہے، جس کی

ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

گزشتہ سطور میں صحابی رسول ﷺ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا عمل ملاحظہ فرما چکے

ہیں، کہ انہوں نے کتویں پر اپنی والدہ کا نام ذکر کیا، اسکے علاوہ بھی متعدد مثالیں موجود

ہیں جو پیش کی جاسکتی ہیں۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ باقی مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی وہابیہ کا نظریہ دین اسلام اور اہل اسلام سے متضاد اور مختلف ہے، باوجود اسکے انکا خود کو سلفی کہلوانا محض دجل اور فریب ہے۔

گیارہویں کی بجائے اللہ کے نام کا صدقہ کیوں نہیں کرتے؟

معرض جہالت سے یا صلحا کی عداوت سے کہتے ہیں: کہ تم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نام کا صدقہ دیتے ہو، اللہ تعالیٰ کے نام کا کیوں نہیں دیتے؟

سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون!

اس کا الزامی جواب اور پھر سوال یہ ہے: کہ تم اپنے بیٹوں کا حقیقہ و ولیمہ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کا کیوں نہیں کرتے؟۔۔۔ یقیناً منکر جوابا یہی گا: کہ کیسی بات کر رہے ہو، توبہ کرو! اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے۔

تو پھر کہنا چاہیے کہ تم بھی توبہ کرو! اس لیے کہ جس طرح غوث پاک کے نام کا صدقہ کیا جاتا ہے، اس سے اللہ عزوجل پاک ہے۔ کیونکہ صدقہ پر غوث الاعظم کا نام آپ کی روح مقدسہ کو ثواب پہنچانے کے لیے لیا جاتا ہے۔ جیسے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کی طرف سے کنواں اور باغ صدقہ کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے نام کی بجائے، اپنی والدہ کا نام لیا، کہا: ”ہذہ لام سعد“، یہ (پانی کا صدقہ) سعد کی ماں کے لیے ہے۔ (ابوداؤد: ۴۳۲۲، سنن نسائی: ۱۳۳۲، بخاری: ۲۸۶۱)

ہم منکرین گیارہویں شریف سے پوچھتے ہیں! کیا غوث پاک کی طرح اللہ

تعالیٰ کی روح کو بھی ایصالِ ثواب کریں؟ معاذ اللہ!

اور صحابی رسول ﷺ حضرت سعدؓ پر کیا فتویٰ ہے؟۔۔۔ جنہوں نے صدقہ پر اللہ تعالیٰ کا نام مشہور کرنے کی بجائے، اپنی ماں کا نام ذکر کیا، اور کیا یہ کنواں اور باغ ”ما اهل به لغير الله“ کے زمرے میں داخل ہو کر حرام نہیں ٹھہرا؟۔۔۔ نہیں تو آخر کیوں؟ تحقیقی جواب یہ ہے: ہر صدقے کی طرف دو اہم نسبتیں ہوتی ہیں۔

(۱) پہلی نسبت ”عبادت“ کی، یعنی صدقہ کرتے وقت جو ثواب و اجر کی امید اور دعا کی جاتی ہے، یہ اللہ جل شانہ کی عبادت ٹھہرتی ہے۔

(۲) دوسری نسبت ”ایصالِ ثواب“ کی ہے، جو اس آدمی کی طرف کی جاتی ہے جس کے لیے کیا جائے۔

چونکہ عبادت کی نسبت تو کسی صورت بھی نہیں بدل سکتی، وہ اللہ تعالیٰ معبود برحق کی طرف ہی رہتی ہے۔۔۔ رہی ثواب کی نسبت، تو وہ ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔ کبھی کسی آدمی کے لیے ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے، اور کبھی کسی کے لیے۔۔۔ اسی لیے صدقہ دیتے وقت یہ وضاحت بھی کر دی جاتی ہے، کہ یہ صدقہ کس کی طرف سے دیا جا رہا ہے۔

جس کی وجہ سے صدقے پر عبادت کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی بجائے، ایصالِ ثواب کی نسبت سے اس آدمی کا نام ذکر کیا جاتا ہے، جس کے لیے صدقہ دیا جا رہا ہوتا ہے۔

جس طرح خود سرور کائنات ﷺ اپنی طرف سے اپنی آل اور امت کی طرف سے صدقہ دینے کی زبان اقدس سے وضاحت بھی فرمادی۔۔۔ اور جیسے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کنویں پر اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی بجائے، ایصالِ ثواب کی نسبت سے

کیا صحابہ کرام نے کبھی گیارہویں کی تھی؟:

ماہر جوابیہم فہوجوابنا!

اور اسی طرح وہابی کی سیرت النبی ﷺ کا نفرت، اہل حدیث کا نفرت، محفل حسن قرأت وغیرہ وغیرہ جتنے پروگرام کرتے ہیں، یہ کس صحابی نے؟، کس مقام پر؟، کب کب کیے؟۔

ہم بھی جوابا کہتے ہیں کہ جب ایصالِ ثواب مسلمہ مسئلہ ہے، اور چونکہ عرف و ماحول میں گیارہویں شریف اس ایصالِ ثواب کو کہتے ہیں، جو غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے لیے کیا جائے۔ (جس کو وہابیوں کے وڈیروں نے بھی جائز کہا،) آگے آرہا ہے۔۔۔ تو جب غوث اعظم پیدای (۷۴۰ھ) میں ہوئے، تو پھر یہ

کہنا، کہ کیا صحابہ نے گیارہویں شریف کی، محض شرارت، فتنہ اور بے ادبی ہے۔
وہیے مطلق طور پر تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی آل اور تمام امت کی طرف سے
قربانی کی ہے۔ (ابوداؤد، کتاب النحایا) جو کہ ایصالِ ثواب ہے۔ اور اس میں غوثِ پاک
بھی آلِ رسول ﷺ اور امتِ رسول ﷺ ہونے کے ناطے شامل تھے!!!۔

اور ”ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب“۔ (ابراہیم: ۴۱) میں
جو مسلمان عالم ارواح کے اندر ہیں، ان کے لیے بھی دعا بخشش کی جاتی ہے۔۔۔ تو اس
طرح من جملہ طور پر شروع سے غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے بخشش بھی ہوتی
رضی!!!۔

گیارہویں وغیرہ کو حرام کہنے والوں کی سزا:

حرام کو حلال جاننے والا مسلمان نہیں رہتا، مرتد ہو جاتا ہے، نکاح بھی ٹوٹ
جاتا ہے۔ وہابیوں کے آباؤ اجداد سب اہلسنت تھے، جو گیارہویں شریف کو حلال سمجھتے
تھے۔ نجدیوں کے فتوے کے مطابق وہ منقطع النکاح ٹھہرے، اور ایسی حالت کی اولاد
حلالی نہیں ہوتی۔

لہذا گیارہویں شریف کو حرام کہنے والے کو دنیا میں یہ سزا ملی، کہ گویا وہ خود کو
حرامی ثابت کر رہا ہے۔

ایصالِ ثواب کی نیت سے گیارہویں جائز ہے: (دہابی فتوے)

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے ایصالِ ثواب کے لیے
گیارہویں شریف کو جائز قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۷/۲۷)

اسی طرح صادق سیالکوٹی نے بھی۔ (ارشادات شیخ عبدالقادر جیلانی: ۳۷)
 دیوبندیوں کے پیر و امام رشید احمد گنگوہی نے بھی ایصالِ ثواب کی نیت سے
 گیارہویں شریف کو جائز کہا۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۳)
 اسی طرح ختم بخاری کے متعلق کہا بدعت نہیں جائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۷)
 اب جو فتویٰ ہمارے لیے ہے، وہی ان اپنوں پر لگاؤ تو جائیں!!!۔



باب: ۴۱

کیا حدیث (نور) چاہر رضی اللہ عنہ باطل ہے؟

نجدی مفسر نے لکھا: ”یہ حدیث کسی مستند مجموعہ حدیث میں نہیں، علاوہ ازیں صحیح حدیث
 کے بھی خلاف ہے، ان اول ما خلق اللہ القلم، (ترمذی، ابوداؤد)، محدث اللبانی لکھتے ہیں کہ یہ باطل
 ہے۔“ (ص: ۲۹۲)

ایک اور جگہ لکھا: ”کہ آپ ﷺ کی ایک صفت نور ہے، مگر اس سے، ”نور من نور
 اللہ“، ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔“ (ص: ۹۷۸، ۴۶۰)

محبوبِ خدا ﷺ کا فرمانِ محبت نشان ہے: ”حبك للشئى يعنى ويصم“، کسی
 چیز سے تمہاری محبت، تمہیں اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔

(جامع السانید خوارزمی، الامام ابی حنیفہ، ج ۱)

اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ اسی چیز کو اپنے انداز میں بیان فرماتے ہیں:

اعظم جتنے دل لگ جاوے اتنے عیب نظر نہیں آوے!!

اسی طرح جب دل میں کسی کا بغض اور عداوت ہو تو اُسکی کوئی خوبی نظر نہیں

آتی، صرف عیب نظر آتے ہیں، یہی حال اس پارٹی کا ہے، کہ انکے دل اور آنکھیں محبوبانِ خدا کی دشمنی اور عداوت میں ایسے اندھے ہو چکے ہیں، کہ انہیں ایسی کوئی آیت یا حدیث دکھائی ہی نہیں دیتی، جسمیں اللہ والوں کی عظمتوں اور شانوں کا بیان ہو، بلکہ انکے دین میں کسی اللہ والے کے لیے کوئی کمال ماننا شرک ہے، انکے نزدیک اللہ کے مقبول بندے صرف اُن آیات کے ہی مصداق ہیں جو بتوں کی مذمت اور بے حیثیتی بیان کرنے کے لیے نازل ہوئیں۔

فاضل بریلوی امام احمد رضا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۔ وہ حبیبِ پیارا تو عمر بھر، کرے فیضِ وجود ہی عمر بھر

ارے تجھ کو کھائے تپ ستر، تیرے دل میں کس سے بخار ہے؟

ان لوگوں کی جو تحقیق حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے، اُس کا سبب وہی بخار ہے، جو ان کے دلوں میں محبوبِ دو عالم ﷺ کے متعلق ہے۔ اسی لیے انہیں یہ حدیث کسی مستند مجموعے میں نظر نہ آئی، اور صحیح حدیث کے خلاف نظر آئی، اور یہ بھی پتہ نہیں انکے نزدیک احادیث کے مستند مجموعے کون کون سے ہیں۔

محدث البانی کا حوالہ دیا گیا، حالانکہ وہ ہمارے حجت نہیں، ہمارے نزدیک تو

وہ خود بھی باطل ہے۔۔۔ اور تم تو غیر مقلد ہو!۔۔۔ البانی، قرآن ہے۔۔۔ یا حدیث؟

ان بے مروتوں کو محدثین کی وہ جماعت بھی نظر نہ آئی، جنہوں نے اس

حدیث (نور) جابر رضی اللہ عنہ کو روایت کیا، انہوں نے صرف اپنے البانی کو حجت بنا کر

، بلا دلیل اس حدیث نور کو موضوع اور باطل کہہ دیا۔

وہ خدا جب دین لیتا ہے، حماقت آ ہی جاتی ہیں!

مصنف عبدالرزاق کی پہلی جلد کے ۱۰ اگم کشتہ ابواب کی بازیابی:

نامور حافظ الحدیث محدث جلیل امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے شاگرد، امام احمد بن حنبل کے اُستاد، اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق بن عامر حمیری صنعانی یمنی کی حدیث شریف کے موضوع پر مشہور آفاق کتاب ”مصنف“ ہندوستان کے دیوبندی عالم شیخ حبیب الرحمن اعظمی کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی، لیکن شروع سے نامکمل اور ناقص تھی، اس میں دس ابواب کی کمی تھی، اور وہ دستیاب ہی نہیں ہو سکے، اس کا اعتراف خود انہوں نے کیا۔

(”مصنف عبدالرزاق“، طبع بیروت: ۳۱۱، حبیب الرحمن اعظمی، ملاحظہ کریں)

اور اس نسخے میں ”حدیث نور، اور نفی سایہ“ نہیں تھیں، مگر بن نورانیت مصطفیٰ ﷺ پھر بھی بڑی بے شری سے یہ کہتے پھرتے تھے: کہ ”مصنف عبدالرزاق“ کا حوالہ دیا جاتا ہے، حالانکہ اس میں یہ ”حدیث نور“ نہیں ہے۔ مگر بن کا یہ کہنا تو تب درست ہوتا، جب ”مصنف“ مکمل چھپی ہوتی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ بن انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ”حدیث نور“ زمانہ ماضی کے جلیل القدر آئمہ اور موجودہ دور کے علماء میں مشہور و معروف تھی، عرب و عجم کے علماء نے اسے بغیر کسی اعتراض کے اپنی کتابوں میں اسکی سند بیان کیے بغیر ”مصنف عبدالرزاق“ کا حوالہ دیکر درج کیا، ان کے بارے میں یہ سوچنا بھی جرم تھا کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہوگا۔ (غیر مقلد مولوی عبد اللہ روپڑی نے بھی اس حدیث پاک کی مصنف کی طرف نسبت کو صحیح تسلیم کیا۔) (”فتاویٰ احمدیہ: ۲۰۲/۱“، ”نور محمدی کی پیدائش: ۲۵“)

عظمت مصطفیٰ ﷺ آپ کی نورانیت اور آپ کے اول مخلوق ہونے اور آپ

کے بے سایہ ہونے کو بیان کرنے والی احادیث کا، حدیث شریف کے اہم ماخذ مصنف عبدالرزاق سے سے غائب کر دینے کو کسی طور بھی اتفاقی حادثہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ غیر مسلم قوتوں کی بین الاقوامی سازش کا حصہ ہے۔

الحمد للہ! ”۱۳۲۵ھ/۲۰۰۵ء“ میں ڈاکٹر سید محمد امین میاں سجادہ نشین مارہرہ شریف، اور مجاہد اسلام جناب حاجی محمد رفیق برکاتی (دوبئی) کی کوششوں سے مصنف عبد الرزاق کا یہ نادر و نایاب مخطوطہ دستیاب ہو گیا، جس میں ”حدیث نور“ اور نفی سایہ، اپنی سندوں کے ساتھ موجود ہیں۔

یہ مخطوطہ جو افغانستان کے ایک تاجر کتب سے دستیاب ہوا وہ ۱۹۳۳ء میں شیخ اسحاق بن عبدالرحمن سلیمانی نے بغداد شریف میں لکھا تھا۔ پروفیسر ڈاکٹر عیسیٰ مانع سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف و امور اسلامیہ دوئی کے مقدمہ اور حواشی کیساتھ، بنام: ”الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف“، پہلے بیروت سے پھر ”مؤتسمة الشرف“، لاہور نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ (جس کی تفصیل و تحقیق: ”مصنف عبدالرزاق کی پہلی جلد کے دس گم گشتہ ابواب“، مکتبہ قادریہ لاہور میں ملاحظہ فرمائیں)

حدیث نور (جابر)، مع سند:

”عبدالرزاق عن معمر بن ابی النضر عن جابر قال: ”سالت رسول اللہ ﷺ عن أول شيء خلقه الله تعالى؟ فقال: ”هو نور نبيك يا جابر! ثم خلق فيه كل خير، وخلق بعده كل شيء.“

ترجمہ: ”جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ تو آپ نے فرمایا: جابر رضی اللہ عنہ!

وہ تیرے نبی ﷺ کا نور تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اُس میں ہر خیر اور مصلحت کو پیدا کیا اور اُس کے بعد ہر شے کو پیدا کیا۔ (الجزء المفقود من الجزء الاقل من المصنف، طبع بیروت دلاہور: ۳۶)

نوٹ: ڈاکٹر عیسیٰ مانع (دوبئی) نے فرمایا: کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (الجزء المفقود: ۷)

حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے، مزید حوالہ جات:

ذیل میں ہم ان جلیل القدر ائمہ دین کی صرف کتابوں کے حوالے درج کر رہے ہیں، جنہوں نے اس حدیث پاک کو پورے یقین کیساتھ اپنی کتابوں میں درج فرمایا۔

۱: امام زرقانی، شرح زرقانی علی المواہب: ۵۶۱، تاریخ الخمیس: ۲۶۱۔

۲: تفسیر نیشاپوری: ۶۶۸۔

۳: علامہ یوسف بن اسماعیل مہمانی، جواہر البحار: ۲۲۰/۳۔

۴: علامہ احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی م ۹۲۳ھ، مواہب الدنیہ مع شرح زرقانی: ۵۵/۱۔

۵: امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی م ۱۰۴۴ھ، سیرت حلبیہ: ۳۱/۱۔

۶: علامہ اسماعیل بن محمد بن عجلونی م ۱۱۶۲ھ، کشف الخفاء: ۲۶۵/۱۔

۷: علامہ عمر بن احمد الخروطی م ۱۲۹۹ھ، شرح قصیدہ بردہ: ۷۳۔

۸: امام عبدالغنی نابلسی م ۱۱۴۳ھ، المہدۃ الندیہ: ۳۷۵/۲۔

۹: علامہ حسین بن محمد بن حسن دیاربکری، م ۹۶۶ھ، تاریخ الخمیس: ۱۹/۱۔

۱۰: علامہ شرف الدین بوسیری کے قصیدہ ہمزہ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے

، علامہ سلیمان الجمل (م ۱۲۰۴ھ)، صاحب تفسیر الجمل ”الفتوحات الاحمدیہ بالبحر المحمدیہ“: ۶۔

۱۱: امام علامہ ابن الحاج، المدخل: ۳۴/۲۔

۱۲: علامہ ابوالحسن بن عبداللہ بکری الانوارنی مولانا تہی محمد علی مدظلہ: ۵۔

انہوں نے یہ روایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے، جس سے یہ پتہ چلا کہ یہ روایت صرف حضرت جابر سے ہی مروی نہیں۔

۱۳: علامہ سید محمود الوسی بغدادی م ۱۲۷۰ھ، روح المعانی: ۱۰۵/۱۷۔

ایک اور جگہ حدیث ”اول ما خلق اللہ نوری“ بھی نقل کی ہے: ۱۷۸۔

۱۴: علامہ شامی کے بھتیجے سید احمد عابدین شامی (م ۱۳۲۰ھ)، نے علامہ ابن حجر کی کے رسالہ ”لغة الکبریٰ علی العالم“ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی ہے، یوسف بن اسماعیل مہمانی، جواہر البحار: ۳۵۲/۳۔

۱۵: علامہ محمد مہدی قاسی نے حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے علاوہ ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے، مطالع السمرات، شرح دلائل الخیرات: ۲۲۱۔

۱۶: علامہ احمد عبد الجواد دمشقی نے یہ حدیث امام عبد الرزاق اور امام بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے، السراج المنیر وبیرة المستتر: ۳۱۔

۱۷: محدث جلیل حضرت ملا علی قاری م ۱۰۱۴ھ، نے مصنف عبد الرزاق کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا، المورد الروی فی المولود النبوی، تحقیق محمد بن علوی مالکی: ۴۰۔

۱۸: مکہ مکرمہ کے نامور فاضل سید محمد مالکی نے حاشیہ المورد الروی: ۴۰۔

۱۹: امام ابن حجر عسقلانی م ۹۷۳ھ، نقاوی حیدر: ۲۳۷۔

۲۰: مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی مکی، آثار المرفوعة فی الاخبار الموردة: ۳۳۔

۲۱: شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی م ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوة: ۲۲۲۔

۲۲: علامہ یوسف بن اسماعیل مہمانی، حجة اللہ علی العالمین: ۲۸۔

فرض کیجیے کہ کسی محفل میں یہ تمام، علماء، عرفاء اور محدثین تشریف فرما ہوں، اور اس حدیث کو بیان کر رہے ہوں، اور اسکی تصدیق اور توثیق کر رہے ہوں، تو کیا کوئی بڑے سے بڑا علامہ یہ کہنے کی جرات کر سکے گا کہ یہ سب جھوٹے، جاہل اور کج رو ہیں

؟ (حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ)

اولیت نورِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق، مخالفین کی گواہیاں:

اسمعیل دہلوی لکھتا ہے: جیسے کہ روایت ”اول ما خلق اللہ نوری“ اس پر دلالت کرتی ہے۔ (اسمعیل دہلوی، یک روزہ، طبع ملتان، ص ۱۱)

غیر مقلدین کے امام نواب وحید الزماں لکھتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا، پھر پانی، پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا، پھر قلم سے دوات، پھر عقل کو پیدا کیا، پس نور محمدی آسمانوں، زمین، اور ان میں پائی جانے والی مخلوق کے لیے مادہ اولیہ ہے۔“

حاشیہ میں لکھتے ہیں: کہ قلم اور عقل کی اولیت، اضافی ہے (یعنی یہ دونوں دوسری چیزوں سے پہلے ہیں، یہ نہیں کہ سب سے پہلے ہوں ۱۲ اق ل)۔ (وحید الزماں، ہدیۃ الہدی، طبع سیالکوٹ: ۵۶)

علماء دیوبند کے حکیم الامت نے جابر رضی اللہ عنہ کی روایت، ”بحوالہ امام عبد الرزاق“، نقل کی اور اس پر اعتماد کیا۔ (اشرف علی تھانوی، مولوی: نثر الطیب تاج کتب، لاہور: ۶)

فتاویٰ رشیدیہ، میں سوال ہوا: ”اول ما خلق اللہ نوری“ اور لو لا کہ لما خلقت الافلاك۔۔۔۔۔ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یہ وضعی؟

جواب: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں، مگر شیخ عبدالحق نے ”اول ما خلق اللہ نوری“ کو نقل کیا ہے کہ اسکی کچھ اصل ہے۔ (رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۵۷)

وہابی مولویوں کے مزید حوالہ جات:

ثناء اللہ امرتسری نے دونوں لکھا: ہمارے عقیدے کی تشریح یہ ہے کہ رسول

خدا، خدا کے پیدا کیے ہوئے نور ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ، ج ۲، ص ۹۳، ترک اسلام، ص ۱۳۔ حافظ محمد کھوسو، تفسیر محمدی، ج ۲، ص ۲۹۷۔ صادق سیالکوٹی، جمال مصطفیٰ، ص ۲۱۸، ۴۶۷۔ فیض عالم صدیقی، صدیقہ کائنات، ص ۶۳۔ نواب صدیق بھوپالی، خطیرۃ القدس، ص ۳۷۶، آثار صدیقی، ج ۲، ص ۲۹۔ عبدالستار دہلوی، اکرام محمدی، ص ۲۶۸۔ عبداللہ روپڑی، مظالم روپڑی، ص ۴۷۔ قاضی سلیمان منصور پوری، سید البشر، ج ۲، ص ۶۱، الجہال والکمال، ص ۱۳۔ نور حسین گرجاکی، فضائل مصطفیٰ، ص ۱۔ ابوبکر غزنوی، تقریظ بر رسالہ، بشریت اور رسالت، ص ۱۷)۔

”قد جا کم من اللہ نور و کتاب مبین“ کی تفسیر:

اس آیت میں ”نور“ اور ”کتاب“ دونوں سے قرآن کریم مراد لینے کو امام فخر الدین رازی نے ضعیف کہا ہے۔ کیونکہ عطف، معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغائرت چاہتا ہے۔ (تفسیر کبیر، ۳/۳۹۵)

اور ”نور“ سے بھی قرآن مجید، معتزلی مفسرین نے مراد لیا ہے، اہلسنت نے نہیں۔ (تفسیر روح المعانی، ۶/۹۷)

اہلسنت مفسرین کرام نے ”نور“ سے نبی کریم ﷺ کی ہی ذات مقدسہ مراد لی ہے۔ (ابن عباس، تفسیر کبیر، قرطبی، جلالین، ابن جریر، روح المعانی، معالم التنزیل، مدارک، حازن، مظہری، صادی، بیضاوی وغیرہم)

علامہ محمود آلوسی اور بلا علی قاری نے ”نور اور کتاب“ دونوں سے ہی آپ ﷺ کی ذات بابرکات مراد لی ہے۔ (روح المعانی، ۶/۹۷، شرح شفاء، ۱۱۳)

وہابی مولویوں کی تفسیر:

دیوبندی اور غیر مقلد اکابر مولویوں نے بھی اس آیت میں ”نور“ سے ذات رسالت مآب مراد لی ہے، مگر آج کے وہابی مولوی انکاری ہیں۔ (اشرفی تھانوی، مواہظ میلاد النبی، ص ۱۰۳، ۱۱، ۱۲۔ شبیر عثمانی، تفسیر عثمانی، ص ۱۳۶۔ رشید گنگوہی، امداد السلوک، ص ۱۹۹۔ مفتی شفیع، معارف

القرآن، ج ۲، ص ۳۳۱۔ عبد الماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی، ج ۱، ص ۲۳۳۔ قاضی شوکانی، فتح القدیر، ۲/۲۳۲، ج ۱، ص ۲۳۲۔ سعودی تفسیر کاملاً خذ ہے۔ نواب صدیقی، فتح البیان، ۲/۳۶۸۔ قاضی سلیمان منصور پوری، رحمۃ العالمین، ج ۳، ص ۲۲۵۔ ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، ج ۲، ص ۱۱۰۹۔ وحید الزماں، تجویب القرآن: ۱۳۹۔ حافظ محمد لکھوی، تفسیر محمدی، ج ۲، ص ۲۳)۔

تعجب ہے! منکرین کی دورخی پر کہ اگر یہی باتیں ہم اہلسنت کریں، تو ان کے نزدیک، بکے مشرک ٹھہرتے ہیں، اور اگر یہی باتیں انکے اپنے مولویوں کریں، تو وہ پھر بھی انکے امام اور پیشوائی رہتے ہیں؟۔

جسم نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا (غیر مقلد مولوی)

نور محمد جوڑا سوتری۔ (شہباز شریعت، ۲۱۰۷، یاد رہے کہ اسکا حاشیہ حافظ محمد لکھوی نے لکھا ہے اور تائیدی)

نواب صدیق بھوپالی۔ (اشماء العنبریہ: ۵۱) محمد لکھوی۔ (تفسیر محمدی، ۱/۱۳۵)

(مزید حوالہ جات اور تفصیل کے لیے ”نورانیت و حاکیت“ از علامہ کاشف اقبال مدنی حفظہ اللہ، (زاویہ پبلشرز) کا ضرور مطالعہ فرمائیں)

اوّل مخلوق، (نور، قلم اور عقل وغیرہ) کے متعلق احادیث میں تطبیق:

اللہ تعالیٰ نے سب پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟۔۔۔ اس سلسلے میں مختلف روایات ملتی ہیں، مثلاً نبی اکرم ﷺ کا نور۔۔۔ عقل۔۔۔ قلم۔

آئیے ذرا دیکھیں! کہ آئمہ محدثین اور ارباب مشاہدہ نے ان روایات میں کس طرح تطبیق دی ہے؟

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جن کا نام ابن تیمیہ بھی احترام

سے لیتے ہیں فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح کو اپنے جمال کے نور سے پیدا کیا، جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا اور سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، ان سب سے مراد ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے حقیقت محمدیہ ﷺ، اس حقیقت کو نور اسلیے کہا کہ وہ جلالی ظلمات سے پاک ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”قد جاسم من اللہ نور و کحاب مبین“، عقل اسلیے کہا کہ وہ کلیات کا ادراک کرنے والی ہے، قلم اسلیے کہا کہ وہ علم کے نقل کرنے کا سبب ہے۔ (عبد القادر جیلانی، سر الاسرار: ۱۲)

محدث جلیل حضرت ملا علی قاری مختلف روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں : معلوم ہو گیا کہ مطلقاً سب سے پہلے شے نور محمدی ﷺ ہے، پھر پانی، پھر عرش، اُسکے بعد قلم، نبی اکرم ﷺ کے ماسوا سب میں اولیت اضافی ہے۔ (المورد الروی، ص ۴۴)

اسی بات کو آپ نے (المرقات: ۱۳۶، ۱۶۶، ۱۹۴، ۱۶۷، اور موضوعات کبیر: ۸۶) پر بھی بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: لیکن اس نور کا ظہور، اہل بصیرت کی آنکھ میں ہے، کیوں کہ (صرف) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، لیکن سینوں میں دل (بھی) اندھے ہو جاتے ہیں۔ (موضوعات کبیر، ص ۶۶)۔ (مزید، علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی م ۸۵۵ھ، عمدة القاری، ج ۱۵، ص ۱۰۹۔ علامہ نجم الدین رازی م ۶۵۴ھ، مرصاد العباد، ص ۳۰۔ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی احمد سرہندی مکتوبات، حصہ نہم، دفتر سوم، ۱۵۳۔ عارف باللہ علامہ عبدالوہاب شعرانی م ۹۷۳ھ، الیواقیت والجوہر، ج ۲، ص ۲۰۔ حضرت شیخ عبدالکریم جیلی م ۸۰۵ھ، جواہر البحار، ج ۴، ص ۲۲۰۔ علامہ حسین بن محمد دیار بکری، تاریخ قمیس، ج ۱، ص ۱۹۔ امام المناظر میر سید زاہد ہروی، حاشیہ ملا جلال، ص ۹۶)

غیر مقلد و حید الزماں حیدر آبادی نے بھی یہی تطبیق دی ہے۔ (ہدیۃ الہدی: ۵۶)

ان سارے آئمہ کرام نے یہی بات بیان فرمائی ہے کہ نور محمدی ﷺ کی

اولیت حقیقی ہے، باقی اشیاء میں اولیت اضافی ہے، یا ہر کوئی اپنی جنس کے افراد میں سے پہلے ہے، یا اسی نور مقدس کو کئی ناموں سے موسوم کیا گیا، یعنی حقیقت ایک ہے صرف تعبیر میں فرق ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال فرماتے ہیں:

۔ لو بھی تو، قلم بھی، تیرا وجود الکتاب
گنبد آگینہ رنگ، تیرے محیط میں حجاب

(اقتباس، مصنف عبدالرزاق، اردو، ص ۱۵۳ تا ۱۴۸)

”نور نبیک من نورہ“، (نور من نور اللہ) کی تشریح:

جبکہ عام طور پر وہابی مولوی محض عوام المسلمین کو شکوک و شبہات میں مبتلا کرنے کے لیے، قصداً کہتے ہیں، اگر ”نور من نور اللہ“، کو الفاظ کو صحیح مان لیا جائے، تو پھر ذات الہی کے نور کو مادہ ماننا پڑے گا، کہ گویا آپ ﷺ ذات الہی کے جزو ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا ایک حصہ الگ کر کے ایک حصہ تیار کیا۔ یعنی یہ لوگ یہاں پر لفظ ”من“ کو تبخیزیہ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ لفظ ”من“، کئی دوسرے معنوں کے لیے بھی آتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ لفظ ”من“، ابتدائیہ، اتصالیہ ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے کسی چیز کے واسطے کے بغیر، آپ ﷺ کا نور پیدا کیا اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

ارشادِ ربانی ہے ”و کلمۃ القہا الیٰ مریم وروح منہ“۔ (النساء: ۱۷۱)

علامہ سید محمود الوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: کلمہ ”من“ مجازاً، ابتداء غایت کے لیے ہے، تبخیزیہ نہیں ہے۔ جیسے کہ عیسائیوں نے گمان کیا، اور کہتے ہیں کہ یارون الرشید کے دربار ایک ماہر طبیب عیسائی تھا، اُس نے ایک دن علامہ علی بن حسین

واقعی مروزی سے مناظرہ کیا، اور کہا کہ تمہاری کتاب (قرآن پاک) میں ایک آیت ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کا جزو ہیں اور یہی آیت پیش کی: (روح منہ) علامہ واقدی نے یہ آیت پیش کی: ”وَمَنْ مِّنكُمْ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ“ اور تمہارے لیے وہ سب چیزیں مسخر کی جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب اُس کی طرف سے ہیں۔ (الچاثیہ: ۱۳)

کہنے لگے کہ، اگر تمہاری (ان نجدیوں کی بھی) بات مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ سب چیزیں اللہ کی جزو ہوں؟۔۔۔ عیسائی لا جواب ہو گیا اور اسلام لے آیا۔ اس پر ہارون الرشید بہت خوش ہوا، اور علامہ واقدی کو گراں قدر انعام سے نوازا۔

(روح المعانی، ۶/۲۳۶)

عیسائی کو تو طبیب کی بات سمجھ گیا، اور اسلام لے آیا، لیکن ان منکرین اور معترضین کی عقل میں یہ بات نہیں آتی ہے، اور نہ ہی وہ سمجھنا چاہتے ہیں۔

”میں نہ مانوں“ بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں: یعنی اس نور سے پیدا کیا، جو ذات باری تعالیٰ کا عین ہیں۔ یہ مطلب نہیں، کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مادہ ہے، جس سے نبی اکرم ﷺ کا نور پیدا کیا گیا۔ بلکہ آپ ﷺ کے نور کیساتھ کسی چیز کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ارادے کا تعلق ہوا۔ (شرح مواہب لدنیہ: ۵۵/۱)

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: حاشا للہ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا، گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ نور رسالت ﷺ یا کوئی اور چیز معاذ اللہ ذات الہی کا جزو، یا عین یا نفس ہے، ایسا عقیدہ ضرور کفر و ارتداد ہے۔ (مجموعہ رسائل (نور وسایہ): ۳۶)۔ (اقتباس،

(مصنف عبدالرزاق: ۱۵۴-۱۵۹)

اشر فاعلی تھا نوی نے بھی، "نور من نور اللہ"، الفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے بریکٹ میں لکھا: (ناباں معنی کہ نور الہی اُسکا مادہ تھا، بلکہ اپنے نور کے فیض سے)۔ (نثر الطیب: ۶)

اس قدر وضاحت کے باوجود بھی وہابی مولوی یہ جھوٹ بولتے ہوئے ذرا حیا اور خوف خدا محسوس نہیں کرتے؛ کہ یہ سنی لوگ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے نور کا گھڑا مانتے ہیں۔

لعنة الله على الكاذبين!

لطیفہ: احسان الہی ظہیر نے لکھا ہے کہ ایک بریلوی نے اردو میں شعر کہا ہے:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

(البریلویہ: ۱۰۵-۱۔ ارکان اسلام محمد بن جمیل (نجدی) مکتبہ مکرمہ: ۱۳۹)

اللہ اکبر! اجلہ علماء اسلام کی ایک جماعت نے مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے عظمت مصطفیٰ ﷺ کو ظاہر کرنے والی ایک حدیث بیان کی، تو اُسے یہ (نجدی) لوگ بے سند کہہ کر رد کر دیتے ہیں اور اس طرح انکار حدیث کا دروازہ کھولتے ہیں۔

دوسری طرف خود یہ شعر نقل کر دیا، اور یہ تک نہ سوچا کہ ہم کس منہ سے یہ شعر بریلویوں کے سر تھوپ رہے ہیں، نہ کوئی حوالہ نہ کوئی سند۔

ہمارے نزدیک یہ شعر اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے غلط ہے۔

(مصنف عبدالرزاق، مکتبہ قادریہ لاہور: ۱۶۱)

ہمارے آقا و مولیٰ ”نور“ کے بھی قاسم ہیں:

ہمارے آقا و مولا ﷺ نور بھی تقسیم فرمانے والے ہیں، طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ بارگاہ مصطفیٰ کریم ﷺ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ تو عرض کی: میری قوم کے لیے بھی دعا کریں، اور مجھے اُنکی طرف اپنا مبلغ بنا کر بھیجیں اور کوئی نشانی بھی دیں، کہ واقعتاً میں آپ کا مبلغ ہوں۔

آپ ﷺ نے دعا کی: ”اللہم نور له“، اے اللہ اس کو نور عطا فرما!۔
تو ان کی پیشانی سے نور کی لاٹ ظاہر ہو گئی۔ (سبحان اللہ!) صحابی نے عرض کی مجھے خوف ہے کہ میری قوم اسکو مثلہ (چہرے کا بگاڑ) نہ سمجھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی چھتری ادھر کر واس میں ڈال دیتا ہوں۔
صحابی کہتے ہیں کہ وہ چھتری انہ صبری راتوں میں نور کا کام دیتی تھی۔ اس وجہ سے وہ ”ذی النور“ (نور والے) مشہور ہو گئے۔ (الاصابہ، ۳/۹۲۲)

حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق زہیر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:
کہ ان کا لقب ”ذو النور“ تھا۔ (تفسیر ابن کثیر)



باب: ۳۲

کیا اہلسنت رسول اللہ ﷺ کو بشر نہیں مانتے؟:

سعودی مفسر جمہوٹ لکھتا ہے: ”جیسا کہ وہ اہل بدعت باور کراتے ہیں، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے بابت ”نور من نور اللہ“ کا عقیدہ گمڑ لیا ہے، اور آپ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔“ (ص: ۲۹۳، مزید: ۳۳۳، ۶۰۶، ۹۳۶، ۱۰۲۹، ۱۵۸۵)

لعنة الله على الكاذبين!

نجدیوں کا اہلسنت پر یہ کھلا بہتان ہے۔ اہلسنت کے کسی ذمہ دار عالم دین کی تحریر یا تقریر سے یہ نہیں دکھا سکتے۔

اور یہ الزام تراشی اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ ان لوگوں کے پاس اہلسنت کے عقائد کا رد کرنے کے لیے کوئی ٹھوس دلائل نہیں ہیں۔ نظریات اہلسنت کی تقویت و پختگی سے گھبراہٹ اور جواب سے عاجز آ جانے کی وجہ سے انہیں جھوٹ گھڑنے اور بہتان بازی کی ضرورت پیش آتی ہے۔

عام طور پر نجدی مولوی عوام کو وحابی بنانے کے لیے مغالطہ آفرینی و دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں: ایک بشر۔۔۔ ”نور“ کیسے ہو سکتا ہے؟

حالانکہ بشر کی ضد، نور نہیں، بلکہ ”جن“ ہے۔ اور نور کی ضد، ”ظلمت“ ہے۔ اسی لیے باوجود جبرائیل علیہ السلام کے نور ہونے کے قرآن کریم نے بشر کہا: فممثل لها بشر اسویا۔ (مریم: ۱۷)

اگر قرآن حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بشر کہے پھر بھی انکی نورانیت میں کچھ فرق نہیں آتا، تو رسول اللہ ﷺ کی بشریت کا ذکر کرنے سے آپ کے نور ہونے کی نفی کیسے ہو سکتی ہے؟

محض لوازمات بشریت پر نظر کر کے رسول اللہ ﷺ کو اپنی مثل یا محض بشر کہہ کر کمالات نبوت کا انکار کرنا، یہ کفار اور شیطان مردود کا طریقہ ہے۔ اور اہلسنت بھی اسی بدعقیدگی کا رو کرتے ہیں، نہ کہ آپ کی بشریت کا انکار۔

کفار کہتے: قالوا ما انعم الا بشر مفلنا۔ (سین: ۱۵)

اور شیطان نے کہا: قال لم اکن لا مسجد لبشر۔ (الحجر: ۲۳)

کسی صحابی رسول ﷺ نے کبھی بھی، انا بشر مملکم، کو دلیل بنا کر، آپ ﷺ کے کمالات کو نظر انداز کر کے، محض آپ ﷺ کے کھانے پینے، نکاح، غزو و احد میں دندنہاں مبارک شہید ہونے وغیرہ کو دلیل بنا کر، آپ ﷺ کی مسکیت کا دعویٰ نہیں کیا، اور نہ ہی اس عنوان پر کبھی تقریر کی۔ گویا وہابی مولویوں کا آپ کی بے مسکیت کا انکار کرنا، اور اس موضوع پر تقریر کرنا بھی انکی بدعت و گمراہی ہے۔

اس آیت، انا بشر مملکم، میں مومنوں سے نہیں، بلکہ کافروں سے خطاب ہے۔ جیسا کہ کافر انکار نبوت کے لیے، انبیاء کرام کی بشریت کو دلیل اور بہانا بناتے تھے۔

تو رسول اللہ ﷺ کو کہا گیا کہ آپ کفار کو بطور جواب کہیں: کہ ہاں! (الہ، نہ ہونے میں) تمہاری مثل بشر ہوں ”یوحیٰ الی“ مگر ہوں اللہ کا رسول، کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔“

اور بے مثل بشریت کے لیے یہ فرق کیا کم ہے؟۔۔۔ کہ یہ وہی وحی ہے، لو

انزلنا هذا القرآن علیٰ جبل الخ۔ (حشر: ۲۱)

جیسے کفار اور شیطان کی نظر کمالات و خصوصیات انبیاء سے ہٹ کر صرف انکی بشریت پر ٹھہر جاتی، اور وہ اسی چیز کو بنیاد بنا کر انکی برابری کا دعویٰ کرتے، آج یہی وتیرہ ان منکرین نورانیت و عظمت محبوب خدا ﷺ کا ہے۔

عقیدۃ اہلسنت:

شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری، رسول اللہ ﷺ کی بے مثل بشریت

کے متعلق اہلسنت کے عقیدے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ حقیقت کے اعتبار سے (بے مثل) نور اور صورت کے اعتبار سے بے مثل بشر ہیں۔

علامہ سید محمود الوسی حنفی بغدادی فرماتے ہیں: کہ بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ چونکہ نبی اکرم ﷺ کی دو (۲) حیثیتیں ہیں۔۔۔ ایک جہت ملکیت جس کی بناء پر آپ فیض حاصل کرتے ہیں۔

اور دوسری جہت بشریت جس کی بناء پر فیض دیتے ہیں، اسی لیے قرآن کریم آپ کی روح مبارک پر نازل کیا گیا، کیوں کہ آپ ﷺ کی روح ملکی صفات کیساتھ متصف ہے، جس کی بناء پر آپ روح الامن سے استفادہ کرتے ہیں۔

(روح المعانی، طبع بیروت: ۱۳۱/۱۹)

غزنوی خاندان کے مشہور غیر مقلد پروفیسر ابو بکر غزنوی نے بڑی فیصلہ کن بات کی ہے۔ مولانا محمد انوار جیلانی کے رسالہ ”بشریت و رسالت“ پر تقریظ میں لکھتے ہیں: بعض لوگوں نے کہا کہ حضور ﷺ بشر تھے اور نور نہ تھے، اور بعض نے کہا وہ نور تھے بشر نہ تھے، یہ دونوں باتیں افراط اور تفریط کی ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے: کہ وہ بشر بھی تھے اور وہ نور بھی تھے، (اسکے بعد نورانیت اور بشریت سے متعلق دونوں آیتیں نقل کیں، اور کہا) صحیح مسلک یہی ہے، کہ وہ بشر ہوتے ہوئے، از فرق تا بقدم نور کا سراپا تھے۔ (ابو بکر غزنوی، تقریظ رسالہ بشریت و رسالت، ۱۹۸۷ء: ۱۷، تحریر ۱۴ دسمبر ۱۹۷۱ء)

لیجئے جناب! اب تو اختلاف ختم ہو جانا چاہیے، اہلسنت و جماعت کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ بے مثل بشر بھی ہیں اور نور بھی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی بشریت کا مطلقاً

انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ، فرماتے ہیں: جو مطلقاً حضور ﷺ سے بشریت کی نفی کرے، وہ کافر ہے، قال اللہ تعالیٰ: قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا۔ (نہادئ رضویہ، مبارک پورا ٹڈیا، ج ۶، ص ۶۷)

فرماتے ہیں:

۔ وہ نور ایسے، کہ نوریوں میں مثال انکی محال دیکھی

بشر بھی ایسے کہ بزم امکاں میں کوئی ان سا بشر نہیں ہے

ہمارا عقیدہ ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بشر ضرور ہیں، لیکن افضل البشر اور

سید الخلق ہیں، امام الانبیاء اور مقتدائے رسل ہیں، اور مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نور ہیں۔

کافروں کا قول ہے: ان انتم الا بشر مثلنا، (۱۰، ۱۳)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کافروں نے رسولانِ گرامی کی رسالت کا

انکار صرف اس بناء پر نہیں کیا تھا کہ وہ بشر ہیں۔ جیسے کہ ظہیر صاحب (غیر مقلد و محابی، البریلویہ عربی، ص ۱۰۱، ۱۰۲ پر) ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

بلکہ اس لیے انکار کیا کرتے تھے ”کہ وہ ہم جیسے بشر ہیں“، کفار اگر سمجھ لیتے

کہ ظاہری طور پر ہم جیسے بشر دکھائی دینے والے حضرات، درحقیقت ہم سے کہیں بلند و بالا ہیں، تو وہ راہِ کفر اختیار نہ کرتے، بلکہ ایمان لے آتے۔

یہی وجہ اور نقطہ ہے،۔۔۔ جسے اہلسنت کے مخالفین نہیں سمجھ پاتے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں: جیسے کہ کفار

نے انبیائے کرام علیہم السلام کو دوسرے انسانوں کے رنگ میں جان کر نبوت کے کمالات کا انکار کیا۔ (مکتوبات شریف، قاری، دفتر اول، حصہ دوم: ۱۱۳)

اسماعیل دہلوی کی دریدہ ذہنی: (بشری بھی تعریف نہ کرو)

لکھتا ہے: کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو! اور جو بشر کی سی

تعریف ہو سو ہی کرو، اس میں بھی اختصار کرو۔ (تقویۃ الایمان: ۶۳)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ نجدیوں کے اس امام کو اتنا بھی گوارہ

نہیں اللہ تعالیٰ کی کسی محبوب کی اتنی بھی تعریف کی جائے، جو بشری کی شایان شان ہو

، بلکہ میں اس میں بھی اختصار کا مشورہ دیتا ہے۔ (عوذ باللہ)

محبوبانِ بارگاہِ الہی کے بارے میں اسی خطرناک ذہنیت کے مسموم اثرات

زائل کرنے کے لیے علمائے اہلسنت نے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور دیگر مقربانِ بارگاہ

کی شان میں وہ گلہائے عقیدت پیش کیے کہ ایمان والوں کے ایمان تازہ ہو گئے۔

(معین عبدالرزاق، کی پہلی جلد کے دس کم مکتبہ ابواب، ملخصاً: ۱۳۶ تا ۱۳۳)

صحابہ کرام، رسول اللہ کو بے مثل بشر جانتے: (تعظیم رسول)

اسی لیے تو صحابہ کرام آپ ﷺ کے لعابِ دہن، وضو مبارک کے پانی کا بھی

ادب کرتے، اُسکوزمین پر نہ گرنے دیتے، اُس سے برکت حاصل کرتے۔

(بخاری، باب الشروط فی البہار)

آپ ﷺ جب حجامت کرواتے تو صحابہ کرام آپ ﷺ کے بال مبارک حاصل

کرنے کے لیے ارد گرد بیٹھ جاتے اور آپ ﷺ کا کوئی ایک بال مبارک بھی زمین پر نہ

گرنے دیتے۔ (فتاویٰ شریف: ۵۹۳/۲)

صحابہ کرام رسول ﷺ کے بول اور خون مبارک کو بھی پاکیزہ اور مطہر سمجھتے تھے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کا بول شریف نوش جاں کر لیا، حضور ﷺ نے فرمایا: آج سے تجھے پیٹ کی تکلیف نہیں ہوگی۔ (مسند رک للہام: ۶۳/۳)

علامہ زرقانی نے فرمایا: کہ حدیث ”شرب بول“ صحیح ہے۔ (زرقانی علی الموابہ: ۲۲۹/۳)

ایک قریشی غلام نے حضور ﷺ کا خون اقدس نوش جاں کر لیا، حضور ﷺ نے فرمایا تم نے اپنے آپ کو دوزخ سے رہا کر لیا ہے۔ (ایضاً)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ کا خون مبارک پی لیا، آپ نے اُنکو بھی یہی بشارت سنائی۔ (خصائص کبریٰ: ۶۸۷/۱)

عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ کا خون اقدس شہد کی طرح بیٹھا اور کستودی کی طرح خشبودار تھا۔ (شرح النہام)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے فضلات کی طہارت پر بکثرت دلائل قائم ہیں، اسی وجہ سے آئمہ دین نے اسکو آپ ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔ (فتح الباری: ۲۷۲/۱، تلخیص الحمہ: ۴۲/۱)

حافظ ابوشامہ نے لکھا ہے: کہ اس حدیث کے راوی ثقہ اور صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد: ۸/۲۷۱-۲۷۲)

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں: امام ابو حنیفہ نبی اکرم ﷺ کے پیشاب اور آپ ﷺ کے تمام فضلات کو طاہر قرار دیتے تھے۔ (عمد القاری، ج ۲، ص ۷۹)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی (حوتی ۱۳۵۲ھ) لکھتے ہیں: کہ بعض آئمہ شافعیہ نے نبی ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر قرار دیا ہے۔

اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے، جیسا کہ المواہب الدنیہ میں علامہ عینی کی شرح بخاری سے منقول ہے اور علامہ بیری نے شرح الاشبہاء میں اسکی تصریح کی ہے۔

(رد المحتار: ۱/۲۵۳)۔ ("تبیان القرآن" ۶/۵۳۷، حرید دلائل کے لیے "شرب یول غمی" ماز شخ

الحدیث والتفسیر مفتی محمد اشرف القادری دام ظلہ، ملاحظہ فرمائیں)

اگر صحابہ کرام آپ ﷺ کو محض اپنے جیسا بشر سمجھتے ہوتے، تو کبھی بھی ان اعزاز سے آپ ﷺ کا ادب تعظیم تو قیر نہ کرتے۔

اور پھر لطف یہ کہ ادب کے یہ اعلا نہ قرآن میں بیان ہوئے اور نہ حدیث میں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے ان منع فرمایا، بلکہ سنت تقریری بنا دی۔

یہی مسلک آج (علا علیہ واصحابی، کی روشنی میں) اہلسنت وجماعت کا ہے، کہ جن خاص افعال (مثلاً سجدہ کرنا) سے شرع شریف نے منع فرمایا ہو، اُن کے علاوہ ہر صورت اور ہیئت سے اللہ والوں کی تعظیم کرنا جائز ہے۔

مگر اہل اللہ کے مقام سے بے خبر لوگ، امورِ ادب کو "بدعت و شرک" سے تعبیر کرتے ہیں۔ (سعودی تفسیر: ۴۰)۔۔۔ ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق ادب مانگتے ہیں!



جشن میلاد کو بدعت و اسراف کہنا، بے ادبی ہے:
سعودی مفسر نے جشن میلاد رسول ﷺ کو بدعت اور فضول خرچی لکھا گیا۔

(معاذ اللہ!) (ص: ۵۸۰، ۳۳۷، ۸۳۵) (۱۷۲۷، ۱۱۹۲، ۷۷۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ”ابولہب پر عذاب کا کم ہونا، اس ذات مبارک کی تعظیم کی وجہ سے ہے۔“ (فتح الباری، ۱۱۹۹)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”ومن تعظیمہ عمل المولد۔“
”اہتمام میلاد شریف بھی آپ ﷺ کی تعظیم ہی سے ہے۔“ (روح البیان، ۶۶۱/۵)

ملا علی قاری، امام ابن جزری کا قول نقل کرتے ہیں: ”عیسائیوں سے زیادہ مسلمانوں کو اپنے نبی کی تعظیم کا زیادہ حق ہے، اور بہت درست ہے۔“ (المورد الروی، ۳۱)

امام نووی کے استاذ امام ابوشامہ، امام جلال الدین سیوطی، مفتی مکہ مکرمہ احمد زینی دحلان مکی، محمد کامل ابن مصطفیٰ، علامہ حسن برزنجی مدنی، امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہم نے بھی یہی فرمایا ہے۔ (بیل المحدثی، ۳۶۵، الحاوی للفتاویٰ، ۱۸۹/۱، سیرت نبویہ، ۱۵۱، ۱۵۹، فتاویٰ کالیہ، مولد برزنجی، ۲۵، اقلیۃ القلیۃ، ۱۷۷)

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے امام ابن تیمیہ نے بھی لکھا: ”اگر میلاد مقدس کا انعقاد عیسائیوں کی نقل نہ ہو، بلکہ محبت و تعظیم رسول ﷺ کے لیے ہو تو، اللہ کی قسم! اس کا ضرور اجر ملے گا۔“ (اتقاء الصراط المستقیم، ۶۱۹، ۶۲۰، حوال الاختلال، ۲۱)

اسماعیل دہلوی کو بھی جشن میلاد کو تعظیم نبی ﷺ قرار دینا پڑا۔

(الوارساطہ، ۱۳۴، الدر المنظم، ۱۰۵)

اگر جشن ولادت تعظیم ہے، تو کیا اس کو بدعت و گمراہی کہنا گستاخی نہیں؟

مسلمان جشن میلاد سے خوش ہوتے ہیں:

طاعی قاری، امام ابن جریری کا قول نقل کرتے ہیں: محفل میلاد کا مقصد شیطان کو ذلیل اور مسلمانوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ (المورد الروی، ۳۷)

امام محدث ابوالقاسم سہیلی فرماتے ہیں: کہ ولادت مصطفیٰ ﷺ ہوتی، تو اس وقت بھی شیطان نے نوحہ و ماتم کیا۔ (الروض الانف، خصائص کبریٰ، ۸۰، ۸۶، مقامات نہایت: ۴۹) اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا: ”اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہو (سرکارِ دو عالم کی جلوہ گری نہ) ہوتی تو تم میں سے اکثر شیطان کی پیروی کرتے۔“

(الترمذی: ۸۳)

اور اسی لیے ہی تو آج بھی جشن میلاد سے شیطان کو تکلیف ہوتی ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو بہت خوبصورت انداز میں لکھا:

۔ غارِ حیرتِ چل چل پہ ہزارِ حیدریں ریح الاول

سوائے اللہ کے جہاں میں بھی تو خوشیاں منارہے ہیں

غیر مقلدِ عالمِ نواب صدیق کا یہ جملہ مشہور ہے: جس کو میلاد کا حال سن کر فرحت نہ ہو، اور

اس نعمت پر شکر نہ کرے، وہ مسلمان ہی نہیں۔ (الہمامۃ العمریہ: ۱۲)

جشن میلاد پر، بدعت کے تو بے لگانا، فرحت یا غضب، شکر ہے یا کفر؟

فضول خرچی کیا ہے؟

ابولہب جیسے سخت کافر نے نبی کریم ﷺ کی پیدائش پر صرف بھتیجا سمجھتے ہوئے،
فرط خوشی میں اپنی لوٹھی کو آزاد (صدقہ) کر دیا، تو مرنے بعد اس کو ہر سو موار کے دن
تخفیف عذاب کی صورت میں اس کا اجر دیا گیا۔

(بخاری، ۶۴۲/۷، کتاب النکاح۔ فتح الباری، ۱۴۵/۹)

امام ابن جزری، ("عرف التعریف بالمولد الشریف") اسی واقعہ کی شرح میں
فرماتے ہیں:۔۔۔ اگر اس کافر کو لوٹھی آزاد (خرچ) کرنے کی یہ جزا ملی، تو اس مسلمان
کے متعلق کیا کہیے، جو میلاد کی خوشی کرے، اور آپ کی محبت میں اپنی طاقت کے مطابق
"مال خدج" کرے۔

اللہ کی قسم! ایسے مسلمان کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جزا ہے، کہ وہ اپنے
فضل سے اسے "بخت نعیم" میں داخل فرما دے۔

امام ابن جزری کی یہ عبارت تائید کے ساتھ ان کتب ائمہ میں موجود ہے۔

(الحاوی للفتاویٰ، ۱۹۶/۱، زرقانی علی المواہب، ۱۳۹/۱، حجة اللہ علی العالمین، ۲۳۸، انسان
العین (سیرت حلبیہ)، ۱۳۷/۱، تاریخ الخلفاء، ۲۲۲/۱، بل الصدیقی والرشاد، ۲۵۵/۱، شرح المولد لابن حجر، جواہر
الحار، ۳۳۸/۳، مختصر سیرۃ الرسول، ۱۳/۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اس روایت کی شرح میں، میلاد شریف پر
مال خرچ کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ (مدارج النبوة، ۱۹/۲)

یہی بات عبدالحق لکھنوی نے بھی کی۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، ۲۸۲/۲)

شارح بخاری علامہ قسطلانی، علامہ ابن جوزی، سید احمد دحلان مکی وغیرہ رحمۃ اللہ
علیہم اجلہ علماء اسلام نے بطور اظہار مسرت اور حجت اس بات کو بیان کیا ہے، کہ پورے

عالم اسلام (حرمین شریفین، مصر، یمن، شام) میں لوگ ربیع الاول شریف میں خوب صدقہ و خیرات اور مال خرچ کرتے ہیں۔ (مواعظ: ۱۲۸/۱، بیان المسائل النبوی: ۵۷، سیرت نبویہ: ۱۳۶/۱)

امام ابن کثیر نے شہنشاہ اربل ابو مظفر کے متعلق لکھا: اس نے علامہ ابو الخطاب ابن وحیہ کو میلاد شریف کے موضوع پر کتاب ”التتویر“ تصنیف کرنے پر ایک ہزار (۱۰۰۰) دینار بطور انعام دیے۔ وہ ہر سال میلاد شریف پر تین لاکھ (۳۰۰۰۰۰) دینار خرچ کرتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ، ۱۳۶/۱۳)

کیا یہ ائمہ دین بدعت، اسراف اور فضول خرچی کے معنی نہیں سمجھتے تھے۔ اور کیا منکرین کو صرف اللہ والوں کی عظمت و تعظیم کے لیے کیا گیا خرچ ہی فضول نظر آتا ہے۔ اپنی شان و شوکت کے لیے چاہے کروڑوں خرچ کر لیں۔ اس دو غلطے میں کاسب صرف عداوت صالحین ہے اور بس۔

ابن عباس، سفیان ثوری اور حسن بن سہل رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: ”لیس فی الخیر اسراف“، کہ نیکی کے کاموں خرچ، فضول نہیں ہے۔

(معنی الحکم: ۳۹۳/۱، حلیۃ الاولیاء: ۲/۲۸۲، المعجم: ۲۴۰/۱۱)

امام مجاہد فرماتے ہیں: اگر پہاڑ برابر سونا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے تو اسراف نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر، ۳۵۶/۶۔ مزید نجد یوں کی فضول خرچیوں کے متعلق ”مزار پر گنبد“ عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

لطیفہ: ثویبہ کو ابولہب کے آزاد کرنے کی روایت کی وجہ سے وہابی مولوی یہاں تک بھی بک دیتے ہیں، کہ میلاد رسول کی خوشی کرنا، سنت پولہی ہے۔ جس کا مناظر اہل سنت علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی مدظلہ نے بڑا خوبصورت

جواب ارشاد فرمایا: کہ ابولہب نے تو آپ ﷺ کو نبی نہیں بلکہ بھتیجا جان کر خوشی کی، اور ہم اہل سنت سرکارِ دو عالم ﷺ کو اپنا نبی و رسول سمجھ کر خوشی کرتے ہیں، نہ کہ بھتیجا جان کر۔۔۔ ایک تم بھی ہو کہ اپنے سچے کی پیدائش پر تو خوب خوشیاں کرتے ہو، مگر میلادِ رسول ﷺ کی نہیں۔

اب بتاؤ! فی الحقیقت ابولہب کی سنت پر کس کا عمل ہے، ہمارا یا تمہارا؟
اب منکرین کی چاہت ہے، کہ وہ جشن ولادت کو بدعت اور فضول خرچی کہیں، یا ان سلف کرام اور ائمہ حضرات کی طرح تعظیم نبوی ﷺ کہیں۔



باب: ۴۴

علم غیب اور عالم الغیب (تضاد و عافیہ)

مسئلہ علم غیب میں ہم بات کو طویل نہیں کرنا چاہتے۔ فقط اس مسئلہ میں نجدیوں کی بے اصولی، تضاد، دورنگی کا تھوڑا سا نمونہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ کبھی تو یہ حضرات نبی اکرم ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی نفی کرنے کے جوش میں بے ہوش ہو کر، آپ ﷺ کے لیے علم غیب کی مطلق نفی کر دیتے ہیں۔

اور کبھی خود ہی تسلیم بھی کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس اتنا علم غیب ضرور تھا، جتنا اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا۔ اور یہ واضح تضاد ہے۔

ان کے پیشوا اسماعیل دہلوی کا بھی یہی حال ہے، لکھا: ”غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے، جتنا، جسکو چاہے بخش دے، اُس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ

سکتا۔ (تقویۃ الایمان: ۲۳)

دوسری جگہ لکھ مارا: ”غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول ﷺ کو کیا خبر“۔ (ایضاً: ۶۶)
یعنی دہلوی کے نزدیک اللہ نے آپ ﷺ کو علم غیب عطاء کرنا نہیں چاہا۔ الحیاذ باللہ!۔ جب
کہ اللہ تعالیٰ رسولوں میں سے جس کو چن لے، اور پسند کر لے، اس کو اپنے غیب پر مطلع
کرتا ہے۔ (آل عمران: ۱۷۹، الجن: ۲۶، ۲۷)

گویا یہ دہلوی کی، اللہ تعالیٰ سے جنگ ہے۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے تو حد ہی کر دی۔ آپ ﷺ
کے عالم الغیب ہونے کی نفی کرنے کی شدت میں، آپ ﷺ کے اس علم مقدس، جس کو
اللہ تعالیٰ نے فضل عظیم کہا ہے۔ (انشاء: ۱۱۳) کے متعلق لکھا: ایسا علم غیب تو (جیسا رسول اللہ
ﷺ کو حاصل ہے) زید و عمرو، بلکہ ہر مہی و مچھون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی
حاصل ہے، تو چاہیے کہ ان سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ (خط الایمان: ۸)

تھانوی کا امام، دہلوی کہتا ہے: ”رسول کو غیب کی کیا خبر“۔۔۔ اور دہلوی کا
مقتدی، تھانوی کہتا ہے: ”جانوروں کو بھی علم غیب ہے“۔

یہ جھوٹ اور بہتان ہے کہ اہلسنت، رسول اللہ ﷺ کو ”عالم الغیب“ مانتے
ہیں۔ یعنی خود بخود جان لینے والا۔ (مس: ۱۴۳، ۳۳۳، ۲۵۵، ۶۱۳، ۱۶۳۳)

جبکہ الحمد للہ! ہم خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے ”عالم الغیب“ کا لفظ
بولنا جائز نہیں سمجھتے، اور نہ ہی ذاتی طور پر اور خود بخود جان لینے والا کہتے ہیں۔

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اقدس ﷺ
قطعا بے شمار غیوب، و ما کان و ما یكون کے عالم ہیں، مگر عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کو کہا

جائے گا۔ جیسے آپ ﷺ عزت و جلالت والے ہیں، مگر محمد و جل کہنا جائز نہیں۔ اور یوں کہنا بھی مناسب نہیں، کہ فلاں کے پاس علم غیب ہے۔ بلکہ مقید کر کے یوں کہا جائے، کہ اللہ تعالیٰ نے اسے غیب کا علم دیا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ۸/۹ مطبوعہ کراچی، بحوالہ بیان القرآن: ۳۸۶/۳)

دوسری جگہ فرمایا: اور یہ حق ہے کہ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرے کا بھی علم ذاتی مانے، تو یقیناً کافر ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، ۳/۳۳)

ملک التحریر علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہم بھی اس لفظ (عالم الغیب) کے اطلاق کو شریعت کی اصطلاح کے مطابق خدا

تعالیٰ کی ذات کیساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ (ذیروزیر: ۶۷، زلزلہ: ۳۵)

ان مذکورہ حوالہ جات سے واضح ہوا، کہ اگر دنیا میں کوئی جھوٹ بول لینے کی

ماسترقوم ہے، تو وہ وحابی ہے۔ اور اگر یہ جملہ طبع نازک پر گراں ہو، تو پھر اپنے دعوے

کے مطابق کوئی ایک حوالہ ہی دکھا دو؟ جس میں اہل سنت کے کسی بھی ذمہ دار عالم دین

نے نبی ﷺ کو ”عالم الغیب“ لکھا ہو، یا بولنا جائز قرار دیا ہو، یا آپ ﷺ کے علم پاک

کو ذاتی کہا ہو۔ ولن تفعلوا۔۔۔ فاتقوا النار

اور جن آیات قرآنیہ میں آپ سے علم غیب کی نفی کی گئی، وہاں ذاتی اور

استمراری طور پر جاننے کی نفی ہے۔ (تفسیر خازن: ۱۶/۳، روح المعانی: ۱۳/۹، نسیم الریاض

: ۱۵۰/۳، خزائن العرفان، بوغیرم)

ان مقامات پر انبیاء کرام کے لیے مطلق علم غیب کا انکار کیا ہے۔

(ص: ۳۳۹، ۳۵۷، ۳۷۲، ۵۳۶، ۶۱۳، ۷۱۹، ۷۳۹، ۱۰۳۹، ۱۳۵۷)

اور ان مقامات پر انبیاء کرام کے لیے علم غیب تسلیم کیا گیا ہے۔ (مس ۱۹۲، ۲۵۳، ۶۱، ۱۰۶، ۱۶۳۳)

ذرا دیکھو عقل، بے عقلاں دی

اقرار دی اے، انکار دی اے

کیا آپ کو غیب کا علم نہیں، اطلاع دی گئی؟

نجدی مولوی لفظوں کے ہیر پھیر میں الجھاتے ہیں، کہ آپ کو علم غیب نہیں، بلکہ اطلاع علی الغیب دی گئی۔ جبکہ ان کے اکابرین نے آپ کے علم مقدس کے لیے ”علم غیب“ کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔

عبداللہ روپڑی نے لکھا: آسمان و زمین میں، موجود اشیاء کا علم کلی (آپ ﷺ کے لیے) معلوم ہوتا ہے۔ (فتاویٰ الی حدیث: ۲۲/۱)

نواب صدیق: اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ علم (غیب) عطا کیا ہے، جو ادوروں کو نہیں دیا گیا۔ (المجلد: ۹۶)

داؤد غزنوی نے لکھا: کہ اس نے بعض غیب کی باتوں کا علم اپنے رسول پاک کو عطا فرمایا ہے۔۔۔ نبی اکرم ﷺ کا علم اولین و آخرین سے بڑھ کر ہے۔ (داؤد غزنوی: ۲۲۲)

صادق سیالکوٹی: ہاں اللہ جتنا چاہے علم غیب اپنے پیغمبر کو بتا دیتا ہے۔

(شان رب العالمین: ۵۷)

اب براہ کرم! اپنے ان مولویوں پر بھی فتویٰ صادر فرمادیں، تاکہ آپ کا خلوص دیکھ واضح ہو جائے!



حرمین پر نجدیوں کا قبضہ، صداقت کی دلیل اور انعام الہی ہے؟
 جب یہ قطعی طور پر ثابت ہے، کہ یہ نجدی لوگ رسول اللہ ﷺ اور دیگر
 صالحین کی شان اقدس میں بے ادبی کرنے والے، امت کے اجماعی اور مسلمہ مسائل کی
 وجہ سے عامۃ المسلمین کو مشرکین مکہ سے بڑا مشرک کہتے ہیں۔

..... اسی طرح امام کعبہ عبدالرحمان السدیس نجدی نے بھی حج کے موقع پر اپنی تقریر
 میں، عالم اسلام کی اکثریت کو مشرک کہا۔ (المدینہ اخبار: ۲۰۰۷-۱-۱۳ء)

ان لوگوں نے ۱۹۲۵ء میں حرمین شریفین کے مسلمانوں کو انہیں عقائد متواترہ
 کی وجہ سے مشرک جانتے ہوئے، اُن کا قتل عام کر کے قبضہ جمایا۔ اس روشن حقیقت پر
 مطلع ہونے کے بعد بھی اگر کوئی شخص محض اپنی جہالت یا تعصب کی بناء پر انکے حرمین پر
 ظالمانہ قبضے کو انعام الہی قرار دے، اور کہے: ”کہ اگر یہ لوگ اتنے ہی خبیث اور بے
 دین ہوتے تو انکو اللہ تعالیٰ حرمین کا قبضہ کیوں دیتا،۔۔۔ اس کا انتظام کیوں سونپتا
 ؟۔۔۔ اور ان پر اب تک عذاب الہی کیوں نازل نہ ہوا۔“

ایسی فکر کو ماسوائے دماغی خرابی، ہٹ دھرمی اور جہالت کے اور کچھ نہیں کہا
 جاسکتا۔ اس لیے کہ ظلم و جبر کو انعام اور خوشنودی خدا کہنے والے پر خود کفر کا خطرہ ہے۔

یزیدی لشکر کا حرمین پر حملہ، مگر فوراً عذاب نہ آنا:

اگر حرمین پر نجدیوں کا محض قبضہ اور ان پر عذاب الہی نازل نہ ہوتا، ان کے
 مذہب کے صداقت کی دلیل ہے۔ تو پھر شہزادہ رسول امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

کے بعد، یزیدی لشکر کا مکہ معظمہ، مدینہ منورہ پر حملہ کرنا، مسجد نبوی شریف میں گھوڑے باندھنا، تین دن تک اذان و جماعت نہ ہونا، کنواری عورتوں سے بدکاری کرنا، صحابہ و تابعین کو تہ تیغ کرنا، اور کعبہ شریف پر پتھراؤ کرنا، جس سے غلاف کعبہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے ذبح ہونے والے مینڈھے کے سینک جل گئے وغیرہ۔ باوجود اسکے اُن پر فوری طور پر عذاب نہ آیا، تو کیا یہ انکی صداقت کی دلیل ہے؟

قرامطہ کا حابیوں کا قتل، کعبہ کی بے حرمتی، حجر اسود اٹھا ڈالے جانا:

..... امام ابن کثیر لکھتے ہیں: ۳۱۱ھ میں قاہر محمد بن المصنف بالله کے دور خلافت میں (دینی گمراہوں کے ٹولے) قرامطہ نے حرم مکہ پر (۸ ذی الحجہ) کو حملہ کیا، اُنکا امیر ابو طاہر کعبہ کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا، اور کہہ رہا تھا: ”میں اللہ ہوں، خالق ہوں“۔ اور کعبہ شریف کی شدید بے حرمتی کی گئی، غلاف پھاڑ دیا گیا، دروازہ اُٹھا ڈیا گیا، حجر اسود کو اُٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے، جو بائیس (۲۲) سال کے بعد واپس ہوا۔ زمزم کا گنبد گرا دیا، بیٹھار حجاج کو تہ تیغ کر کے، بغیر نماز جنازہ کے اُنکی لاشوں کو زمزم کے کنوئیں میں گرا دیا گیا۔ اُنکا امیر چلا کر کہہ رہا تھا: ”وہ ابا بکر نامی پرندے کہاں ہیں؟۔۔۔ وہ نشان زدہ کنکریاں کہاں ہیں؟۔۔۔ (مخص، البدایہ، ۱۱/۱۶۰)“

..... (شیخ نجدی نے ابتداً اسی قرامطہ کی باقی ماندہ نسل کا سہارا لیا، مگر جب اُس نے وہابی مشن کا اظہار کیا، تو وہ اسکو چھوڑ گئے۔ (نواب صدیق غیر مقلد، کتاب التاج المکمل: ۳۰۰)

اسنے عظیم ظلم اور بے ادبی کے باوجود قرامطہ پر فوراً عذاب الہی نازل نہ ہونا، کیا اللہ تعالیٰ کی رضا اور انکی صداقت کی دلیل ہے؟۔

..... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اُس سیاہ آدمی کیساتھ ہوں (یعنی دیکھ رہا ہوں) جو

ٹانگیں پھیلائے ہوئے ہے، اور کعبے کا ایک ایک پتھر اُکھاڑ دے گا۔ (بخاری، کتاب الحج)

اب اگر کوئی اسلام دشمن یہ کہے کہ اگر تم مسلمان سچے ہو، اور کعبے کا کوئی مالک اور محافظ ہے تو پھر ایسا کیوں ہوگا؟۔۔۔ تو جواباً کیا کہیں گے؟۔۔۔ یہی نہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں، آزمائشیں اور نظام ہے، ”تَمْلِكُ الْاِيْمَامُ لِدَاوُلِهَا بَيْنَ النَّاسِ“، ”یہ دن ہیں، جنہیں ہم انسانوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں“۔ (القرآن)

بعض احادیث مبارکہ میں یہ وضاحت ہے کہ یہ ممکن ہے کہ مدینہ طیبہ میں بھی بدعتی اور گمراہ لوگ اپنی گمراہیاں پھیلا سکتے ہیں۔ جیسے فرمایا: مدینہ منورہ غیر سے یہاں تک حرم ہے، جس نے اس میں خلاف دین کام کیا، اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس سے فرض اور نفل قبول نہیں کرے گا۔ (بخاری: ۱۰۸۴۲، مسلم: ۴۴۲۱)

ہم بھی ان نجدی سعودیوں کے ظالمانہ قبضے کے متعلق یہی کہیں گے، کہ ان کے بے دین اور ظالم ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، مگر ان پر اب تک عذاب نازل نہ ہونا یہ اللہ کی حکمت اور آزمائش ہے۔

حرمین شریفین میں قریباً ۳۵ سال تک اہلسنت کا انتظام اور عقائد رہے۔ ان نجدیوں کو تو قبضہ جمائے ابھی بمشکل (۸۵) سال ہوئے ہیں۔ کیا خبر کب کوئی مردِ مجاہد اُٹھے اور ان خارجیوں اور نجدیوں سے حرمین کی مطہر زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کر دے۔

فَانظُرُوا وَاَنَا مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظَرِينَ

خدا تعالیٰ کبھی کافرو فاسق سے بھی دین کا کام لے لیتا ہے:

• رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اِنَّ اللّٰهَ يُوْدِدُ هٰذَا الدِّينَ بِاَلْرِجْلِ“

الفاجر“، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو فاسق اور فاجر سے بھی دین کا کام لے لیتا ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان)

..... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شیطان مردود نے آیۃ الکرسی کی فضیلت اور وظیفہ بتایا۔

(بخاری، کتاب الولائیہ) اس کے علاوہ متعدد دلائل ہیں، اختصار مانع ہے۔

تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت ان نجدیوں کو اہلسنت اور حرمین کے کام میں لگا دیا، کہ یہ میرے محبوب کے غلاموں کے لیے انتظامات کیا کریں اور بس!۔

کیا حج امام کی اقتداء میں ادا کیا جاتا ہے؟

اکثر نجدیت زدہ لوگ جہالت سے یا فریب دینے کے لیے نجدیوں کی حمایت میں کہتے ہیں: ”کہ اگر نجدی تمہارے نزدیک اتنے ہی بد عقیدہ اور پلید ہیں، تو پھر تمہارا حج نجدی سعودی امام کے پیچھے کیسے ہو جاتا ہے؟“۔

عوام کے لیے یہ دوسرہ کافی سخت اور کارگر ثابت ہوتا ہے، اور وہ بیچارے خاموش اور حیران ہو جاتے ہیں، سوچتے ہیں کہ بات تو کافی حد تک درست معلوم ہوتی ہے۔ ہم یہاں پر خود سعودیہ سے چھپنے والے ایک رسالے سے حج کے ارکان نقل کر دیتے ہیں، تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ حج کا کوئی ایک رکن بھی، امام کی اقتداء میں ادا نہیں ہوتا۔ نجدی مؤلف لکھتا ہے: ”حج کے لیے درج ذیل کام کرنا مطلوب ہیں۔

۱: احرام باندھنا۔ ۲: منیٰ میں راتیں گزارنا۔ ۳: عرفات میں ٹھہرنا۔ ۴: مزدلفہ

میں رات گزارنا۔ ۵: کنکریاں مارنا۔ ۶: قربانی کرنا۔ ۷: بال منڈھانا۔ ۸: طواف کرنا۔

۹: سعی کرنا۔ (ارکان الاسلام والايمان: ۱۲۲، محمد بن جمیل زینو، مکتبہ دعوت وادارہ شہاد الریاض)

اب کہیے ان میں سے وہ کونسا رکن ہے، جو امام کی اقتداء میں ادا کیا جاتا ہے؟
دورانِ حج تمام حاجیوں کے لیے نمازوں کا کسی ایک امام کی اقتداء میں ادا کرنا، حج کے ارکان میں سے نہیں ہے۔ اگر حج العقیدہ امام نہ ملے تو اپنی الگ نمازیں پڑھ لینے سے بھی حج کی عبادت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جیسے ہمارے اکابرین اہل سنت کا طریقہ ہے۔
•۔۔۔ شارح بخاری، مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ لکھا: کہ ہم نے مسجد نبوی شریف میں فجر کی نماز بھی اپنی الگ جماعت سے پڑھی، اور میدان عرفات میں بھی خیمہ ہی میں عصر کی الگ جماعت کروائی۔ (مقالات)

•۔۔۔ علامہ فیض احمد اویسی لکھتے ہیں: اس کو بھی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے نانہ کا علم غیب کہیے، کیونکہ فتنہ نجد آپ کی نگاہوں کے سامنے تھا، حالات بدلتے رہیں گے، حرمین شریفین میں بد مذہب امام بھی مقرر کیے جائیں گے۔ اگر دورانِ حج ایک ہی امام کی اقتداء میں نمازوں کی ادائیگی رکن ٹھہر جاتی، تو خوش عقیدہ مسلمانوں کے لیے بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ (امام حرم اور ہم: ۱۳۳)

لہذا تمام علماء و مشائخ و اہلسنت کا قطعی فیصلہ ہے کہ نجدی سعودی امام کے پیچھے ہماری نماز درست نہیں۔۔۔ خود (راقم) جب عمرہ شریف کی سعادت سے (۱۰-۳-۱۴) مشرف ہوا، تو اپنے بزرگوں کے فتویٰ کے پیروی کرتے ہوئے، (الحمد للہ) کوئی ایک نماز بھی نجدی امام کے پیچھے ادا کر کے ضائع نہیں کی۔

اس بات پر بھی غور کریں کہ جب بغیر روضہ رسول ﷺ پر حاضری دیے، اسلام عرض کیے، ان نجدیوں کا حج ہو جاتا ہے، تو نجدی امام کی اقتداء میں نماز پڑھے بغیر،

ہم اہلسنت کاج وعمرہ کیوں نہیں ہو سکتا؟۔

بعض منہ زور قسم کے نجدی تو اس بات کو بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں: ”کہ میں جب حج پہ گیا تو روضہ رسول ﷺ پر حاضری نہیں دی، کیا حج کی تکمیل کے لیے روضہ رسول ﷺ کی حاضری ضروری ہے؟“۔

ہم بھی بباگ و مل کہتے ہیں، کہ کیا حج وعمرہ کی تکمیل کے لیے، بے ادب نجدی امام کے پیچھے نماز ادا کرنا ضروری ہے؟۔

امام عاشقان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ اپنی عقیدت کا اظہار فرماتے ہیں:

۔ اس کی طفیل رب نے حج بھی کرا دی ہے

اصل مراد حاضری اُس پاک در کی ہے

۔ حاجو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

کعبہ تو دیکھ چکے، اب کعبے کا کعبہ دیکھو

امام لائق امامت ہو، تو کہیں بھی امامت درست ہے۔ ورنہ گستاخ رسول

ﷺ اگرچہ کعبے کا امام ہو، اس کی امامت صحیح نہیں۔

..... فتح مکہ کے دن، آپ ﷺ کے حکم سے صحابہ نے، کعبہ شریف کے غلاف

میں چھپے ہوئے، رسول ﷺ کے ایک گستاخ کو قتل کر دیا۔ (بخاری: کتاب الحج)

نجدی امام (حرم) کے پیچھے نماز کا حکم:

..... حضرت سیدنا سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ایک شخص ایک

قوم کا امام تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے قبلہ کی سمت تھوکتے دیکھ لیا۔ آپ ﷺ نے

فارغ ہونے کے بعد اس کے مقتدیوں سے فرمایا: کہ یہ شخص (آئندہ) تمہیں نماز نہ

پڑھائے۔ جب اسکے بعد دوبارہ اس نے اپنی قوم کو نماز پڑھانا چاہی، تو انہوں نے اسے امامت سے روک دیا، اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان پاک کی خبر دی۔ تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے سبب معلوم کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! (میں نے روکا ہے)۔

راوی بیان کرتے ہیں، میرا خیال ہے، کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: اِنَّكَ اَذِيتُ اللّٰهِ ورسوله، ”یعنی تو نے (قبلہ سمت تھوک کر) اللہ اور اُسکے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔ (ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، موارد النظم، ص ۲۰۳، طبرانی کبیر، بحوالہ مرقاۃ، ج ۲، ص ۲۲۵)

غور فرمائیے! اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے امت کو امامت کی ایک اہم شرط کی تعلیم دی ہے۔ اور یہ صحابی رسول ﷺ تھے، انہوں نے قبلہ طرف قصداً نہیں تھوکا تھا، یقیناً توبہ بھی کر لی تھی، اس کے باوجود بھی رسول کائنات ﷺ نے ان کو دوبارہ امامت کرنے کی رخصت نہیں دی، ہمیشہ کے لیے منع فرما دیا۔۔۔ اور فرمایا: تو نے اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے!۔

اے خواہش کے بندے! ذرا آنکھیں کھول، ہوش میں آ، مفتی اور محقق مت بن! بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی تعلیم میں غور کر! اور یہ بھی دیکھ کہ یہ لوگ صحابی نہیں، بلکہ وہابی ہیں، جو بھولے سے یا لاعلمی سے نہیں، بلکہ قصداً اور ہٹ دھرمی سے رسول اللہ ﷺ کو مردہ، آپ کی ﷺ کی قبر انور کو بت، گنبد خضراء کو معبودِ باطل، آپ کے ﷺ وسیلے اور طلبِ شفاعت کو شرک، آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کی نیت سے سفر کو حرام، آپ کے ﷺ والدین کریمین کو کافر، مشرک اور جہنمی (حاذ اللہ!) اور پورے عالم اسلام کو ان عقائد کی وجہ سے مشرکین مکہ سے بدتر مشرک کہتے ہیں۔۔۔ کیا یہ ساری باتیں محبوبِ خدا ﷺ کی اذیت کا باعث نہیں بنتی ہوں گی؟۔

اب تم ہی کہو!۔۔۔ کیا ایسی خبیث ذہنیت کے حامل لوگوں کی امامت جائز ہو سکتی ہے؟

علمائے اہلسنت کا اتفاق، اور یہ پہلا دور نہیں:

اس نجدی دور سے پہلے بھی ایسے گزرے ہیں، جن میں حرمین شریفین میں ایسے امام مقرر ہوئے، جن کی امامت کے درست ہونے میں علماء اسلام میں اختلاف پیدا ہوا۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، اور حجاج بن یوسف کے دور میں۔

مفتی وقار الدین قادری فرماتے ہیں: حرمین طہیین کے امام اور حجاز کی حکومت سب نجدی وہابی ہیں، اہلسنت و جماعت کی نماز نجدیوں کے پیچھے نہیں ہوتی۔

مزید لکھتے ہیں: توہین نبوت کا یہ سارا فتنہ نجد سے شروع ہوا، اور ان کی اولاد حرمین طہیین پر حملہ کر کے ترکی کے (اہل سنت) مسلمانوں کی حکومت (کو مشرک سمجھ کر ان) سے جنگ کر کے غاصبانہ طور پر حرمین پر قابض ہو گئی، اور ان کی اولاد حرمین میں اب بھی امام ہے، ان کے پیچھے نماز کو کوئی بھی سنی عالم جائز نہیں کہتا۔ (دقار الفتاویٰ، ۱۹۲/۲، ۱۹۹)

ہم یہاں پر اختصار کے پیش نظر صرف ان مشائخ و علمائے کرام کے نام درج کر رہے ہیں، جنہوں نے دورانِ حاضری حرمین شریفین کے، نجدی سعودی امام کے پیچھے کبھی نماز ادا نہیں کی، بلکہ نجدی امام کے پیچھے نماز کے ناجائز ہونے کے متعلق فتوے صادر فرمائے اور اپنے عقیدت مندوں اور مقتدیوں کو اس سے منع فرماتے رہے۔

”محمد سید مہر علی شاہ، امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، سید جلال الدین شاہ بکلی شریف، محدث اعظم پاکستان مولانا سرور احمد قادری، علامہ سید احمد سعید کاشمی، شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی، محمد عمر اچھروی، علامہ فیض احمد اویسی، ابوالبلیان علامہ سعید احمد مہدوی، مفتی سید شجاع علی قادری، مفتی مختار احمد نعیمی گجراتی، مفتی گل احمد حقانی، مفتی احمد میاں بدکانی، مفتی غلام سرور قادری، مفتی ابونصر علامہ منظور احمد فریدی، مفتی عبدالعظیم مدرسہ نعیمیہ، مفتی غلام رسول رضوی، مفتی عبدالقیوم ہزاروی، مفتی آف ادارہ منہاج القرآن وغیرہم۔ (تفصیل: ”بد مذہب کے پیچھے نماز کا حکم“، علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی حفظہ اللہ (اولیٰ باب) میں ملاحظہ فرمائیں)

کیا کوئی تھوڑی بھی سوجھ بوجھ رکھنے والا آدمی یہ کہہ سکتا ہے!۔۔۔ کہ یہ کثیر تعداد علماء و مشائخ عظام بے علم، کم فہم، یا۔۔۔ متعصب تھے؟

عوام کا حال تو یہ ہے کہ کسی عملی فاسق یعنی جھوٹے، دھوکہ باز، ان کے باپ کی توہین کرنے والے کی امامت تو کجا، اس کی اذان بھی گوارہ نہیں کرتے۔

ہم کہتے ہیں کہ جو کسی کی ایک بالشت زمین پر ناحق قبضہ جمالے، وہ قابل امامت نہیں رہتا، تو جن نجدیوں نے پورے حجاز پر اور بالخصوص حرمین طہیین پر ناحق اور ظلماً قبضہ جمایا، ان کی امامت کیسے جائز ہو سکتی ہے؟

بندۂ مومن کے دین و ایمان کی اصل، تعظیم و ادب مصطفیٰ ﷺ ہے۔ کیا یہ دینی بے غیرتی، اور ایمان کی ہلاکت نہیں کہ محبوب خدا ﷺ کی شان میں جن لوگوں کی بے ادبیاں اظہر من الشمس ہیں۔ پھر بھی ہم بلا دلیل محض اپنی جہالت، تعصب۔۔۔ یا اس شیطانی وسوسے کی بناء پر، کہ ”وہ حرمین شریفین کے متولی و منتظم ہیں“، ان کے پیچھے نماز کو جائز سمجھیں۔۔۔ اور کیا امام کعبہ کے بارے میں کوئی خاص نص وارد ہوئی ہے، کہ وہاں

جیسا بھی امام ہو، اس کی ضرورت اقتدا کرو؟۔

جن شخصیات کے ابھی نام گزرے یہ علم اور تقویٰ کے مینار تھے، ان کے مقابل ہماری رائے کی کیا حیثیت ہے؟۔۔۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے طریقے کی پیروی کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَابْعِ سَبِيلَ مَنْ آتَابَ إِلِيَّ۔۔۔“

مولانا حسن رضا خاں رضی اللہ عنہ کی احساس دلاتے رہے ہیں:

گر تیرے باپ کو گالی دے کوئی بے تہذیب، قصہ آئے ابھی، کچھ اور ہو حالت تیری
گالیاں دیں انہیں شیطان لعین کے پیرو، جن کے صدقے میں ہے ہر دولت و نعمت تیری
تو نے کیا باپ کو سمجھا ہے زیادہ ان سے، جوش میں آئی جو اس وجہ حرمت تیری
انکے دشمن سے تجھے رہا رہے میل رہے، شرم اللہ سے کرا کیا ہوئی غیرت تیری

صرف سنی امام کے پیچھے نماز پڑھو!

پہلی بات یہ ذہن نشین کر لیں کہ حق پر صرف ایک گروہ ہے نہ کہ کئی، جیسے بعض جاہل کہہ دیتے ہیں: کہ کسی کو گمراہ نہ کہو، اپنی جگہ سب صحیح ہیں، دین کا کام کر رہے ہیں۔

جب کہ یہ فلسفہ غلط ہے، کیونکہ رسول کائنات ﷺ نے فرمایا: اس امت میں ایک جماعت نکلے گی، تم ان کے سامنے اپنی نمازوں کو معمولی سمجھو گے، قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے ایسے خارج ہو گئے جیسے حیر و شکار

سے۔ (بخاری: ۱۰۲۳)۔ (مزید حوالہ جات ”گمراہ ٹولے کی علامات“ عنوان ملاحظہ فرمائیں)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ (سارے نہیں بلکہ صرف) ایک جماعت جنتی ہو گئی

، باقی بہتر (۷۲) فرقے دوزخی ہو گئے۔ (ترمذی: ۱۹۳۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”جنتی اور دوزخی ہر گز برابر نہیں ہو سکتے“۔ (حشر: ۸۰)

اہل سنت جنتی ہیں۔۔۔ باقی فرقے فرقاں جہنمی ہیں، لہذا اہلسنت کی نماز باقی فرقوں کے پیچھے نہیں ہو سکتی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بد مذہب کا نہ روزہ قبول ہے، نہ نماز، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ نفل، نہ فرض، وہ اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال۔ (ابن ماجہ: ۶)

تو جب گمراہ امام کی اپنی نماز ہی قبول نہیں، تو مقتدیوں کی کیسے قبول ہوگی؟ بعض روایات میں صراحت فرمایا: ”ولا تصلوا معهم ولا تصلوا علیہم“ کہ نہ ہی ان کے ساتھ نماز پڑھنا، اور نہ ہی ان پر نماز پڑھنا۔ (شفاء: ۲۶۶، ابن حبان، مستدرک، مجمع الزوائد، حلیۃ الاولیاء، تاریخ بغداد، جمع الجوامع، کنز العمال، معجم کبیر، تفسیر قرطبی، السنۃ لابن عاصم، لسان المیزان) ایک مقام پر فرمایا: کہ خود بھی ان (گمراہوں) سے دور رہنا اور ان کو بھی اپنے سے دور رکھنا، کہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مقدمہ مسلم) امام ذہبی رحمہ اللہ، امام اجل سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت نقل کرتے ہیں: کہ تم نماز صرف اس (امام) کے پیچھے پڑھو، جس پر تمہیں یقین اور اعتماد ہو، کہ وہ، ”من اہل سنۃ“، ”کہ وہ اہل سنت ہے“۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۲۰۷)

امام کمال بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: امام محمد نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کیا ہے: کہ بد عقیدہ لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ (فتح القدیر علی المہد لہ: ۳۰۴)

لہذا یہ فکر کسی صورت بھی درست نہیں کہ نماز ہی پڑھنی ہے جس کے پیچھے بھی پڑھ لو۔



اسماعیل دہلوی کی ”صراط مستقیم“

ہندوستان میں بانی وہابیت اسماعیل دہلوی کی کتاب ”صراط مستقیم“ کو وہابی مولوی اس کتاب کی مشہور گستاخانہ اور کفریہ عبارت کی وجہ سے اس کتاب کے صرف پہلے باب کو اسماعیل کی تحریر تسلیم کرتے ہیں۔ اس کفریہ اور گستاخانہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔ ”کہ نماز میں آپ ﷺ کی طرف اپنا دھیان لگا دینا، بتل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔ کیونکہ کہ اس سے شرک ہو جاتا ہے۔“ (ملاحظہ!)

غلام رسول مہر نے لکھا: صرف پہلا باب اسماعیل کا ہے۔ (”مفتی محمد امجد علی“ ص ۱۱، نعمانی کتب خانہ (المحدیث) ۱۹۹۲ء)

مناظرہ راولپنڈی، مابین مناظر المل سنت: علامہ محمد حنیف قریشی حفظہ اللہ تعالیٰ، اور وہابی مناظرین طالب الرحمن، اور عمر صدیقی۔ ان دو چوٹی کے ذمہ دار وہابی مناظرین نے بھی، ”صراط مستقیم“ کی مشہور گستاخانہ عبارت سے دہلوی کو بچانے کے لیے، دو غلا پالیسی اور مکر سے کام لیتے ہوئے، سارا زور اسی بات پر لگا دیا، کہ صرف پہلا باب شاہ اسماعیل کا ہے۔ اور یہ عبارت عبدالحی دیوبندی کی ہے، اور کفریہ ہے نہ اگر یہ عبارت پہلے باب میں ہو، جو کہ شاہ اسماعیل کا ہے، تو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہابیوں کے نزدیک اس کتاب ”صراط مستقیم“ کا پہلا باب مسلمہ ہے، اور آج بھی حجت ہے۔

”صراطِ مستقیم“ کے متعلق، دہلوی کا اپنا بیان:

”متابعداً عاجز و لیل، خداوندِ عظیم کی رحمت کا احیہ و برہند و ضعیف محمد اسما عیل
عرض کرتا ہے۔۔۔ اس کتاب کے اشعارے تحریر میں چند اوراق جناب افادیت مآب،
قدوہ فضلاء زمان، زبدۂ علماء دوران مولانا عبدالحی دَام اللہ برکاتہ، شیخو حضرت سید
صاحب کی باگاہ عالی کے ملازموں کے سلک میں غفلت ہیں“ کے لکھے ہوئے، جن
میں چھ مضامین ہدایت آگین حضرت سید صاحب کی زبان سے سن کر مولانا نے تحریر
کیے تھے، ملے پس ان اوراق کو علوانے بے دود اور غنیمت سے بے مشقت سمجھ کر اس کتاب
کے دوسرے صاف و تیسرے باب میں درج کیرویا۔“ (صراطِ مستقیم، ص ۱۵، ۱۴، اسلامی اکیڈمی)

اس بیان سے پتہ چلا کہ سید احمد کی اس گستاخانہ عبارت سمیت، جس کا راوی
عبدالحی یا خود دہلوی ہے، کتاب کے حوالے مضامین کو بذات خود اسما عیل دہلوی نے ہی
درج کیا ہے۔ اور یہ ساری کتاب اسما عیل دہلوی، اور غیر مقلد و دیوبندی حضرات پر
حجت ہے۔ (حرید تفصیل اور حوالہ جات کے لیے کتاب: ”دوئید مناظرہ راولپٹری“ گستاخ کون؟“ (اسلامک
بک راولپٹری) کا ضرور ملاحظہ کریں)

اسما عیل دہلوی اور حدیثِ قدسی کا مفہوم: (تائید نظریاتِ صوفیاء)

صراطِ مستقیم کا پہلا باب، جس کو چار و ناپار مولوی اسما عیل ہی کا مانا جاتا ہے۔
اسی بابِ اوّل (چوتھی ہدایت، دوسرا افادہ، خواجہ بھٹ کے مقام کا بیان) سے ایک اقتباس بصورتِ خلاصہ
آپ کی نظر کرتا ہوں، جس میں صوفیائے کرام کے نظریات کو حق سمجھ کر بیان کیا گیا ہے۔
لکھا: ”جیسے لوہا آگ میں جا کر، آگ کی سی صورت و خاصیت تو اختیار کر جاتا

ہے، مگر ہوتا پھر بھی لوہا ہی ہے۔ اور وہ سارے احکام اور آثار اب بھی آگ پر ہی مرتب ہوتے ہیں، جس نے لوہے پر غلبہ اور اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ لیکن چونکہ آگ نے اس لوہے کے ٹکڑے کو اپنی سواری بنا کر اپنی سلطنت کا تخت قرار دے رکھا ہے، اس لیے وہ آثار و احکام لوہے کے ٹکڑے کی طرف نسبت کیے جاسکتے ہیں۔

چنانچہ آیہ ”وما فعلتہ عن امری“، اس کیفیت کا بیان ہے، اور آیہ ”طاراد ربك“ اسی کی طرف اشارہ ہے۔۔۔ الغرض اگر اس آگ میں، اس آہن پارہ کو بولنے کی طاقت ہوتی، تو سوز بان کے ساتھ آگ اور اپنی عینیت اور یک جان ہونے کا شور اور غل مچاتا، اور خواہ مخواہ ضرور ایک ساعت کے لیے اپنی حقیقت سے غافل ہو کر یہ بول اٹھتا: کہ میں جلانے والی آگ کا انگارہ ہوں، اور میں ہر وہ چیز ہوں کہ باورچیوں، لوہاروں اور ستاروں بلکہ تمام پیشہوروں کاریگروں کے کاروبار میرے ساتھ وابستہ ہیں اسی طرح جب اس طالب (ولی) کے نفس کامل کو رحمانی کشش اور جذب کی موجیں دریائے احدیت کی گہری نہ میں کھینچ لے جاتی ہیں، تو (۱) ”السا الحق“ اور (۲) ”لیس فی جنبی سوی اللہ“ کا آوازہ اس سے صادر ہونے لگتا ہے۔

اور یہ (۳) حدیث قدسی: ”كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ويد التي يبطش بها“، ایک اور روایت کی رو سے: ”السا له الذي يتكلم به“، اسی حال کی حکایت ہے۔۔۔ اور حدیث: ”اذ قال الله على لسان نبيه سمع الله لمن حمده۔۔۔“۔

اور حدیث (۴): بقضی اللہ علی لسان نبيه ما شاء“ اسی سے کٹا یہ ہے۔ (۵) اور یہ نہایت باریک بات اور نہایت نازک مسئلہ ہے۔ چاہیے کہ تو اس میں تامل و غور کرے، اور اس کی تفصیل کو دوسرے مقام پر چھوڑے۔

ترجمہ شعر: اس کے سوا میں اور کچھ نہیں کہ سکتا کیوں کہ وہ ایسا بھید ہے، جس سے بولنے والی زبان گونگی ہے۔ (۶) اور زہار خبردار اس معاملہ پر تعجب نہ کرنا اور انکار سے پیش نہ آنا!، کیوں کہ جب وادی مقدس کی آگ سے ندائے: ”الی انا اللہ رب العالمین“، صادر ہوئی، تو پھر اشرف الموجودات سے جو حضرت ذات سبحانہ و تعالیٰ کا نمونہ ہے، اگر (۷) ”انا الحق“ کی آواز صادر ہو تو کوئی تعجب کا مقام نہیں۔

اور اس مقام کے لوازم میں سے ہے، (۸) عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا، اور قوی تاثیروں کا ظاہر ہونا، اور دعاؤں کا مستجاب اور قبول ہونا، (۹) اور آفتوں اور بلاؤں کا دور کر دینا۔ اور اس معنی کی تصریح اس حدیث قدسی میں موجود ہے: ”لئن سألنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیلنہ“۔ اور منجملہ لوازم اس مقام کے ایک یہ ہے کہ اس (۱۰) ”صاحب حال“ کے دشمن و بداندیش پر ہر وبال اور مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی: ”من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب“۔ اسی مضمون کا فائدہ دیتی ہے۔

تیسرے افادہ، کا یہ جملہ بھی بڑا اہم ہے۔

لکھا: ”اس مقام کے لوازم میں سے ہے، (۱۱) ”وحدت الوجود“ سے دم مارنا، (۱۲) اور معارف الہیہ کے ساتھ لب کھولنا“۔ ”اور جو موجودات کے ذرات میں سے کسی ذرے میں چمکتا ہے، ”سب کو اس کے جمال لا یزال کا عکس سمجھتا ہے“، اور جو نقصان ممکنات میں سے کسی ممکن کے اندر ہوتا ہے، سب کو اس کے بارگاہ جلال سے دور اعتقاد کرتا ہے، پس ساعت فساد اس کی قدرت کے عجائبات کے دریا میں غوطے لگاتا ہے۔“

(پہلا افادہ، سعید وہ ہے جو ازل سے سعید نکھا جا چکا ہے)

یہ سارا وحدت الوجود کی کیفیت کا بیان ہے، اور دہلوی کی زبان ہے۔

مسلک صوفیاء کرام (وحدت الوجود وغیرہ) اور اسماعیل دہلوی:

بارہویں شریف کی نسبت لے یہ بارہ جملوں کی نشاندہی ہے۔ جو کہ وہابیت کش اور اہل سنت کے مؤید (تائید کرنے والے) ہیں۔ اور چھٹا پوائنٹ قابل غور ہے۔ (۶) ”زہار خبردار! اس معاملہ پر تعجب نہ کرنا اور انکار سے پیش نہ آنا۔“

یہ وہی باتیں ہیں، جن کا اسی دہلوی نے ”تقویۃ الایمان“ میں خود ہی انکار کیا، اور شرک و بدعت قرار دیا۔۔۔ لہذا یہ اپنے ہی فتوے سے، شرک اور بدعتی ٹھہرا۔

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے بھی ”وحدت الوجود“ کے معنی ”وحدت الوجود“ لیے ہیں، کہ یہ معنی اس آیت کے مطابق ہیں، ”اللہ نور السموات والارض“، یعنی کائنات کو وجود بخشنے والا، بنانے والا ”واحد“ ہے۔ اصل میں اسی کا وجود ہے، باقی سب حادث و قانی ہیں۔“ (مجھے، کل من علیہا فان)

وحدت الوجود کا معنی ”وحدت الموجودات“، ”کہ یہ سب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔۔۔ کوئی اہل شرع نہیں لیتا، بدقسمتی سے یہی مشہور ہو گیا۔“ (فلس بلاذنی ثانیہ: ۱۳۹)

کاش کہ غیر مقلد حضرات، اپنے شیخ الاسلام کی اس ہدایت اور تحقیق کو اپنے پیش نظر رکھتے۔ ثناء اللہ امرتسری نے لکھا: ”بزرگان دین کی خدمت اسلام سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔۔۔ یہ حضرات اپنے اپنے مسلک کے مطابق قبیح سنت تھے۔“ (ایضاً: ۱۵۱)

عیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے امرتسری نے کہا: آپ صوفی منہج بزرگ، اور وحدت الوجود کے معتقد تھے۔

(اخبار امرتسر ۲۱، ۲۲ مئی ۱۹۳۷ء)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "الکاف العارفین" میں صوفیا کرام کے اس نظریے کی توثیح و تائید کی ہے۔

صوفیا کرام کے یہی وہ اقوال و احوال (انالحق، وحدت الوجود وغیرہ) ہیں، جن کی وجہ سے، سودی پالتو وہابی مولوی تمام صوفیاء کرام، بالخصوص بایزید بسطامی، جنید بغدادی، معین الدین چشتی، داتا گلی، جویری، شیخ اکبر ابن عربی وغیرہم رضی اللہ عنہم کی شان میں کھل کر زبان درازی کرتے ہیں، انہیں بے ایمان، زندیق اور گستاخ رسول تک کہتے ہیں۔

اور کہتے ہیں: کہ قبر پرستی والا سارا دین انہیں (اولیاء اللہ) نے ہی پھیلایا ہے یہ سارا گندائیں نے ہی مارا ہے۔ (استغفر اللہ!)

اب اگر ایسے نجدی مولویوں میں کچھ بھی غیرت و حیا کا مادہ ہے، تو وہ شاہ ولی اللہ، اسماعیل دہلوی، اور ثناء امرتسری کو بھی زندیق و بے ایمان کہیں، اور علی الاعلان ان سے برأت کا اظہار کریں۔

میر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی کچھ شریک و غیر مقلدین نے صوفیائے بارے "وحدت الوجود" کی وجہ سے طوفان بدتمیزی برپا کیا تھا۔ جس کا آپ نے مکمل محاسبہ فرمایا۔ وہ پھر بھی کچھ حیا والے تھے، ان کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

(ملاحظہ کریں: "شیخ اکبر کی تائید میں انعامی دعوت مناظرہ اور علمائے اہل حدیث کا سکوت"۔ (مہر میر، ۲۶۵)

مگر آج کے یہ ایسے بے حیا، اور ہٹ دھرم ہیں، کہتے ہی جاتے ہیں۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: توحید ایمان ہے،

"وحدت الوجود" حق۔ زہم اتحاد، الحاد (کہ سب کچھ اللہ ہی ہے، یہ بے دینی) ہے۔ صوفیا

اہل تحقیق ہیں، ان کے ایسے مقلدین ملحد و زندیق ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ۱۵/۲۸۰)

یہ بے لحاظ لوگ مجذوب اولیاء کا انکار اور بے ادبی کرتے ہیں، لیکن دہلوی کے لڑکے کو بجائے پاگل لکھنے کے، لکھا: ”صرف ایک بچہ ہوا، جس کا نام شاہ محمد عمر تھا، اس کی پوری زندگی نیم مجذوبیت کی حالت میں گزری“۔ (مقدمہ، تقویۃ الایمان: ۱۰، نعمانی کتب خانہ)

مسئلہ وحدت الوجود، بزرگوں کے شطحیات وغیرہ پر تحقیق، اور منکرین کا محاسبہ ملاحظہ کرنے کے لیے۔ (روئیداد مناظرہ رادالپنڈی: کتاب ”گستاخ کون؟“ (اسلامک بک دپازٹری) کا ضرور ملاحظہ کریں)

حضرت داتا علی ہجویری کی گستاخی:

وہابی مولوی ”کشف المحجوب“ کی ایک عبارت: ”رسول اللہ ﷺ کی نظر زید کی بیوی پر پڑی تو وہ زید پر حرام ہو گئیں“۔ (سکر و محو کایان)

پیش کر کے سرعام داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو گستاخ رسول ثابت کرنے کی خبیث کوشش کرتے ہیں۔

حالانکہ ”وتخفی فی نفسک۔۔۔ الخ“۔ (احزاب: ۴۷) جہاں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حضرت زینب بنت جحش کو طلاق دینے اور آپ ﷺ سے نکاح کر دینے کا ذکر ہے۔ اس کے تحت امام ابن کثیر نے لکھا ہے: اس مقام پر ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے بہت سی غیر صحیح روایات ذکر کی ہیں، جن سے ہم عدم صحت کی بنا پر صرف نظر کرتے ہوئے درج نہیں کرتے۔ مسند احمد میں بھی ایک غریب روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اسے بیان کرنا بھی ہم مناسب نہیں سمجھتے۔ (تفسیر ابن کثیر)

سعودی مفسر نے لکھا: ”اسی طرح ہاروت و ماروت کے بارے میں بھی تفاسیر میں اسرائیلی روایات کی بھرمار ہے۔ لیکن کوئی صحیح مرفوع روایت اس بارے میں ثابت

نہیں۔ (ص: ۴۳)

مزید لکھا: اسی لیے بعض مفسرین نے تو اسرائیلی روایات کو بنیاد بنا کر ایسی باتیں لکھ دیں ہیں، جو ایک نئی کی شان سے فروتر ہیں۔ (ص: ۱۲۷)

ہم کہتے ہیں کہ جب بقول ابن کثیر اور سعودی مفسر کے ابن ابی حاتم اور ابن جریر وغیرہ قدیم و سلف مفسرین نے بھی ایسی کئی اسرائیلی روایتیں نقل کیں ہیں، جو انبیاء کرام کی عصمت کی مطابق نہیں، اور یقیناً ”کشف المحجوب“ کی یہ روایت بھی انہیں تفسیروں سے نقل کی گئی ہے۔

تو پھر نجدی بے ادب، قرن الشیطان صرف حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے ہی کیوں پڑے ہیں، اور صرف ان کو ہی تنقید و طعن کا نشانہ کیوں بناتے ہیں، اور صرف آپ کے متعلق ہی گندی زبان کیوں استعمال کرتے ہیں۔

اور اگر ان گستاخ لوگوں کو (جن کی بنیاد ہی ”تقویۃ الایمان“ ہے، جس میں جی بھر کر انبیاء و اولیاء کی بے ادبیاں کی گئیں) تقدیس رسالت کا اتنا ہی پاس ہے، تو پھر ایسے تمام قدیم مفسرین اور اپنے دہلوی وغیرہ کو بھی گستاخ رسول کہیں۔ تاکہ ان کے خلوص محبت رسول کا پتہ چلے۔ لیکن مقصد کوئی اور ہے،۔۔۔ اور وہ ہے کہ ان لوگوں نے شیطان کی اتباع میں صالحین و دشمنی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ اسی لیے رسول کائنات ﷺ نے اس فرقے کو ”قرن الشیطان“ کا لقب دیا۔

ان لوگوں کو اولیاء کرام سے اصل میں یہ عداوت کیوں ہے؟ اس کا اظہار ایک وہابی مولوی نے کیا، کہنے لگا: ”عوام کہتے ہیں کہ برصغیر میں اسلام انہیں بزرگان دین نے ہی پھیلایا ہے۔ ہاں یہ قبر پرستی کا سارا دین انہیں نے ہی پھیلایا ہے۔ یہ سارا گند

انہوں نے ہی مارا ہے۔“

چونکہ قرآن پاک صراطِ مستقیم بزرگانِ دین کے رستے کو قرار دیا ہے۔ لہذا صالحین اور عام مسلمانوں کی راہ سے جدا چلنا، خود ان کی گمراہی اور ضلالت کا ثبوت تھا۔ اس لیے ان لوگوں کی مجبوری تھی کہ وہ جیسے تیسے بھی ہو، مشہور معروف صالحین اور قدیم مسلمانوں کو مشرک اور گمراہ ثابت کریں، تاکہ خود کو سچا باور کرا سکیں، تو اس کے لیے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا، اور اب بکتے ہی رہتے ہیں۔

اور یہ بھول گئے کہ: ”من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب“

صراطِ مستقیم، پہلے باب کے مفید حوالہ جات (تائیدِ اہلسنت)

ہم صراطِ مستقیم کے پہلے باب، جو کہ وہابیوں کی نزدیک مسلمہ طور پر اسماعیل دہلوی کا ہی ہے، سے ایسی عبارات پیش کر رہے ہیں جو عقائدِ اہل سنت کی تائید کرتی ہیں، اور نجدیت سوز ہیں۔

❖..... اور (ولایت کے) اس مقام کے لوازم میں سے ہے، عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا، اور قوی تاثیروں کا ظاہر ہونا، اور دعاؤں کا مستجاب اور قبول ہونا، آفتوں اور بلاؤں کا دور کر دینا۔ اور اس معنی کی تصریح اس حدیثِ قدسی میں موجود ہے: ”لئن سألنی لأعطينہ ولنن استعاذنی لأعینہ“۔ (ص: ۳۳)

❖..... سید احمد سب سے بڑی نعمت، ہادی زمانہ، مرشد یگانہ ہے۔ لوگوں کو ان سے دیر تک فائدہ اور نفع پہنچے۔ (ص: ۱۳)

❖..... سید احمد کی ذات ابتداء فطرت سے آپ ﷺ سے کمال کی مشابہت پر پیدا کی گئی۔ (ص: ۱۵)

❖ عبدالحق کے برکات اللہ تعالیٰ ہمیشہ رکھے۔ (ص: ۱۵)

❖ سید احمد کی زبان برکت نشان ہے۔ (ص: ۱۵)

❖ سلف کی اصطلاحات سے تطبیق دینے کی ضرورت پڑی۔ طریق خلاصہ، قادریہ، چشتیہ

، نقشبندیہ جو زیادہ مشہور ہیں، کے اشغال کی تجدید کرنی ہے۔ (ص: ۲۳)

❖ اور کمالات حق کا عکس اپنے اندر دیکھا، حدیث: ”وان الله خلق آدم على صورته“

، اسی طرف اشارہ ہے۔ (ص: ۲۶)

❖ کسی بزرگ کا مقولہ ہے: کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے مرشد کی صورت کے سوا کسی اور لباس میں

جلی فرمائے تو میں اس کی طرف التفات نہ کروں۔ (ص: ۳۰)

❖ محض خشک زاہد ہو جاتا ہے۔ (ص: ۳۱)

❖ اسی عبادت میں لذت اور طاعت میں شرینی پانے کی سبب سے خشک ملائی سے دور

اور الحاد و بے داعی سے پاک ہوتا ہے، اسی وجہ سے امر تقویٰ و عبادت میں افراط و تفریط سے محفوظ رہتا

ہے۔ (شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی والد گرامی نے وصیت کی تھی، کہ خشک مولوی نہ بننا، بلکہ

عاشق بننا۔ (مقدمہ ”مدارج النبوت“)۔ (ص: ۶۱)

❖ شعائر اللہ کی تعظیم، یعنی منعم کے نام، کلام، لباس، ہتھیار، سواری اور مکان کا ادب

کرتا۔ (ص: ۳۷)

❖ کسی بزرگ کو ھویہ نخی اور جواد نہیں کہا جاسکتا۔ (ص: ۳۹)

❖ صمدیت اور تعظیم، ترازو کے دو پلڑے ہیں۔ عبادت تب کسی کی جائز ہوگی، جب اس کی

صمدیت ثابت ہوگی۔۔۔ ہر مذہب کا آدمی اپنے معبود کے مستحق ہونے پر اسی صمدیت کی وجہ سے

استدلال کرتا ہے۔۔۔ شارع علیہ السلام نے بھی، معبودان باطلہ کی معبودیت کو اسی صمدیت کے نہ

ہونے سے باطل کیا، جابجا ان کی محتاجی کو ثابت کیا۔۔۔ علم تفسیر میں مہارت رکھنے والے اس اصول

کو خوب جانتے ہیں۔ (دوسری فصل پہلی ہدایت، پہلی تمہید، ص ۴۰، ۴۱)

..... تفرّد بالالوہیت کو جو کہ وحدیت کی اصل ہے۔ (دوسری تمہید: ص ۴۲)

..... یہ ایک وجدانی امر ہے، کہ تقریر و تحریر کا دائرہ اس کے بیان و تصویر سے تنگی کرتا ہے۔ بجز وجدان صحیح اور قلب سلیم کے کسی کو اس کا رخانہ میں دخل نہیں۔ (ص ۵۱)

..... اور اس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے کہ۔۔۔ اور ہر فقیر جو کسی خانقاہ میں ڈیرہ لگائے ہوئے ہوتا ہے۔۔۔ اپنی حیثیت کے مطابق بجالاتا ہے۔ (ص ۵۳)

..... یہ بزرگ زیادہ تر سعادت مشاہدہ و مکالمہ سے کامیاب ہونے والے ہیں۔ (ص ۵۵)

..... اسی استغراق ہمت اور فائز عزیمت کے نتائج سے ہے، کل ماسوی اللہ سے تمام علائق ضبیہ اور بعضیہ کا۔۔۔ منقطع ہو جانا، اور خوف خدا و محبت الہی کی وجہ سے طلب مشکل کشائی اور دفع بلیات و استدعا منافع وغیرہ کا اسی میں منحصر ہو جانا۔ (ص ۵۶)

..... خواب میں دیکھتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ، یا۔۔۔ پیغمبروں یا ولیوں کی طرف کسی کام کے سر انجام دینے کا حکم ہوتا ہے، یا رغبت دلائی جاتی ہے، یا اس واقعہ کا تمام حال اس کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے۔ (ص ۶۹، ۷۰)

..... امور کے طلب کرنے میں صرف دعا کرنا اور غیب کی طرف متوجہ ہونا محدثین اور حواریین کی عادت ہے۔۔۔ ان کی دعا بھی تقدیر کے ظاہر ہونے کے لباسوں اور فیض غیبی کی صورتوں میں سے ایک ہے۔ اس مقام کی تحقیق اور اس مقصود کی تفصیل صحابہ کرام اور تابعین عظام وغیرہم بزرگوں کے حالات سے طلب کرنی چاہیے، حاصل کلام اس راستے کے امام اور گروہ کے بزرگ ان فرشتوں کے ذمے میں شمار کیے جاتے ہیں، جن کو ملائعہ اعلیٰ کی طرف سے تدابیر امور کے بارے میں الہام ہوتا ہے۔۔۔ پس ان بزرگوں کے احوال کو بزرگ فرشتوں کے احوال پر قیاس کرنا چاہیے۔ (ص ۷۸، ۷۹)

..... بعض مردان حق اسی کمال پر پہنچا ہوتے ہیں۔ (ص ۷۹)

❖ اگرچہ ظاہری تسلط ان کو نصیب نہ ہوگا، اگرچہ جہلا ان کی ریاست کو نہ مانیں۔ (م: ۷۴)

❖ یہ مت سمجھنا کہ اس کمال والے لوگ اس جہاں سے منقطع ہو چکے ہیں، اور قرب الوجود

روئے زمین سے محو ہو گیا ہے۔ (م: ۷۷)

❖ ان کے کمال پر مطلع ہونے والا، ان کو تہہ دل سے دوست رکھتا ہے اور اس کے علموں اور

خبروں کو تہہ دل سے مانتا ہے، اور ایسے لوگوں کی محبت دلی تقویٰ کی علامت ہے۔

(ج: ۳۲)۔ (م: ۷۹)

❖ نیابت عن اللہ کے مقام سے ظلی طور پر انبیاء کی وسیلے سے بعض بزرگوں کو بھی کچھ حصہ ملتا

ہے۔ (مخمس: ۸۰)

❖ ہر دور کی ہدایت کو کمال تک پہنچانا، یہ مقام مستقل طور پر محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے مخصوص ہے۔

(م: ۸۲)

❖ کتاب فتوح الغیب کو جو ولیوں کے پیشوا اور صاحبان فتا و بقاء کے امام، فضیلتوں اور

بزرگیوں والے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ (م: ۸۳)

❖ قرآن و حدیث کی تحصیل کے بعد یہ نازک اور باریک علم، بعض لوگوں کے واسطے اکسیر

اعظم کا حکم رکھتے ہیں۔۔۔ فنون عربی کے استادوں اور اجتہاد کے اماموں، اور علم کلام کے دانائوں اور

تہذیب اخلاق اور حکمت ایمانیہ والوں کی کوشش سے، وہ باریک علم ظاہر ہوئے، اور ان بزرگوں کی

کوششوں سے۔ "علماء امتی کانہیاء بنی اسرائیل"۔ (م: ۸۸)

یوں تو ساری کتاب ہی دہلوی کی مرتب کردہ ہے، بعض اوراق چاہے عبدالحی

کے ہیں، جیسے دہلوی کا اپنا بیان ابھی گزرا ہے۔ لیکن یہ ساری عبارات پہلے باب کی

ہیں، جو کہ ہابیوں کے تمام مکاتب فکر پر حجت ہیں۔



وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا مختصر تعارف

وحید الزماں غیر مقلد نے ”علامہ قسطلانی“ کے حوالے سے بعد از وصال آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑنے پر سلف کا اجماع نقل کیا ہے، اور یہ بھی لکھا کہ اس اجماع کو توڑنے والا پہلا شخص وہابیوں کا شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہے۔ (ہدیۃ الیہدی: ۴۷ تا ۴۹)

ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) وہ شخص ہے، جس نے متعدد مسائل میں اجماع امت سے انحراف کیا اور کئی بدعتیں نکالیں، اور نجدیوں کے بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے، اسی کی مخصوص تعلیمات کو اساس بنا کر شیخ نجدی نے ایک نئے دین کی بنیاد رکھی، اس کی چند بدعتیں یہ ہیں۔

۱: مثلاً رسول اللہ ﷺ کے روضے پاک کی زیارت کی نیت سے سفر کو حرام قرار

دیا۔ (مجموع الفتاوی: ۲۷/۲۷، از ابن تیمیہ، فتاویٰ حدیثیہ: ۱۱۶، از علامہ ابن حجر عسقلانی)

سعودی مفتی ابن باز نے بھی ابن تیمیہ کی مذموم تقلید میں اس سفر طیبہ کو ناجائز

کہا، اور وجہ یہ بتائی کہ اس سے آپ ﷺ کی قبر پر میلہ لازم آتا ہے۔

(زیارت مدینہ منورہ: ۳۷، ۳۸)

بعض نجدی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے سفر کو معاذا اللہ ”دنا“ کے گناہ

تک پہنچاتے ہیں۔ (شہاب القاب ص ۲۲۵، از حسین احمد دیوبندی)

جبکہ علامہ نووی نے اس مقدس سفر کے مستحب ہونے پر شروع سے لیکر اپنے

زمانے (۶۷۶ھ) تک اجماع نقل کیا ہے، کہ مسلمان آج تک قبر النبی ﷺ کی زیارت

اور صحابہ کرام کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے یہ مبارک سفر اختیار کرتے رہے ہیں، قربتوں میں سے اہم قربت ہے۔ (نودی بر مسلم: ۸۳/۱، مجموع: ۲۰۲۸)

امام قسطلانی فرماتے ہیں: جان لو زیارت قبر رسول ﷺ سب سے بڑا ذریعہ تقرب ہے، ایسی اطاعت ہے، جس کی قبولیت کی امید زیادہ کی جاسکتی ہے، یہ بلند درجات کی طرف ایک راستہ ہے، جس (ابن تیمیہ اور اس کے متبعین نجدی حضرات) نے اس کے علاوہ عقیدہ اختیار کیا، اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے اتار دیا، اللہ اس کے رسول اور علماء کبار کے جماعت کی مخالفت کی۔۔۔۔۔ قاضی عیاض نے فرمایا: یہ مسلمانوں کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے جس پر سب کا اتفاق ہے، ایسی فضیلت ہے جو مسلمانوں میں بہت مرغوب ہے۔ (مواہب الدنیہ: ۳/۳۰۳)

سفر معراج میں جبریل علیہ السلام نے بڑے اہتمام کے ساتھ وہ راستہ اختیار کیا جہاں موسیٰ علیہ السلام کی قبر اور دیگر مقدس مقامات تھے، آپ ﷺ نے قبر موسیٰ علیہ السلام کے پاس نماز بھی ادا کی۔ (مسلم: ۲۳۷۳، روح البیان: ۲/۳۹۵، سنن نسائی: ۱/۷۸، طبرانی کبیر: ۷/۲۸۳، ابن کثیر: ۳/۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن تیمیہ کی اس بدعت کو نفرت کے ساتھ نقل کر کے رد کیا ہے۔ (فتح الباری: ۳/۶۵)

ملا علی قاری نے اسی بنا پر ابن تیمیہ کی تکفیر کی تصویب کی، کہ اس نے ایک اجتماعی مستحب کو ناجائز کہا۔ (شرح شفاء: ۳/۵۱۳)

۲: قبر النبی ﷺ کی طرف منہ کر کے سلام عرض کرنے اور دعائے مانگنے کو ناجائز کہا، اور امام اعظم رحمہ اللہ پر جھوٹ باندھا، کہ آپ کا بھی یہی قول ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۷/۱۱۷)

سعودی مفتی ابن باز نے سلف امت پر جھوٹ باندھا: کہ کسی نے بھی یہ نہیں کیا، اور یہ نئی بدعات میں سے ہے۔ (زیارت مدینہ منورہ: ۲۷)

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ صحابہ و تابعین کا طریقہ یہ ہے کہ جب تم نبی ﷺ کی قبر پر آؤ تو اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرو، اور منہ قبر انور کی طرف کرو، پھر کہو، ”السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته“۔ (مسند امام اعظم مع شرح القاری ص ۱۰۴، فتح القدیر: ۹۵/۳، علامہ ابن ہمام، المسلك المستقطب: ص ۳۳۷، علامہ علی قاری، شفاء: ۷۰۲، المدخل: ۱۱۷، علامہ ابن الحاج مالکی، المغنی: ۲۹۸/۳، علامہ ابن قدامہ حنبلی، شرح المہذب: ۲۷۳/۸، علامہ نووی، المواہب اللدنیہ: ۳۹۲/۲)

اس کے علاوہ امام مالک رضی اللہ عنہ سے جب عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے فتویٰ پوچھا: ”کہ جب میں دربار رسالت ﷺ میں حاضری دوں، تو اپنا منہ کس طرف کرو؟۔“ آپ نے جواب دیا: امیر المؤمنین! آپ اس ذات کی طرف سے اپنا منہ کیسے پھیر سکتے ہیں، جو قیامت کے دن آپ کی، اور حضرت آدم علیہ السلام کی شفاعت ہوگی۔ آپ قبر النبی ﷺ کی طرف منہ کریں، اور آپ سے شفاعت طلب کریں، اللہ تعالیٰ شفاعت قبول فرمائے گا۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے: ”ولو الھم الاظلموا الفسھم جاؤك الخ“۔ (النساء: ۶۴)

عیاض مالکی نے سند صحیح سے روایت کیا ہے، النقاء: ۳۱۲/۲۔ شرح شفاء خفاجی: ۳۹۸/۳۔ المواہب، علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں، اس واقعے کے منکر سید زور ہیں۔ اتحاف الزائر: ۱۵۳۔ بدایہ السالک: ۱۳۸/۳، میں امام ابن جماعہ فرماتے ہیں، اس کے منکرین کر خواہش نفس نے ہلاک کر دیا ہے۔ شفاء السقام: علامہ سبکی۔ خلاصۃ الوفاء، علامہ سمودی۔ تحفۃ الزوار اور الجوہر المکمل، از ابن حجر مکی۔ علی التجل، سید محمد مہدی الرواس الرقابی)

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کو مکروہ کہا کہ کوئی کہے کہ میں نے قبر انور کی زیارت کی ہے، کہ یہ عامیانہ الفاظ ہیں، مستحب یہ

ہے کہ یوں کہا جائے کہ میں نے آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا ہے۔ (شفا: ۵۸۳)

۳: قبر النبی ﷺ کی جگہ کی ساری روئے زمین پر افضلیت کا انکار کیا، اور حرید

یہ کہ افضلیت دینے کو بدعت اور اصول اسلام کے خلاف کہا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲، ص ۳۷)

جبکہ قاضی عیاض مالکی نے افضلیت پر اجماع نقل کیا ہے۔ (شفا: ۷۵۲، حرید

حوالہ جات، علامہ خفاجی، نسیم الریاض: ۵۳۷، علامہ قسطلانی، المواہب اللدنیہ: ۳۹۵، ملا علی قاری، مرقات:

۱۹۰، علامہ علائی، در مختار علی ہامش الرو: ۳۵۲، علامہ شامی، رد المحتار: ۳۵۲، علامہ محمد بن یوسف، بل الہدیٰ

والرشاد: ۴۵۲، ۴۵۱)

معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ نے تعصب میں آکر اجماع امت کو بدعت اور مخالف

اسلام کہہ دیا۔ (معاذ اللہ!)

۴: سرور عالم ﷺ سے مدد مانگنے (وسیلہ) کا منکر تھا، جس وجہ سے علماء نے

زندیق کہا۔ (الدر الکامنہ، ج ۱، ص ۱۵۲، از حافظ ابن حجر عسقلانی، ہدیۃ الہدی، ص ۳۹۵)

۵: کہا کہ خواب میں یا جاگتی آنکھوں جس کسی کو بھی کسی نبی یا ولی، حتیٰ کہ رسول

اللہ ﷺ کی زیارت ہو، تو حقیقت میں وہ ہستی نہیں ہوتی جس کو وہ گمان کرتا ہے، بلکہ وہ

شیاطین ہوتے ہیں۔ (استغفر اللہ!) (خلاصہ عبارات، التوسل والوسیلہ ص ۱۷، ۲۵، از ابن تیمیہ)

۶: ایک مجلس کی تین طلاقیں کو ایک قرار دیا۔ (مجموع الفتاویٰ: ۳۳، ص ۱۱۔ شریف برقلاوی

ثانیہ: ۲۲۶، ۲۲۷۔ اعلیٰ ہالہ خارج ج ۹، ص ۳۹۶۔ فتاویٰ الہدیہ ج ۱، ص ۷۔ فتنہ دہلیہ ص ۷۳)

۷: خلفائے راشدین پر طعن کیا، انہیں بدعتی باور کرایا۔

(الدر الکامنہ، ج ۱، ص ۱۵۵، از حافظ ابن حجر عسقلانی۔ فتاویٰ حدیثیہ، ص ۱۱۴)

اسی کی تقلید میں ذاکر نایک بھی یہی کہتا ہے۔ (سی ڈی)

۸: اللہ تعالیٰ کے لیے جسم و جسمانیہ کا قائل تھا۔

(الدر الکامنہ، ج ۱، ص ۱۵۳۔ فتاویٰ حدیثیہ، ص ۱۱۶)

ابن تیمیہ کے انہیں مکروہ عقائد اور بدعات کی وجہ سے علماء امت نے اسے بدعتی، گمراہ، غالی، زندیق و منافق قرار دیا۔۔۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے باوجود علم کے گمراہ کر دیا، اور نصیحت کی کہ ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم کی کتابوں سے بچ کر رہنا!۔

(الدر الکامنہ، ج ۱، ص ۱۵۳، از حافظ ابن حجر عسقلانی۔ فتاویٰ حدیثیہ، ص ۹۹، ۱۱۶، ۱۷۳، از علامہ ابن حجر عسقلانی۔ شرح شفاء، ج ۳ ص ۵۱۴، از ملا علی قاری)

شیخ نجدی کی گمراہی کا سبب بھی انہیں دو حضرات کی تصنیفات بنیں۔ ملاحظہ

کریں: (از علامہ علی طنطاوی جوہری مصری، بحوالہ تاریخ نجد و حجاز۔ مختصر زاد العاد: ۱۳، تالیف "محمد بن عبدالوہاب نجدی تہمی"، دعوة وارشاد سعودیہ، ۱۴۲۹ھ۔ "امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی"، ص ۵۹، ۴۵، دار الکتاب والنسۃ سعودیہ، ۱۴۲۰ھ۔ "شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ"، ۱۴۱۰ھ، منکور نعمانی دیوبندی۔ "محمد بن عبدالوہاب" (۱۵، ۱۶)

جو تیری پیروی کرے اس کے لیے بربادی ہے:

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ابن تیمیہ کے شاگردوں اور عقیدہ مندوں میں سے تھے، جب اس کی گمراہی پر مطلع ہو گئے، تو ابن تیمیہ کو ایک خط میں کہا تھا: کہ اس (وہابیوں) کے لیے بربادی ہے جو تیری پیروی کرے۔۔۔۔۔ تو کب تک خود کو سچا سمجھ کر سلف کی تحقیر کرتا رہے گا۔ (الصیغۃ الذبیہ)

علامہ علاؤ الدین بخاری نے فتویٰ دیا: کہ جو شخص ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہے وہ

کافر ہے۔ (الدر الکامنہ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن تیمیہ کے نظریات کو باطل

قرار دیا ہے، کہ اس نے اہل بیت اور صوفیاء کی توہین و تحقیر کی ہے۔ (فتاویٰ مزین، اردو: ۴۱۵)

(ابن تیمیہ کے متعلق علماء اسلام کے نظریات کی تفصیل جاننے کے لیے، کتاب: ”مکاشح کون؟“ اسلامک بک سنٹر واپنڈی، ملاحظہ کریں)

کہ علماء اہل سنت کے نزدیک اس کی یہ حیثیت ہونے کے باوجود بھی یہ نام نہاد اہل حدیث، اجماع سلف کو چھوڑ کر متعدد مسائل میں اس آدمی کی اندھی تقلید کرتے ہیں، پھر بھی سلفی کہلاتے شرم محسوس نہیں کرتے۔

حالانکہ سعودی مفسر نے اجماع امت کی مخالفت کفر لکھا ہے۔ (ص: ۲۵۶)

مزید: مسلک و منہج سلف کی پیروی کی دعویٰ کیا گیا۔ (ص: ۱۱۳، ۱۱۴)

اس سعودی تفسیر کے نئے ایڈیشن (پیام ”تفسیر احسن البیان“، مکتبہ دارالسلام) کے مقدمے میں اس تفسیر کو سلفی تفاسیر کا خلاصہ کہا، جو کہ سلف کرام پر بہتان عظیم اور سفید جھوٹ ہے۔
صالحین نے رسول اللہ کو دیکھا یا شیطان کو؟

ابن تیمیہ نے لکھا: کہ جب کوئی خواب میں یا بیداری میں، قبر کے پاس یا کہیں اور دیکھتا ہے یا سنتا ہے کہ اسے فلاں نبی یا ولی کی زیارت ہوئی، حتیٰ کہ آپ ﷺ کی بھی، تو وہ حقیقت میں شیطان ہوتا ہے (معاذ اللہ!)۔ (ملخص، التوسل والوسیلہ ص ۱۷، ۲۵، از ابن تیمیہ)

حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ (بخاری کتاب التعمیر)

آپ ﷺ اپنے صحابی، حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کے خواب میں تشریف لائے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سمیت کئی اور صحابہ کرام نے تصدیق و توثیق کی۔

انوکھی شان والے عاشق رسول، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ وصال محبوب ﷺ کے بعد شام چلے گئے، آپ ﷺ خواب میں ملے اور فرمایا: بلال! یہ کیسی جفا ہے،

کہ تم ہماری زیارت کو نہیں آتے؟۔ (شفاء القام: ۴۳، بحوالہ ابن عساکر و قال باسناد جید)

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ متعدد اسناد کے ساتھ اس واقعے کو بیان کر کے لکھتے ہیں:۔۔۔ حضرت بلال کا خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھنا، (حق ہے) شیطان آپ کی مثل نہیں بن سکتا۔ (شفاء القام ص ۴۶)

سعید بن مسیب (تابعی) رضی اللہ عنہ، یزیدیوں کے مدینہ شریف پر حملے کے دنوں میں سرور عالم ﷺ کی قبر شریف سے اذان و اقامت کی آواز سن کر نماز ادا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف، داری ۴۳/۱، دلائل الخوۃ لابن قیم ۵۶/۲، سل المحدثی والارشاد ۱۳۵/۱، طبقات لابن سعد ۱۳۲/۵)

سرور عالم ﷺ نے امام محمد بن عبد اللہ عسی کے خواب میں آکر فرمایا: کہ ابھی ابھی میری قبر پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنے والے اعرابی کو خوشخبری دے دو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ۳۰۶/۲، تحت النساء ۶۴، تفسیر قرطبی، تفسیر نسفی، شعب الایمان ۴۹۵/۳، وغیرہم)

امام طبرانی نے اپنے دو ساتھیوں سمیت روضہ نبوی پر بھوک کی شکایت کی، تو بابر خرنی ﷺ نے ایک علوی صاحب کے خواب میں آکر حکم دیا کہ میرے مہمانوں کی تواضع کرو۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۶۰/۱۳۰۰، از امام ذہبی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲/۲۵۱، امام تاج الدین سبکی، مصباح المظاہر، از امام محمد بن موسی الراشبی)

مزید اس طرح کے واقعات ملاحظہ کرنے کے لیے، ”پکارو یا رسول اللہ“ عبدالحکیم شرف قادری، کا مطالعہ فرمائیں۔

اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے، کہ جب عیسائیوں نے (۷۰۵ء) میں

سازش کے تحت دو آدمیوں کو مدینہ پاک بھیجا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کا جسد پاک یہاں سے نکال لیا جائے۔ سرنگ لگا کر جب وہ آپ ﷺ کے جسم پاک کے بالکل قریب پہنچے، تو آپ ﷺ نے مصر کے عادل حکمران سلطان نور الدین زنگی کو خواب میں آکر اس واردات کی اطلاع دی۔ (وقاء الوقاج ۲ ص ۶۴۸۔ بحوالہ ”مسجد نبوی شریف“ ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی ص ۱۳۵، مدینہ منورہ، مکتبہ ملک فہد سعودیہ)

کیا ان تمام صالحین امت نے بقول ”امام الوہابیہ ابن تیمیہ“ کے (معاذ اللہ!) شیطان کو دیکھا؟
لعنة الله على الضالین!

ہم بھی بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں غلامانہ التجاء کرتے ہیں:

نکاح لطف کے امید وار ہم بھی ہیں
لیے ہوئے یہ دل بیقرار ہم بھی ہیں!
شنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یا رسول اللہ ﷺ!



باب: ۴۸

سعودی تفسیر کے حوالہ جات: (قوائد مسائل)

❖ زاد المعاد: ۸۰، ۱۳۳۲ پر۔ ❖ تفتۃ المودود: ۱۴۱ پر۔ ❖ عون المعبود: ۱۰۱ پر۔ ❖ نیل

الادطار: ۸۴، ۱۰۰، ۲۵۰، ۳۰۵، ۳۲۹، ۵۹۰ پر۔ ❖ ارواء الغلیل: ۲۳۵، ۲۶۲، ۸۶۳ پر۔

❖ النور شاہ کشمیری دیوبندی: ۹۷ پر۔

واجب، سنت، مستحب اور مباح:

117-6.1039.1019.1391.1355.1322.1190.1133.1133.984.922.924.925.923.921.842.550

(1944, 1962, 1967, 1977)

متفرق حوالہ جات (مسائل):

(آیت) کی ذیل میں آسکتے ہیں۔ (ص: ۱۲۰) ❁ ”کہ مسجد، مدرسے یا اور کسی کارِ خیر کے لیے کوئی

چندہ لینے پہنچ جائے۔ (ص: ۱۱۸) ❀ ”عائمانہ نماز جنازہ کا ذکر“۔ (ص: ۳۲۳)

ہوگا جس سے خون بہہ جائے (مگر بزرگوں کے ایصالِ ثواب کا جانور ان نجدیوں کے نزدیک حرام ہے

ص: ۶۹)۔ (ص: ۲۸۵) ❁: "اندر دین صلوة جواب پڑھنا مشروع نہیں"۔ (ص: ۱۵۳۰)

قواعد:

● عرف کا اعتبار۔ (ص: ۳۲۵، ۱۲۵) ● حدیث کا صحیح مرفوع اور متصل ہونا ضروری

ہے۔ (ص: ۳۱۱) ❀ حالات و ظروف کی تبدیلی سے بعض مسائل کا بدل جانا۔ (ص: ۳۱۸)

کسی طریقہ کی ظاہری صورت اگر حیلہ ہو جو نفس کے (۱۶۲۹، ۱۶۰۱، ۱۱۹۲، ۹۳۰، ۵۲۹، ۳۹۸، ۲۳۸)

خلاف نہ ہو تو جائز ہے۔ (ص: ۶۶۳) • مجتہد کو غلطی پر بھی اجر ملتا ہے۔ (ص: ۹۰۱) • ضعیف

حدیث سے تائید ہوتی ہے۔ (مس: ۹۱۱) ❁ لغوی سے ہٹا کر اصطلاحی معنی خاص کر لیا ہے۔

(ص: ۱۵۵۲، ۱۵۹۰) ❖ عبادت کے معروف معنی۔ (ص: ۱۷۲۸) ❖ جزویں کرکھل مراد لیا۔

(ص: ۱۷۵۲). ❁: مومن و مسلم میں فرق؟ لغت، اور حقیقت شریعہ۔ (ص: ۱۷۷۷) ❁: عرب میں

استعمال اسود کے معنی میں ہے۔ (ص: ۱۷۷) ﴿قَدْ أَفْلَحَ﴾: قصۃ اللہ راویوں کو ضعیف و تاویل

کرتا۔ (ص: ۲۳۳) ﴿قرآن کا سیاق اس کی تائید نہیں کرتا۔ (ص: ۴۲) ﴿قرآن محاورہ عرب:

کے مطابق نازل ہوا۔ (ص: ۶۳۳) ❀: عربی اسلوب کا لحاظ۔ (ص: ۸۸۶، ۱۷۵۰) ❀: محاورہ بولا گیا۔ (ص: ۱۵۱۳) ❀: آپ کے تمام افعال احوال، اقوال میں اقتدا ضروری ہے۔ (ص: ۱۱۷۲) حقیقی و مجازی کی تقسیم:

(ص: ۳۶، ۱۳۹، ۲۷۸، ۳۶۳، ۵۳۶، ۸۳۶، ۸۷۸، ۷۷۸، ۱۳۳۳، ۱۳۱۴، ۱۶۷۹، ۱۷۳۲)

آیات میں عموم ذکر کیا:

(ص: ۸۳، ۱۱۹، ۱۱۱، ۱۲۰، ۱۵۳، ۳۱۶، ۲۸۱، ۲۳۸، ۲۳۰، ۴۶۷، ۴۷۶، ۴۹۵، ۵۰۶، ۷۰۴، ۷۳۷، ۷۵۹، ۷۹۰، ۸۰۸، ۸۳۰، ۹۲۹، ۹۷۱، ۹۷۹، ۱۰۰۰، ۱۱۷۲، ۱۱۷۷، ۱۱۸۷، ۱۱۹۸، ۱۲۲۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۲۱، ۱۳۵۶، ۱۵۰۸، ۱۵۳۸، ۱۵۸۹، ۱۶۱۴، ۱۶۲۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۶)

عمر صدیق وہابی مناظر نے کہا: ”یہ حضرت عمر کے زمانے کی بات ہے، حضرت عمر کا زمانہ نہ قرآن ہے، نہ سنت ہے، نہ اجماع ہے، نہ قیاس ہے۔“ (استغفر اللہ!) (مناظرہ: رکعات تراویح) معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی دلائل شرع چار (۴) ہیں۔

سعودی مفتی ابن باز کے رسالے کا مترجم شیخ غلام مصطفیٰ حسن لکھتا ہے: علمائے حقہ میں اور متاخرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ احکام کے ثابت کرنے اور حلال و حرام کی توضیح کے لئے اصول معتبرہ چار ہیں۔ اولاً: کتاب اللہ۔ ثانیاً: سنت رسول اللہ ﷺ۔ ثالثاً: اجماع علمائے امت۔ رابعاً: قیاس۔ (”وجوب العمل بالسنة النبوية و كفو من انكارها“، ركة ادارة البحوث العلمية والافتاء الرياض)

سعودی مفتی ابن باز کے فتوے:

❀ ”آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت اور دعوت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی خبر اپنی امت کو دے دی ہے، اور ہر برائی سے خبردار کر دیا ہے۔“ (”زیارت مدینہ منورہ“، ۳۶: ”پرینٹنگ جرنل (وکالت رسالت عامہ) برائے امور مسجد نبوی شریف)

❖ ”ضعیف حدیث شواہد سے حسن بن جاتی ہے۔“ (تلاویٰ ابن باز: ۴۹، اردو، دارالسلام
الریاض) ❖ ”ممانعت میں کوئی صحیح، صریح نص نہیں آئی۔“ (ایضاً: ۵۰، ۵۳) ❖ ”تحیۃ المسجد
سبب مؤکدہ ہیں۔“ (ایضاً: ۶۰) ❖ کراہت تزکیہ پر محمول ہے اور انکا (عثمان بن ابی
العاص) اپنا اجتہاد تھا، جس پر کوئی دلیل نہیں۔ (ایضاً: ۵۳) ❖ ”ذاکوان تراویح میں دیکھ کر
قرآن پڑھتے تھے، بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا مگر سند مذکور نہیں۔“ (ایضاً: ۷۹) ❖ ”باب امام
مالک کو یہ حدیث نہیں پہنچی تھی۔“ (ایضاً: ۶۱) ❖ ”مقتدی کے لیے فاتحہ پڑھنے کے وجوب
میں اختلاف ہے۔“ (ایضاً: ۶۹) ❖ ”اہل علم کا عام قول یہی ہے اور جو شخص ان سے الگ رائے
اختیار کرے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔“ (ایضاً: ۷۳)



میں اس کتاب کا خاتمہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد قاری
نقشبندی علیہ الرحمۃ کی دعا کے ساتھ کرتا ہوں: ”اللہم ثبتنا علی معتقدات اہل السنۃ
والجماعۃ وامتنا فی زمرتہم واحسن ولا تعجزہم۔“ (فتاویٰ، مکتوب: ۶۷)
اللہم ربنا تقبل منا الیک التائبین الساجدين، بحرمة سید المرسلین صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ اجمعین۔
(رمضان المبارک: ۱۴۳۳ھ، اگست: ۲۰۱۱ء)

خلاصہ الكتاب

سعودی تفسیر اصل میں قرآن مجید کے نام پر نجدی دھرم پھیلانے کی خطرناک سازش ہے جس میں عامۃ المسلمین کو مشرکین مکہ کی طرح کا مشرک، بدعتی، قبر پرست، مردہ پرست صالحین کی عبادت کرنے والا مشرک مسلمان، اور کئی جگہ مسلمانوں کی اکثریت کو مشرک لکھا۔

انبیاء و اولیاء کرام کی گستاخیاں کی گئیں، ان کو ظالم، باطل، مردہ، بے نفع، بہرہ، اندھا، شفاعت کے مفہوم سے بھی بے خبر، خدا تعالیٰ کا مقابل و شریک ثابت کرنے کی خبیث کوشش کی گئی۔

جو عقائد و نظریات صحابہ کرام، سلف عظام رضی اللہ عنہم سے آج تک امت میں مسلسل جاری ہیں، ان کو محض ابن تیمیہ، محمد بن عبدالوہاب اور اسماعیل دہلوی کی پیروی اور تقلید میں شریک اور کفریہ لکھا، جس سے صحابہ اور دیگر سلف بھی مشرک ٹھہرے۔

الحاصل اس کتاب میں قرآن، حدیث، سلف صالحین اور خود مخالفین کی کتابوں سے یہ ثابت کیا گیا کہ وہابی نیا اور گمراہ فرقہ ہے جن کی توحید و شرک کے تمام اصول، دین اسلام سے متعارض و متضاد ہیں درحقیقت یہ لوگ خود ہی مشرک و بدعتی ہیں، ان کے مخصوص نظریات کا قرآن و سنت اور صحابہ و سلف سے کچھ تعلق نہیں۔

افکار ہی بدلیں تو بدلیں، ایمان بدلنا مشکل ہے
تفسیر بدلنا آسان سہی قرآن بدلنا مشکل ہے

مکتبہ قادریہ عالمیہ

نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات 0300-6272130